نتلی علیہم آیٰت الرحمٰن خروا سجدا و بکیا
ا پر رحمٰن کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو روتے ہوئے سجدہ میں گر پڑتے ہیں
(یہ آیت سجدہ ہے سجدہ کرو)

یات الرحمٰ

ینسخ ما یلقی الشیطٰن

احسن المتکلمین فاضل عصر علامہ دوران ناصر و مرید خاص حضرت اقدس مسیح موعود
زمان علیہ السلام حضرت مولانا مولوی **سید محمد احسن**
صاحب امروہوی متع اللہ المسلمین بحسن کلامہ

ار احمدیہ قادیان دار الامان میں شیخ یعقوب علی صاحب
تراب احمدی کے اہتمام سے چھپا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

التمہید

امابعد سید محمد احسن امروہوی بخدمت ناظرین اوراق ہذا گزارش کرتا ہے کہ یہ مسئلہ اسلام میں بطور سنۃ اللہ کے مانا ہوا ہے کہ حضرت آدم کے وقت سے لے کر جس قدر انبیا و مرسلین اور مصلحین یعنی مامورین محدثین دنیا میں مبعوث ہوئے ہیں ان کے مقابلہ میں القاآت شیطانی بھی بڑے زور و شور سے ہوتے رہے ہیں لیکن بالآخر تمام القاآت شیطانی ضعیف و سست بلکہ نیست و نابود ہوتے رہے اور جن مقاصد اصلاحیہ اور مطالب دینیہ کیلیے مامورین و مرسلین مبعوث ہوئے ان مقاصد اور اغراض کو جب تک انھوں نے پوری طور سے تکمیل نہ کیا دنیا سے نہیں سدھارے اسکے ادلہ یقینیہ ہم کتاب **شمس بازغہ** میں بھی لکھ چکے ہیں چونکہ اس تحریر میں ہم کو احکام آیات الرحمن اور نسخ ما یلقی الشیطان زمانہ حال کا مد نظر ہے لہذا دلیل ذیل سے جو بطور حصر نفی و اثبات کے کلام الٰہی میں مندرج ہے اسکو بیان کیا جاتا ہے **قال اللہ تعالیٰ** وَالَّذِيْنَ سَعَوْا فِيْۤ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۔ وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّاۤ اِذَا تَمَنّٰۤى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْۤ اُمْنِيَّتِهٖ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِى الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۔ لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِى الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ۔ وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۔ ترجمہ تفسیری آیت کا یہ ہے کہ اے میرے پیارے پیغمبر تیرے مخالفین جو ہماری آیتوں کے مقابلہ میں کوشش کر رہے ہیں اور ہمکو ہرانا اور تھکانا چاہتے ہیں بالآخر وہی لوگ دوزخ

والے ہیں کیونکہ ہمری تو یہی عادت ہے کہ تم سے پہلے کوئی ایسا رسول نہیں بھیجا اور نہ کوئی ایسا نبی بلکہ بموجب
حدیث بخاری کے ایک قراءت میں نہ کوئی ایسا محدث مبعوث کیا کہ اسکو یہ معاملہ پیش نہ آیا ہو کہ جب اُسنے
تمنّ تبلیغ کامل کے لیے کی ہے تو شیطان نے اُنکی آرزو اور تمنی میں ضرور وسوسے ڈالے ہیں دیکھو حضرت
موسیٰ جب طور پر تشریف لیگئے اور حضرت ہارونؑ کو اپنا خلیفہ کر گئے اور بموجب رضائے الٰہی بجائے تیس رات کے
چالیس رات تک وہاں اعتکاف کرنا پڑا پیچھے بنی اسرائیل نے بالقائے شیطان سامری کے گوسالہ
پرستی شروع کردی پھر دیکھو مسیح کے لیے کتب مقدسہ میں لفظ ابن اللہ کا حسب محاورہ لسان کے معنی صحیح
مستعمل ہوا تھا یہود بیہودہ کو اس لفظ سے سخت ابتلا پیش آیا اور در پے قتل و صلیب مسیح کے ہوگئے جسسے
مغضوب علیہم کہلائے گئے اور نصاریٰ کو یہ ابتلا واقع ہوا کہ انھوں نے اس لفظ کو معنی حقیقی مراد لے لیا
اور ضالین ہوگئے حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بہایت دبکر صلح کی جسمیں انواع اقسام کے مصالح پوشیدہ
اور حکم الٰہیہ تھی اور ہیں وجہ ایسی صلح بنام فتح مبین نامزد کی گئی کما قال اللہ تعالیٰ انا فتحنا لک فتحا مبینا
تاہم بعض ضعیف الایمان یا منافق مرتد ہوگئے غرضکہ ایسی نظریات یا واقعات متشابہات کی صدہا نظائر ہیں
غرضکہ ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کے احوال سے واقف اور خبردار ہے لیکن حکمت والا بھی ہے لہذا بمقتضائے
حکمت ایسے معاملات متشابہات یا نظریات میں منظور خدا یہ ہوتا ہے کہ اس وسوسہ کو جو شیطان ڈالتا ہے اُن
لوگوں کی آزمایش کا ذریعہ گردانے جنکے دلوں میں بدظنی یا بدعقیدگی کا مرض بیٹھا ہوا ہے اور اُن کے دل سخت ہیں
اور اسمیں کیا شک ہے کہ ایسے ظالم بڑے درجہ کی مخالفت میں پڑے رہتے ہیں۔ اور نیز ایسے معاملات میں خدا تعالیٰ
کو یہ بھی منظور ہوتا ہے کہ جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے مثلاً زمانہ حال میں وہ لوگ جو توفی عیسیٰ بن مریم کو بدلائل قاطعہ
ثابت کر چکے ہیں اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس چودھویں صدی میں ایک ایسے مجدّد کی
بعثت کے جو ہر دو شان مہدویت اور مسیحائی کا مجمع ہو ثابت کیا گیا ہے اور آسمان نے بذریعہ اجتماع کسوف و
خسوف رمضان ۱۳۱۱ھ ایک کامل شہادت تمام دنیا کیلیے ادا کی اور زمین نے بذریعہ اجرائے ریلوے تمام ارض
مقدسہ جزیرہ عرب میں جو طیار ہو رہی ہے اس مسیح موعود کے وجود کے لیئے قیامت تک شہادت دی کما
فی الحدیث الصحیح ویترک القلاص فلا یسعیٰ علیہا یعنی عمدہ اونٹیاں چھوڑ دیجاویگی اور انپر دوڑ
دھوپ نہ کیجاویگی اور ان دونوں قسم کے شاہدوں کی نسبت قبل از وقوع اس مہدی معہود اور مسیح موعود نے
فرمادیا تھا کہ ع آسمان بار دنشان الوقت میگوید زمیں ہا ایں دو شاہد از پئے تصدیق من استادہ اند
اور مسیح موعود کا حلیہ جو اصح الصحاح میں وارد ہے وہ بھی اُسمیں موجود اور پھر جن لوگوں کو یہ بھی علم دیا گیا ہے
کہ دیگر صدہا نشانات مثل وقوع پیشین گوئی لیکھرام وغیرہ وغیرہ جو اُس ذات اقدس نے بطور پیشین گوئی تمام
دنیا میں قبل از وقوع شائع کی تھیں وہ بھی اپنے اپنے وقت میں واقع ہوگئیں اور پھر آیت استخلاف نے
تمام مسائل متنازعہ فیہا کا فیصلہ کردیا ہے اور میعاد بعثت مسیح موعود بھی چودھویں صدی کو بھی بہ تعیین بتلادیا ہے

بلکہ جسقدر شبہات اور شکوک مخالفین کو پیدا ہوتے ہیں آیت استخلاف نے اُن سب اوہام کو دفع کر دیا کما ثبت فی محلہ اور بموجب اشارات لطیفہ سورۂ فاتحہ کے جو ہر رکعت نماز میں پڑھی جاتی ہے ہر دو فرقہ مغضوب علیہم اور ضالین بھی اس آخر زمانہ میں پیدا ہو گئے جو وجود مسیح کو مقتضی ہیں اور مخبر صادق نے اُس مسیح موعود کی نسبت یہی بیان فرما دیا ہے کہ مسیح موعود ایک امام تمھیں میں سے ہوگا نہ بنی اسرائیلی کما قال کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْیَمَ فِیْکُمْ وَاِمَامُکُمْ مِنْکُمْ یا وَاَمَّکُمْ مِنْکُمْ اور آیت وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ بھی بموجب حدیث متفق علیہ کے بآواز بلند پکار کر کہہ رہی ہے کہ مصداق اس پیشین گوئی کا یہی رجل من ابناء فارس ہے جو مسیح موعود ہونے کا دعوی کر رہا ہے وغیرہ وغیرہ غرض کہ جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے باوجود وقوع ایسے متشابہات کے بھی جانیں اور یقین حاصل کریں کہ تمھارے پروردگار کیطرف سے جو یہ مسیح موعود نازل ہوا ہے وہ بیشک و شبہ حق ہے یعنی ایسی ثابت شدہ صداقت ہے کہ ادلہ عقلیہ اور نقلیہ اُسکی مثبت ہیں پس اُسکا نتیجہ یہ ہو کہ اُسپر کامل ایمان لاویں اور کامل ایمان کا نتیجہ یہ ہو کہ ان کے دل خدا کے آگے گڑگڑانے لگیں اور اسمیں کچھ شک نہیں ہے کہ خداوند تعالے ایسے ہی ایمان والوں کو صراط مستقیم پر ہمیشہ قائم رکھتا ہے اور اسکی طرف ہدایت کرتا رہتا ہے اور اَلَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ کا مصداق کرتا رہتا ہے تمام متواتر حدیثیں تفسیری آیت کا ہیں آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بوقت بعثت مامورین و مرسلین کے جنکے تمام سعی اور کوشش واسطے تبلیغ ضروریات دینیہ کے ہوتی ہے اُسکے مقابلہ میں شیطان بھی القا کرتا رہتا ہے پس اسی سنۃ اللہ کے موافق جب سے کہ یہ مسیح موعود مبعوث ہوا ہے اپنے اپنے اطوار و استعداد کے بموجب تمام مخالفین بالقاء و اغوائے شیاطین اُسکے مقابلہ کیلیے کھڑے ہو گئے کسی نے اپنی منقولی استعداد ناقص کے ساتھ اُسکا مقابلہ کیا اور کسی نے اپنی کج فہمی سے علوم آلیہ کا خلط کر کر مناظرہ بیجا کیا لیکن بحکم کَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ کے ہر میدان میں اُسی کیلیے فتح اور نصرت الٰہی شامل حال رہی اور مخالفین بحکم سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ کے بھاگتے نظر آئے اور اس فتح اور نصرت کا شہرہ غرب سے لیکر شرق تک واقع ہوا حتیٰ کہ ہزاروں مخالف بھی باوجود عدم موافقت کے اقرار کرتے ہیں کہ جو زور اور طاقت اس مجدد کے قلم میں ہے وہ کسی دیگر اہل علم میں دنیا میں نظر نہیں آتی ہے والفضل ما شہدت بہ الاعداء اور یہ وہ پیشین گوئی پوری ہوئی جو مہدی معہود کے لیے احادیث مخبر صادق میں موجود ہے آخر حدیث کا ٹکڑا یہ ہے کہ و ظهور القلم رواہ احمد والحاکم عن ابن مسعود علاوہ اس کے بعض نادان جو اُسکے مقابلہ میں بمباہلہ پیش آئے وہ بھی ہلاک ہو گئے دیکھو مولوی غلام دستگیر قصوری نے اپنی کتاب کید کادیانی میں جو طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے اپنے مرجانے سے پہلے حضرت اقدس کا مرجانا شائع کیا اور لکھا کہ جو جھوٹا ہے وہ مرجاویگا پس چند روز کے بعد وہ خود ہی مرگیا - مولوی اسمٰعیل علیگڈھی نے بھی اسی قسم کا اشتہار بذریعہ اپنے رسالہ کے شائع کیا تھا

وہ بھی اس دنیا سے اُٹھ گیا۔ مولوی محی الدین لکھوکے والے نے بھی ایسا ہی ایک الہام شائع کیا تھا وہ بھی زمین کے نیچے چلد یا یہ حال تو اندرونی مخالفوں کا ہوا اور مخالفین اسلام بھی اُسکے مقابلہ میں موت کے ہادیہ میں گرگر فنا فی النار ہو گئے اب ڈھونڈو اور تلاش کرو کہ پادری حمید اللہ پشاوری اندرمن مراد آبادی دیانند سرستی لیکھرام گستاخ و بیباک اب دنیا میں کہاں ہیں باوجودیکہ اُنھوں نے بھی حضرت اقدس کی نسبت قبل اپنے مرنیکے حضرت اقدس کی موت کا اشتہار دیا تھا یہ وہ پیشگوئی پوری ہوئی جو احادیث صحاح میں وارد ہوئی لَا یَحِلُّ لِکَافِرٍ اَنْ یَّجِدَ رِیْحَ نَفَسِہٖ اِلَّا مَاتَ یہ تین رنگ کے مقابلے یعنی منقولی و معقولی و مباملہ کے رنگ میں جو واقع ہوئے انکو ایک دنیا دیکھ چکی ہے اور اہل انصاف پر ظاہر و باہر ہو چکا ہے کہ تینوں رنگ مخالفین کے لیئے موجب عار و ننگ ہو گئے اور پھر مقدمہ بازوں نے بھی جان توڑ کوششیں اُسکے نابود کرنے میں کیں حتی کہ خون اور قتل کے الزام تک لگائے گئے پھر وہ سب کے سب معہ اپنے شہدا اور معاونین کے خسر الدنیا والآخرہ ہو گئے جس کی مثلیں دفاتر سرکاری میں موجود ہیں اور ایک عالم اُس سے خبر رکھتا ہے اور کرامت پر کرامت یہ ہوئی کہ ان جملہ مقدمات میں فتح اور نصرت اور ابرا کے الہامات حضرت اقدس کیطرف سے قبل انفصال مقدمات شائع ہو چکے تھے جو بفضلہ تعالےٰ پورے ہوئے اب بالآخر ۱۸۹۹ء سے بابو الٰہی بخش صاحب رنگ الہام و مکاشفات میں رنگین ہو کر مقابل ہوئے ہیں اور ایک ضخیم کتاب مسمی بعصائے موسیٰ تالیف فرمائی جسمیں پہلے مخالفین کے خیالات کے ساتھ کچھ اپنے خیالات و الہامات جمع کرکر قریب تیس جزو کے ایک بوستان خیال طیار کیا اس کتاب کا صرف ایک نسخہ حضرت اقدس کے پاس پہنچا حضرت اقدس نے اسکی بعض مقامات ملاحظہ فرماکر یہاں میرے روبرو برملا مستفیضین سے ارشاد فرمایا تھا کہ ابھی اس کے جواب میں کوئی صاحب ایک میعاد مناسب تک مبادرت نفرماویں ہمارے مخالفین کو بھی خوش ہونے دیں اور نیز موافقین کے اخلاص اور علم کا حال بھی معلوم ہو جاوے کہ یہ کتاب کس کس کے لیے مزلۃ الاقدام ہوتی ہے کما قال اللہ تعالےٰ و لیمحص ما فِیْ قُلُوْبِکُمْ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۔ لہذا خاکسار نے تو حسب الارشاد ہدایت بنیاد کے اس کتاب کے جواب کیطرف التفات نہ کیا بلکہ دیکھا تک نہیں لیکن بعض احباب نے بسبب جوش اخلاص اور جوش علم حق کے کچھ مختصر طور پر مصداق ما قل و دل الحکم ہیں اور نیز مستقل بھی اپنی تحریرات کو شائع کیا اور یہاں کتاب کا جواب ایسا ہی مختصر ہونا تھا تب ہی زیبا اور مناسب تھا کیونکہ بابو صاحب نے بہت سے اوراق اجزا کتاب کو محض بے تعلق اور مباحث بیسود داخل کرکر سفید سے سیاہ کرڈالا ہے شاید اس تطویل لاطائل سے انکی یہ غرض ہوگی کہ عوام کالانعام پر بسبب ضخامت کتاب کے ایک بڑا رعب پڑے گا مگر انھوں نے یہ بھی خیال نکیا کہ جب ہم نے کتاب کا نام عصای موسی رکھا ہے تو بلحاظ نام کے بھی یہ تطویل لاطائل ہرگز مناسب نہیں کیونکہ بمقابل حبال اور عصا ہائے جادوگروں کے عصائے موسی تو تعداد اور مقدار میں بہت ہی اقل اور کمتر تھا مگر باوجودیکہ ان سب حبال و عصی کو نگل گیا تھا قال اللہ تعالیٰ فالقوا حبالھم و عصیھم و قالو بعزۃ فرعون

انا لنحن الغالبون فالقٰی موسیٰ عصاہ فاذا ھی تلقف ما یافکون چونکہ ایسی طول لاطائل کا
جواب مختصر ہی مناسب تھا جو الحکم وغیرہ میں شائع ہوا ہے اُدھر حضرت اقدس کا ارشاد مذکور صادر ہوا تھا کہ
ابھی کوئی صاحب اسکا جواب نہ لکھیں لہذا خاکسار نے آج تک اسکے جواب تفصیلی کیطرف توجہ نہ کی کہ شاید بیسود تضییع
اوقات ہو مگر نفس کتاب کے دیکھنے کا البتہ شوق تھا لہذا تین عریضے بخدمت منشی عبد الحق صاحب خاکسار نے
واسطے طلب کتاب مذکور کے بصیغہ وی پی روانہ کیے اول خط کا جواب تو آیا کہ کتاب روانہ کی جاویگی لیکن بعدہ
کسی مصلحت کیوجہ سے صدائے نخاست کا مضمون واقع ہوا اب جبکہ ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۰۱ء میں خاکسار قادیان میں
آیا ہوا ہے حافظ محمد یوسف صاحب کا امرتسر سے ایک خط جو بمقام امروہہ روانہ کیا تھا قادیان میں خاکسار
کے پاس بدیں خلاصہ مضمون امروہہ سے واپس آیا کہ دکمترین نے عرصہ چار ماہ سے پنشن لے لی ہے اور کتاب
عصائے موسیٰ معرفت حافظ احمد اللہ صاحب بطور ہدیہ آپ کی خدمت میں روانہ کی تھی اُمید ہے کہ پہنچی ہوگی
اور آپنے مطالعہ بھی کیا ہوگا لیکن ابتک آپنے اپنی رائے سے کچھ بھی اطلاع نہیں دی مگر دیگر علماء ہندوستان
و پنجاب کے عصائے موسیٰ کی تعریف میں بہت خطوط آئے اور رسالہ قطع الوتین بھی آپنے ملاحظہ کیا ہوگا اُس
کی بابت آپکی رائے کا منتظر ہوں اور ایک رسالہ حقیقت المہدی جسمیں مہر عبد العزیز نمبردار بٹالہ مرید خاص
مرزا صاحب نے مرزا صاحب کی امامت کی تردید کی ہے وہ بھی آپکی نظر سے گذرا ہے یا نہیں اور آپ
امرتسر آکر فیصلہ فرما دیں) یہ خلاصہ اُس خط مذکور کا ہے جو بلفظہا لکھا گیا خاکسار کو اس خط کے پڑھنے
سے بڑا ہی تعجب ہوا کہ حافظ صاحب ممدوح نے پارسال بھی واسطے فیصلہ مسائل متنازعہ فیہا کے خاکسار
کو امرتسر میں طلب کیا تھا لیکن جب خاکسار امرتسر میں حاضر ہوا تو علماء متناہیہ امرتسر میں سے کوئی عالم
مقابلہ پر نہ آیا باوجودیکہ حافظ صاحب. ممدوح چند مرتبہ علماء امرتسر کے پاس اس غرض سے مناظرہ کے لیے
حاضر ہوے لیکن کوئی عالم آمادہ نہ ہوا کہ حافظ صاحب کی درخواست کے بموجب تصفیہ مسائل کرے بعض
طلبہ یا علماء غیر مشہورین سے جو گفتگو ہوئی اور وہ تحریر بھی کی گئی چونکہ خاکسار کیطرف سے ان جلسوں میں
بڑے بڑے ادلہ قاہرہ پیش کیے گئے جو کسی قدر رسالہ ایقاظ النائمین میں شائع ہو چکے ہیں لہذا
حافظ صاحب نے جب اسطرف ایسا غلبہ اور اتمام حجت ملاحظہ کیا تب ان تمام تحریرات کو ناتمام چھوڑ کر اپنے
وطن کو تشریف لیگئے کیا وہ نظارہ الحق یعلوا ولا یعلیٰ کا حافظ صاحب کو اب یاد نہیں رہا جو عصائے
موسیٰ کی نسبت خاکسار کی رائے دریافت فرماتے ہیں کیونکہ جب کسی امر کی حقیقت الیمر تنبہ بدلائل ساطعہ
و براہین قاطعہ ثابت ہو جاتی ہے تو پھر بعد اُس امر حق کے سوائے ضلالت کے اور کیا باقی رہتا ہے کما قال تعالیٰ
وَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلَالُ اس خط مذکور کا جواب بخدمت حافظ صاحب ممدوح خاکسار نے
بدیں خلاصہ مضمون لکھا دکہ چونکہ آپنے اب پنشن لے لی ہے اور خاکسار بھی قادیان میں حاضر ہے لہذا آپ
یہاں پر تشریف لے آویں جلوت میں خلوت میں جسطرح پر آپ چاہیں گے گفتگو ہو سکتی ہے اور آپکو کسی

طرح کی تکلیف نہ ہوگی آپکی بھی اب آخر عمر ہے اور میں بھی لب گور ہوں بہت ہی بہتر ہوگا جو ان مسائل کا تصفیہ آپ کر لیویں تاکہ اللہ تعالے کے روبرو حق کے ساتھ روبکاری ہو اور قطع الوتین کا فیصلہ خاکسار نے شمس بازغہ میں بخوبی کر دیا ہے آپ امرتسر میں کسی دوست سے لیکر ملاحظہ فرماویں - اور عصای موسی خاکسار کے پاس معرفت حافظ احمد اللہ صاحب کی ابتک نہیں پہونچا آپ اسکو ہمراہ لاویں یا روانہ فرماویں اور مہر عبد العزیز اول تو اہل علم میں سے نہیں ہے اور ثانیاً وہ کسی حدیث صحیح بخاری وغیرہ کو بھی دربارہ مسیح موعود تسلیم نہیں کرتا پھر حضرت اقدس مرزا صاحب کی امامت کلی کا اگر وہ منکر ہو تو کیا بعید ہے لیکن اسکو ایک بڑی دشواری یہ پیش آرہی ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی امامت تو قرآن مجید میں سورہ فاتحہ سے لیکر آخر قرآن مجید تک اکثر محکم اور بینات آیات سے ثابت ہوتی ہے پھر ایسے بےعلم کے جواب کیطرف کیونکر توجہ کیجاوے جو احادیث صحیح بخاری کو بھی نہیں مانتا مضمون خط کا یہی تھا الفاظ اسکے مجھکو یاد نہیں رہے جب اس خط کو حافظ صاحب کی خدمت میں بمقام امرتسر بھیجے ہوئے دس گیارہ روز کا عرصہ گذر گیا کہ نہ تو جواب خط ارسال فرمایا اور نہ کتاب عصائی موسی روانہ کی اور نہ خود تشریف لائے اور اسپر علاوہ یہ ہوا کہ میرے دوست شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم کے نام بڑے زور و شور کا ایک خط بدیں مضمون آیا کہ تم نے اپنے اقرار کو ابتک پورا نہیں کیا یعنی نہ تو قطع الوتین کا جواب دیا اور نہ حضرت اقدس کی بیعت سے توبہ کی اس خط کو دیکھکر خاکسار کو بڑی تحریک پیدا ہوئی کہ حافظ صاحب باوجود لاجواب ہونیکے پھر یہ زور شور ظاہر فرماتے ہیں اور بعض احباب لدھیانہ نے بھی بہت اصرار سے فرمایش کی کہ جواب عصای موسی وغیرہ کا تفصیلی ہونا ضروری ہے لہذا جواب عصائے موسی و حقیقت المہدی وغیرہ ایسا ہونا چاہیے جیسا کہ حضرت موسی کا گھونسا قبطی پر واقع ہوا تھا کہ پھر وہ قبطی جانبر نہ ہو سکا تھا ایسے طور پر تمام تار و پود بابو الہی بخش صاحب وغیرہ کے بوستان خیال کا ادھیڑ دیا جاوے جس سے نظارہ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ کا اہل انصاف کو نظر آجاوے اور چونکہ اس رسالہ میں احکام آیات الرحمن اور نسخ القاء الشیطان* کا ذکر مفصلاً کیا گیا ہے لہذا نام اسکا **ایات الرحمن لنسخ ما یلقی الشیطان** رکھا گیا وَاِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ وَهُوَ الْمُعِیْنُ وَبِهٖ نَسْتَعِیْنُ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ وَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِیْرُ۔ حافظ محمد یوسف صاحب نے تو عصائی موسی کو روانہ نفرمایا بعد جستجوئے بسیار میرے محب مکرم مولوی محمد علی صاحب کے پاس سے برآمد ہوا لہذا اولاً چار مقدمات تحریر کرکے پھر اسپر نظر و غور انشاء اللہ تعالے کی جاوے گی۔

---

* نوٹ کوئی صاحب لفظ القاء الشیطان کو بہ نسبت الہامات بابو صاحب کے خلاف تہذیب تصور نفرماویں کیونکہ خود بابو صاحب اپنے الہام مندرجہ صفحہ ۱۹ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی کی نسبت لکھتے ہیں کہ اس الہام پر آخر تمام روز توبہ و استغفار کرتا رہا کہ شیطان مجھپر غالب ہو گیا ہے انتہی بلفظہ والمرء یوخذ باقرارہ منہ

مقدمات اربعہ

مقدمہ اول - واضح خاطر ناظرین منصفین ہو کہ بابو صاحب کو نسبت حضرت اقدس مرزا صاحب کے حسب ذیل اقرارات ہیں - ہمہ وقت اشتغال دعوت اسلام مخالفین اسلام کے لیے - روانہ کرنا کئی ہزار اشتہارات تبلیغ اسلام کا ممالک دور و دراز میں - ادا کرنا حرجانہ کا مخالفین اسلام کو بصورت عدم تشفی معترضین کے - بحث و مباحثہ در بارہ اثبات معجزات شق القمر وغیرہا - اور تمام خدمات جانی و مالی برائے اسلام اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے وغیرہ وغیرہ من الاقرارات دیکھو باب اول فصل اول و دوم وغیرہ کو اور یہ بھی اقرار ہے کہ میں بھی ان کاموں میں انکا معاون رہا ہوں اور ص۳۲ سطر ۲۱ میں یہ بھی اقرار ہے کہ حضرت مرزا صاحب سے دعا کی درخواست بھی کرتا رہا ہوں اور ان کے تمام دعاوی اور دلائل دعاوی سے واقف اور خبردار ہوں دیکھو ص۱۲ فصل ۲ وغیرہ وغیرہ اور اپنی نسبت یہ بھی اقرار ہے ص۵ کہ عاجز و رفقاء عاجز سے نہ کوئی عالم ہے نہ مولوی نہ منطقی نہ فلسفی نہ دین سے کامل طور پر واقف و ماہر دیکھو ص۱۱ سطر ۱۲ اور یہ بھی اقرار ہے ص۹ کہ بسبب ضروری اور ملازمت پیشہ ہونے کے ربانی کاموں میں عدیم الفرصت ہوں ص۹ سطر ۶ اور یہ بھی اقرار ہے ص۱۳ کہ زمانہ الہامات میں سستی و کاہلی میں بھی گرفتار تھا حتی کہ صبح کی نماز قریباً ہمیشہ قضا ہو جاتی تھی اور قساوت قلبی بھی تھی - نماز ظہر کا دیر سے پڑھنا عادت تھی - مسجد میں نمازوں کا پڑھنا کبھی اتفاق سے ہو جاتا تھا دیکھو ص۳۲ وتلک عشرۃ کاملۃ - اور پھر فرماتے ہیں کہ مجھکو ایسے حالات میں یعنی حالت ارتکاب معاصی میں الہام کا ہونا اجتماع ضدین معلوم ہوتا تھا دیکھو ص۸۱ اور یہی وجہ بابو صاحب نے الہام قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی کو غلبہ شیطان سے سمجھا تھا دیکھو ص۱۹ وغیرہ وغیرہ ان اقرارات کے بیان کرنے سے میری یہ غرض نہیں ہے کہ بابو صاحب ترک فرائض و اوامر یا ارتکاب محرمات و نواہی میں اب تک مبتلا ہیں میرا مطلب اظہار ان اقرارات سے صرف یہ ہے کہ بابو صاحب اسوقت میں کہ ان معاصی میں بھی مبتلا تھے جنکے ارتکاب سے انسان شرع اسلام میں فاسق اور منافق ہو جاتا ہے تب بھی ملہم ہی تھے اور ان کو کثرت سے الہام ہوتے رہے ہیں کیونکہ ان کے الہامات کا زمانہ رمضان ۱۲۹۸ھ کے پہلے سے ہے جسکو مدت ۲۲ و ۲۳ برس سے زیادہ کی ہوگئی ہے - دیکھو ص۱ سطر ۵ کو - ناظرین کو معلوم ہوا ہوگا کہ بابو صاحب نے اس جمع کرنے ضدین سے ایک بڑا حملہ کیا ہے اسلام پر بلکہ تمام انبیاء و مرسلین کے الہاموں پر ناظرین ذرا غور کریں - اب میں ناظرین منصفین سے استفسار کرتا ہوں کہ آیا الہامات ربانی ایسے ہی قلوب مطہرہ پر وارد ہوا کرتے ہیں یا انپر القاءات شیطانی وارد ہوتے ہیں ہم اس سوال کا جواب مفصل قرآن مجید کی دو آیتوں میں یہ پاتے ہیں کہ هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ يُلْقُونَ السَّمْعَ وَأَكْثَرُهُمْ

ایضاً قال اللہ تعالیٰ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْہِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۰ وغیر ذلک من الآیات کیا قلب سلیم وطبع مستقیم ایسی ہی ہوتی ہے جو ترک صلوٰۃ وغیرہ کرے اور محل نزول ملائکہ بھی ہو کلا وحاشا پس کیونکر ہو سکتا ہے کہ بابو صاحب کے اُن الہامات کو جو مخالف اور مکذب الہامات حضرت اقدس کے ہیں ترجیح دیجاوے الہامات مقدسہ حضرت اقدس پر تلک اذا قسمۃ ضیزیٰ

مقدمہ ثانی ثانیاً عرض ہے کہ باوجود ارتکاب اُن معاصی کے جنکے ارتکاب سے آدمی شرع اسلام میں فاسق کہلاتا ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا ہم بابو صاحب کے اُن خیالات والہامات کو جو موافق کتاب سنت صحیحہ کے ہیں تسلیم کرتے ہیں کہ شاید من عند اللہ ہوں لیکن جو الہامات کہ نصوص بینہ صریحہ کے مخالف ہیں اُنکو ہم کیونکر تسلیم کر سکتے ہیں اور یہ قضیہ اُن کے نزدیک بھی مسلمات سے ہے کہ الہامات مخالف کتاب وسنت لائق تسلیم کے نہیں ہوتے اور نہ قابل حجت شرعی ہو سکتے ہیں لہٰذا ہماری نظر تفصیل کے ساتھ آپ کے اُنھیں الہامات وخیالات میں ہو گی جسکو حضرت اقدس مرزا صاحب کی مخالفت میں قرار دیا گیا ہے اور جسقدر بے تعلق مباحث کتاب کی ضخامت بڑھانیکے لیے آپنے لکھ مارے ہیں ہمکو اُن سے کچھ تعرض نہیں ہوگا من حسن اسلام المرء ترکہ ما لا یعنیہ آدمی کے اسلام کی خوبی یہی ہے کہ لایعنی باتوں کو ترک کرے اور یہ تسلیم بھی صرف آپکی خاطر سے ہے کیونکہ جبکہ آپنے اپنے فسق وفجور کا اعلان کتاب مطبوعہ میں شائع کر دیا تو پھر عدم قبول آپ کے خیالات میں ہم مجبور ہیں اور آپ جو لکھتے ہیں صـ۳ سـ۱ میں کہ حضرت مرزا صاحب نے محکو رسالہ ضرورۃ الامام میں تعریفی الفاظ سے یاد فرمایا ہے یعنی بے شر انسان متقی پرہیزگار۔ ایجناب بابو صاحب یہ الفاظ تو قبل آپکے اشتہار دینے ترک صلوٰۃ وفجور وغیرہ کے بطور حسن ظن کے لکھے گئے تھے لیکن غور تو فرمایئے کہ بعد اشاعت ایسے امور کے جنکی نسبت کتاب اللہ میں ہے ارایت الذی یکذب بالدین الیٰ فویل للمصلین الذین ہم عن صلوٰتہم ساہون اور حدیث میں ہے من ترک الصلوٰۃ متعمداً فقد کفر پھر ہم آپکی نسبت اب یہ الفاظ کیونکر استعمال کر سکتے ہیں۔

مقدمہ ثالث۔ ثالثاً عرض ہے کہ حضرت اقدس نے جو اپنے خط میں یہ تحریر فرمایا تھا کہ الہامات کے پہلے یہ قسم کھاویں کہ مجھے اللہ جل شانہ کی قسم ہے کہ جو الہامات ذیل میں لکھتا ہوں وہ درحقیقت خدا تعالیٰ کیطرف سے ہیں اور اگر اس تحریر میں میری طرف سے کوئی گستاخی یا جھوٹ یا افترا ہے تو خدا تعالیٰ اس افترا کا مجھے پاداش دے اس قسم کے مضمون کو آپ نے عذرات بارد سے ٹالدیا ہے اور حضرت اقدس کی اس شرط کی معافی فرمادینے سے آپ خوش بھی ہوئے ہیں اگرچہ حضرت اقدس نے اس شرط سے آپکو معاف کر دیا مگر اس آپکی لیت ولعل سے ناظرین منصفین تاڑ گئے ہوں گے کہ بالضرور کچھ نہ کچھ دال میں کالا ہے جو قسم کو ایسا ٹالا گیا

۱؎ بیشک جن لوگوں نے کہا کہ پروردگار ہمارا اللہ ہی ہے پھر انہوں نے اس قول پر استقامت اور ثبات اختیار کیا اُنپر فرشتے

اور کیونکر نہ ہو کہ جب خود بابو صاحب کو اپنے الہامات میں ایسے خدشے پیدا ہوے کہ بلحاظ اُنکی حالت کے اُنکو الہام ہونا اجتماع ضدین سے ہے یا شیطان اُنپر غالب ہو گیا ہے گو یہ خدشات بموجب اُنکے زعم کے بعد میں جاتے رہے ہوں لیکن جبکہ اُنھوں نے اپنے الہامات کی تحریر کے وقت قسم کھانے سے بالکل گریز کیا تو ہم کیونکر تسلیم کریں کہ بابو صاحب کو اپنے الہامات میں کوئی خدشہ باقی نرہا ہوگا بقول شخصے سو رتش ببیں و حالش مپرس جو مشہور ہے اور وہ جو قسم نہ کہانے میں آیت لَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ یعنی مت کرو اللہ کو نشانہ اپنی قسموں کیواسطے۔ پیش کرتے ہیں یہ سراسر بابو صاحب کی ناواقفی ہے تعلیم اسلام سے کلام الٰہی میں تو دنیوی مطالب کیلیے بڑے شان و اہتمام سے قسم کا کھانا اور دوسروں سے قسم کا لینا وارد ہوا ہے قال اللّٰہ تعالیٰ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِينَ الْوَصِيَّةِ اثْنَانِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنكُمْ أَوْ آخَرَانِ مِنْ غَيْرِكُمْ إِنْ أَنتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَأَصَابَتْكُم مُّصِيبَةُ الْمَوْتِ تَحْبِسُونَهُمَا مِن بَعْدِ الصَّلَاةِ فَيُقْسِمَانِ بِاللّٰهِ إِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِي بِهِ ثَمَنًا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ إِنَّا إِذًا لَّمِنَ الْآثِمِينَ فَإِنْ عُثِرَ عَلَىٰ أَنَّهُمَا اسْتَحَقَّا إِثْمًا فَآخَرَانِ يَقُومَانِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِينَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْأَوْلَيَانِ فَيُقْسِمَانِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَا أَحَقُّ مِن شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَا إِنَّا إِذًا لَّمِنَ الظَّالِمِينَ یعنی اے ایمان والو جب تم میں سے کسیکو موت آجاوے تو وصیت کرتے وقت دو معتبر آدمیونکی تم میں سے گواہی ہونی چاہیے یا مسلمانوں کے سوا دو گواہ غیر ہی ہوں اگر تم سفر کر رہے ہو اور مصیبت موت کی تمپر آپڑے اُن دونوں کو بعد نماز عصر کے روک کو پھر وہ دونوں اللہ کی قسم کھاویں اگر تمکو شک ہو کہ ہم اس کے بدلے میں کچھہ قیمت نہیں لیتے اگرچہ کوئی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو اور ہم گواہی خدا کو پوشیدہ نہ کرینگے ایسا کریں تو بیشک ہم گنہگار ہوں گے پس اگر معلوم ہو کہ دونوں گواہ گناہ جھوٹ کے مرتکب ہوے تو دوسرے دو گواہ کھڑے ہوں اُنکی جگہ قریبی رشتہ دار مظلوم کے اُن لوگوں میں سے جنکا حق دبانا چاہا تھا پھر یہ دونوں گواہ اللہ کی قسم کھاویں کہ ہم دونوں کی گواہی پہلے دونوں گواہوں سے زیادہ معتبر ہے اور ہمنے کچھہ زیادتی نہیں کی ایسا کیا ہو تو بیشک ہم ظالم ہیں۔ اور پھر اسطرح کی قسم کے لیے ارشاد ہوا کہ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَن يَأْتُوا بِالشَّهَادَةِ عَلَىٰ وَجْهِهَا أَوْ يَخَافُوا أَن تُرَدَّ أَيْمَانٌ بَعْدَ أَيْمَانِهِمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوا وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ یعنی یہ قسم نزدیک تر ہے اس کے کہ لوگ گواہی واقعی دیویں یا اُنکو خوف ہو کہ ہماری قسمیں اُنکی قسموں کے بعد رد کردیجاوینگی اور ڈرتے رہو اللہ سے اور سنو اسکے حکموں کو اور اللہ نافرمان اور فاسق لوگوں کو راہ راست نہیں دکھایا کرتا۔ پس غور کیا جاوے کہ اس

آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک متاع دنیوی اور فانی پر قسم اور حلف دلانیکی کسقدر تائید فرمائی ہے آیت کے جملوں پر غور کرو۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد نماز عصر کے حلف مندرجہ قرآن مجید لیا ہی تھا اسی لیے مفسرین لفظ بعد الصلوٰۃ کو مقید ساتھ بعد العصر کے تحریر کرتے ہیں جبکہ ان شرائط کے ساتھ یہ حلف لیا گیا تھا تو فرمایئے کہ قسم کا لینا اسلام کی تعلیم سے ہوا یا نہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ اکثر ساتھ الفاظ قسم یعنی وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ کے قسم کھایا کرتے تھے اور صحابہ کرام میں تو اکثر یہ عادت تھی کہ احادیث کی تصحیح اور تحقیق کے لیے قسم لیا کرتے تھے دیکھو حدیث لَا نورث ما ترکناہ صدقۃ کی تصحیح و تحقیق میں درمیان حضرت عمر و عباس و علی کے باہم کسقدر قسمیں لی گئیں ہیں اور حدیث کا ثبوت قسموں سے لیا گیا حالانکہ عدم میراث انبیا کا کوئی بڑا مسئلہ نہ تھا پھر اب فرمایئے کہ اسقدر عظیم الشان مسئلہ جسمیں ایک جہان کا جہان مخالف ہے تکفیر ہو رہی ہے قتل کے ارادے کیے جاتے ہیں عزت آبرو پر حملے ہوتے ہیں مولوی صاحبان نے ہم لوگوں کی ازواج اور مال کا بسطر جبر ہو سکے غصب کر لینا جائز قرار دیدیا ہے پھر ایسے عظیم الشان مسئلہ میں اگر حضرت اقدس نے واسطے قسم کی شرط لگائی تو کیا بیجا کیا اور آپ نے اس سے کیوں گریز کی اور آپ جو آیت لا تجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم کے ساتھ تمسک کرتے ہیں وہ تمسک سرتاپا غلط ہے آپنے یہاں پر اس پارہ آیت کو لکھکر لا تقربوا الصلوٰۃ پر عمل کیا ہے اور سیاق آیت کو بالکل ترک کر دیا ہے اب سنو قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰہَ عُرْضَۃً لِّاَیْمَانِکُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَیْنَ النَّاسِ، وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ یعنی اور اے مسلمانو اللہ تعالیٰ کو اپنی قسموں کے کھانے سے امر کار مانع اور مزاحم نہ ٹھیراؤ کہ لوگوں کے ساتھ نیکی کرنے اور پرہیزگاری اختیار کرنے اور لوگوں کی درمیان اصلاح کرا دینے میں اسکو ایک آڑ کرلو اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ یعنی ایسی بیہودہ قسمیں اللہ کے نام کیساتھ نکھاؤ کہ نکوئی کرنے اور پرہیزگاری رکھنے اور اصلاح بین الناس کیلیے اللہ کے نام کو آڑ کر لو۔ یعنی جیساکہ آدمی اکثر غصہ اور غضب میں ہو کر ان کاموں کے نہ کرنے کی قسم کھا لیتے ہیں جو شرعاً ممدوح یا موجب ثواب ہیں ایسی قسموں کی ممانعت البتہ فرمائی گئی ہے نہ ایسے مسئلہ عظیم الشان میں جس سے تمام دنیا میں درمیان مسلمانوں اور عیسائیوں کے شور و غل برپا ہو رہا ہے خیر کچھ آپکا قصور نہیں ہے کہ دینیات سے ہمکو دلچسپی نہیں ہے کیونکہ ہم ایک خلوت گزین ہیں سوائے اندیشہ مزدوری و ہمیشہ ملازمت کے تحصیل علوم دینیہ سے بیخبر ہیں لہذا آپ مجبور ہیں لیکن عدم علم سے آپ معذور نہیں ہو سکتے ولنعم ما قیل ؎ خیالات نادان خلوت نشیں ٭ بہم برکند عاقبت کفر و دیں ٭

مقدمہ چہارم ۔ رابعاً جبکہ بابو صاحب کے اجتہادات کا یہ حال ہے تو پھر کوئی عاقل کیونکر یقین نہیں کرسکتا ہے کہ بابو صاحب جن الہامات کو مخالف حضرت اقدس تصور کر رہے ہیں جیسا کہ مسرف کذاب یا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ وغیرہ وغیرہ جائز ہے کہ وہ الہامات خود اُنھیں کے حق میں وارد ہوے ہیں اور اس کی دو وجہ قوی یہ ہیں ۔ اولاً آنکہ خود اُن کے پیر و مرشد مولوی شیخ عبداللہ صاحب کو مکاشفات میں معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت مرزا صاحب ایک آسمانی نور ہیں لیکن انکی اولاد خواہ نسبی ہو یا معنوی اُس نور سے محروم رہے گی لہذا حکمت الٰہی مقتضی ہوئی کہ اُنکی اولاد میں سے ایک شخصکو بطور اتمام حجت کے بذریعہ الہام بھی مطلع کیا گیا کہ بمقابلہ اُس نور آسمانی کے منکر اُسکا مسرف کذاب ہے اور ایک نعمت جو واسطے تمام دنیا کے عطا کی گئی ہے اُس سے فائدہ نہ اُٹھانا اپنے اُس ولی نعمت کی ناشکری کرنی ہے جس کے قبضہ قدرت میں تصرفات و تغیرات عالم کے ہیں لہذا اس تغیر نعمت سے بذریعہ الہامات ممانعت فرمائی گئی اور یہ تو سنۃ اللہ ہے کہ وقت بعثت مامور من اللہ کے چہار طرف سے آواز حق آنے لگتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کیوقت میں توریت اور جمادات بھی بول اُٹھے تھے وجہ ثانی یہ ہے کہ چونکہ ایک مدت دراز تک بابو صاحب نے حضرت اقدس کی صحبت ظاہری اور معنوی یعنی کتب بینی سے فائدہ اُٹھایا تھا لہذا ان دونوں الہاموں سے اُنکو برائے اتمام حجت متنبہ کیا گیا لیکن بسبب قساوت قلبی اور غیظ و غضب جبلی کے بابو صاحب نے اپنے اجتہاد سے ان الہامات کو حضرت اقدس کیواسطے تصور کر لیا اس دعوی کے ثبوت کیلیے ادلہ شرعیہ موجود ہیں جو ہم آیندہ اس رسالہ میں انشاء اللہ تعالے بیان کرینگے یہاں پر صرف ایک دو ادلہ تحریر کیے دیتے ہیں دلیل اول ناظرین رسالہ کو دیکھنا چاہیے کہ اللہ تعالے نے مسرف کذاب کے بارہ میں کیا حکم ارشاد فرمایا ہے قال اللہ تعالے وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗۤ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ اس آیت سے بطور منصوص ثابت ہوتا ہے کہ ربی اللہ کہنے والے کے لیے ارادہ قتل بھی کیا گیا تھا۔ دیکھو یہ مسیح موعود بھی تمام دنیا کو مخاطب کرکر بآواز بلند کہہ رہا ہے کہ مسیح بن مریم میں خدائی صفات ثابت نہ کرو کہ اُسکو محیی یا حی بالذات کہ الآن کما کان کا مصداق ہو نہ گردانو اور عدم احتیاج طرف اکل و شرب کے جن سے تمام حوائج بشری لگ جاتے ہیں اُن کے لیے ثابت مت کرو اور کانا یاکلان الطعام پر ایمان لاؤ ۔ اور دوسرے یا جو تھے آسمان پر بجسدہ العنصری اُسکو نہ بٹھاؤ کہ کوئی بشر رسول اس جسد عنصری سے آسمانوں پر نہیں گیا هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا یعنی نہیں ہوں میں مگر ایک بشر رسول خدا کا فرمان قرآن مجید میں موجود ہے ۔ پھر ایسا خاصہ جو کسی بشر رسول میں بھی نہ پایا جاوے

اور اگر وہ جھوٹا ہے ہوگا تو اُس کے جھوٹ کا وبال اُسی پر پڑے گا اور اگر سچا ہووے تو ادنی درجہ یہ ہے کہ بعض وعید

اُس خاصہ کیساتھ مسیح عیسیٰ بن مریم کیونکر مختص ہو سکتا ہے وغیرہ وغیرہ لیکن اس قول پر ایک دنیا اُسکی مخالف ہوگئی اور اُس کے قتل کے لیے جان توڑ کوششیں کیں اور ابتک کر رہے ہیں اب بتاؤ کہ بموجب اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ اس قرن میں وہ رجل کون ہے جو ربی اللہ کہہ رہا ہے اور اُس کے مخالف کون ہیں جو تقتلون کے مصداق ہیں۔ پھر اب نشانات اور بینات کو دیکھو جس کا کچھ حصہ اندر کے ازلیا رو بنمونہ از خروار تمہید میں ہم لکھ آئے ہیں کوئی اُسکے مخالفوں میں ایسا ہے جو قد جاءکم بالبینت من ربکم کا مصداق ہو سوا اُس کے اور کوئی دکھائی نہیں دیتا ہم دیکھتے ہیں کہ روز بروز دن دونا اور رات چوگنا سلسلہ احمدیہ کی ترقی اور تائید ہوتی چلی جاتی ہے اور مخالفین ذلیل و خوار ہوتے جاتے ہیں اگر یہ مدعی کاذب ہوتا تو کیا بموجب ان یک کاذبا فعلیہ کذبہ کے کوئی وبال اُس کے کذب کا اُسپر نہ پڑتا اور اُلٹا صرف مخالفین ہی پر یہ وبال وقتاً فوقتاً پڑتا جاتا کیا اللہ تعالیٰ اپنے اس کلام پاک کو بھول گیا یا اُسکو قدرت نہ رہی کہ کاذب پر وبال کذب کو وارد کرے۔ پھر ہم نے یہ بھی دیکھ لیا کہ کل نہیں بعض ہی سہی مواعید پر وعید اُسکے مخالفوں پر واقع ہو چکے اور یصبکم بعض الذی یعدکم کا مصداق واقع ہو چکا لفظ بعض شاید اسواسطے ارشاد فرمایا گیا ہو کہ اگر بعض کج فہم اپنی کجی فہمی سے اُسکے کل وعید و نکو تسلیم نہ کریں تو بعض مواعید مثل پیشین گوئی لیکھرام وغیرہ کے تو ضرور ہی تسلیم کرینگے بغیر تسلیم چارہ نہیں پھر کیا مسرف کذاب کی یہی علامات ہوتی ہیں۔ پھر جن مقاصد کی اصلاح کیلیے یہ شخص اس قرن میں مبعوث ہوا ہے اُسکے تمام طرق اُسپر کھلتے جاتے ہیں اور تمام سبل کی ہدایت ہوتی چلی جاتی ہے مثلاً اب یکسر الصلیب اُس کے ہاتھ سے ایسا واقع ہوا ہے کہ جسطرح کوئی درخت بیخ و بنیاد سے اکھاڑ کر توڑ پھوڑ دیا جاوے کہ پھر کبھی سرسبز نہ ہو دیکھو ثبوت اور بینات قبر مسیح کے جو کشمیر سری نگر میں موجود ہو وغیرہ وغیرہ تو اے بابو صاحب کیا قرآن میں سچا ان اللہ لا یہدی من ہو مسرف کذاب کا ان اللہ یہدی من ہو مسرف کذاب چاہیے تھا نیوا تو جروا۔ پھر دیکھو اُسکی کتابیں کہ جنسے تمام حقائق اسلام کشف ہوتے چلے جاتے ہیں۔ پس قرآن مجید سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ جو اُسکے مخالف ہیں وہی مسرف کذاب ہیں۔ اور اگر آپ کہیں کہ حضرت مرزا صاحب بلحاظ صرف اموال کے مسرف کذاب ہیں کہ جھوٹے اشتہار دیکر لوگوں کے مال بطور چندہ لیکر بیجا اُڑاتے ہیں اور اُسکا حساب و کتاب کچھ نہیں رکھتے تو گذارش یہ ہے کہ لعنۃ اللہ علی الکذبین کیا آپ کو وہ حدیث نہیں پہونچی جو مسلم میں موجود ہے عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکون فی اخر الزمان خلیفۃ یقسم المال ولا یعدہ وفی روایۃ قال یکون فی اخر امتی خلیفۃ یحثی المال حثیا ولا یعدہ عدا رواہ مسلم اور چندوں کا اشتہار و ہمیں چلے آنا تو منجملہ تائیدات الٰہیہ کے ہے جو مسرف کذاب کے لیے ہرگز نصیب نہیں ہو سکتا۔ اور اسقدر تو آپ بھی قائل ہیں کہ استعداد لیاقت

فرصت چھاپہ خانہ آدمی کارکن اور سب اسباب و سامان موجود و مہیا ہیں دیکھو صہ ۹ سطر ۱۲ پھر مسرف کذاب کے لیے کیا ایسی ہی توفیقیں موجود ہوا کرتی ہیں پھر اب انصاف سے کہو کہ مسرف کذاب یہ شخص ہے یا وہ شخص جو بیچارہ بے بضاعت عدیم الفرصت بے سر و سامان بیمار یہ کم لیاقت ہو اور کوئی توفیق الٰہی اُس کے شامل حال نہ ہو دیکھو وہی صفحہ ۹ سطر ۱۴۔ اور پھر اُسپر علاوہ یہ کہ سب سامان اور اسباب موافق اُس کے الہامات اور پیشین گوئیوں کے واقع ہوتے ہیں والحمد للہ علی ذلک اب فرمائیے کہ الہام مسرف کذاب ان کے لیے ہوا یا کسی اور کے لیے۔ اب ہم دوسرے الہام کیطرف متوجہ ہوتے ہیں۔ یہ تو مسلم فریقین ہے کہ مامور من اللہ جس کام کے واسطے مبعوث ہوتا ہے جبتک اُس کام کی تکمیل نہ کر لے نہیں تھکتا اور نہیں ہارتا اور نہ دنیا سے اُٹھایا جاتا ہے اب دیکھو کہ اُسکی سعی اور کوشش میں کچھ تغیر آیا ہو تو سمجھلو کہ اُس کا حال بھی متغیر ہو جاویگا بلکہ اُسکا مامور من اللہ ہونا پھر ثابت نہ ہوگا اب آپ خود انصاف فرماویں کہ تا تشریف آوری آپ کے قادیان میں آپکے اقرارات سے ثابت ہے کہ حضرت اقدس اپنی تبلیغ سے نہیں تھکے بلکہ یہی تبلیغ آپ کے لیے موجب تغیر ہوگئی چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ موقع ملاقات گذشتہ پر مرزا صاحب نے عاجز و رفیق عاجز کو ایسا ناواقف و بیگانہ خیال فرمایا کہ اپنے دعاوی اور دلائل دعاوی کی تبلیغ شروع کر دی اور جبتک وہاں رہے آپ اُسمیں مصروف رہے انتہی بلفظہ صہ ۱۲ سطر ۱ ای بابو صاحب شرک صلیب پرستی کی بیخکنی کے لیے دو امر ہیں ایک تو مسیح ابن مریم کا وفات پا جانا اور دوسرا امر ہے مسیح موعود کا اسی اُمت میں سے ایک امام کا ہونا نہ کسی شخص کا آسمان پر سے اُترنا یہ دونوں امر لازم و ملزوم ہیں جو مستلزم ہیں کسر صلیب کو اور اس مسیح موعود کا بڑا فرض منصب یہی کسر صلیب ہے اور دیگر اصلاحیں اُس کے ضمن میں آجاتی ہیں کیونکہ صلیب پرستونکی سلطنت اکثر حصہ دنیا میں پائی جاتی ہے جسکی اصلاح مقصود اصلی ہے ؏ چوں کافر از ستم بپرستد مسیح را ۔ مجبوری خدا سرش کرہ ہم مرہم را۔ اگر حضرت اقدس نے اس موقعہ ملاقات میں یہ تبلیغ بھی فرمائی تو اس تبلیغ سے تو او ثبوت اُسکی حیت کا ہوا کیونکہ اُس نے خواہ اپنی فراست صادقہ سے یا کشف صحیح سے معلوم کر لیا کہ آپ کے دل میں ان دونوں امروں میں کچھ ریب و تردد واقع ہے جب ہی تو اُسکی تبلیغ میں مصروف رہے علاوہ یہ کہ اپنے فرض منصب کو ادا کیا پھر یہ نہیں کہ ان دونوں جزوں کے ادلہ قدیم ہی بیان ہوے ہوں جو پہلی کتابوں میں لکھی گئی ہیں بلکہ صدہا ادلہ وقتاً فوقتاً جدید پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں پھر اُسکی تبلیغ کیونکر نکیجاوے مجھکو بڑا تعجب ہے کہ اتنے امر سے آپکا مزاج کیوں متغیر ہوگیا اور یہ خیال بھی نہ کیا کہ خود مجھکو الہام ہو چکا ہے کہ **ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم** اس الہام سے تو صریح یہ ثابت ہوتا تھا کہ آپکی تنبیہ کے لیے اور نیز اتمام حجت کیواسطے اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ الہام وارد کیا ہے جس کے مصداق خود آپ ہی ہوگئے اور اُس حدیثوں کا بھی لحاظ نہ کیا جو حاشیہ صہ ۲ میں مذمت غیظ و غضب میں آپنے

تحریر فرمائی ہیں کہ ان الغضب من الشیطن وان الشیطان خلق من النار وانما یطفاء النار بالماء فاذا غضب احدکم فلیتوضاء (ابوداؤد) آخر تک ۔ آپکا یہ اجتہاد کیسا غلط ثابت ہوگیا پھر آپ اس الہام کا مصداق حضرت اقدس کو قرار دیتے ہیں تلک اذا قسمۃ ضیزیٰ یہ تو ایسا عکس القضیہ ہے کہ کبھی صادق ہی نہیں آسکتا ولنعم ما قیل ع ہنر بچشم عداوت بزرگتر عیب است ۔ ای بابو صاحب تغیر ہو آپ کو اور الزام دو حضرت اقدس کو ۔ پس ان دونوں الہاموں کا مصداق اگر آپ کا وجود ہے تو ہم اُن کو بسبب شہادت دینے واقعات کثیرہ کے تسلیم کرتے ہیں اور اگر آپ کے اجتہاد با الہام میں حضرت اقدس اُسکے مصداق ہیں تو بسبب صریح مخالف ہونے کتاب اللہ و سنت رسول اللہ اور واقعات صحیحہ کے بالکل رد و مردود کرتے ہیں دیکھو عصاء موسیٰ صـ سطر ۲۰ صدق اللہ تعالیٰ فینسخ اللہ ما یلقی الشیطٰن ثم یحکم اللہ اٰیاتہ اور الہام مندرجہ صـ بسم اللہ مجرٖیہا و مرسٰہا ان ربی لغفور رحیم جو آپ اپنی کتاب کیلیے سمجھتے ہیں یہ خیال بھی غلط ہے آپ کی ایک کتاب عصا کیطرف ضمیر مجریہا و مرسٰہا کیونکر راجع ہوسکتی ہے ہاں البتہ مرجع اس ضمیر کا وہی کتب کثیرہ اس مجدد و مہدی و مسیح موعود کی ہیں جو جمع کثرت اور منتہی الجموع تک پہنچی ہوئی ہیں کیونکہ جناب کے پیر تک کو اور نیز آپ کو تو کبھی سابق اس سے کوئی توفیق ایسی پیدا ہی نہیں ہوئی جو یہ خدمت ربانی بجالاتے خود آپ کا اقرار ہے کہ خاکسار و رفیق مددگار کو کبھی تحریر و تالیف کا موقع ہی نہیں پڑا نہ اس قسم کی کام کی مشق و مہارت و شوق ہے بلکہ ایسا شغل عاجز و رفقائے عاجز کی نسبت عادت و مذاق کے بالکل مخالف ہی دیکھو صلا سطر مرا یاد و ترا فراموش پھر اس اقرار کے ساتھ وہ اقرار بھی یاد کرو جو حضرت اقدس کی تصنیفات دینیہ اور خدمات اعلائی کلمۃ اللہ کی نسبت صـ میں کرچکے ہو اب یہ دونوں اقرار پیش نظر رکھکر اس الہام مذکور کے معنی سمجھو اور اگر کوئی کہے کہ یہ الہام نسبت اشاعت و تاخیر کتب حضرت مرزا صاحب کے بابو صاحب کو کیوں ہوا تو جواب یہی ہے کہ مولوی شیخ عبداللہ صاحب مرحوم کی اولاد نسبی اور معنوی کے اتمام حجت اور رفع اعتراض کے لیے صدق اللہ تعالیٰ فینسخ اللہ ما یلقی الشیطٰن ثم یحکم اللہ اٰیاتہ ۔ پس آپکا یہ الہام مذکور جواب اُس اعتراض کا ہے جو صـ ۹ میں در بارہ تاخیر براہین احمدیہ و سراج منیر و رسالہ قرآنی طاقتوں کا جلوہ گاہ اور منن الرحمٰن وغیرہ کے کیا تھا لہذا آپکو جواب ملا بسم اللہ مجریہا و مرسٰہا ان ربی لغفور رحیم دیکھو مرسٰہا کے لفظ میں آپ کے اعتراض کا رد مذکور ہے ۔ اور یہ جو آپ نے دعائے استخارہ پڑھی اور تعوذ کے لیے ادعیہ معوذات کا بھی ورد کیا وغیرہ وغیرہ لیکن بعد اسکے بھی آپکی کتاب معارف اسلامیہ سے بالکل عاری اور حقائق دینیہ سے محض خالی ایک بوستان خیال بن گئی اسکا سبب وہی ہے جو ایک مدت دراز کی تصدیق مع الدلائل و تکذیب بے تحقیق کے ساتھ ایک ادنیٰ بات کی سبب

سے انکار کردیا اور اپنی حالت کو ہی تغیر کردیا کیونکہ قانون الٰہی یہی ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسهم ۔ سأصرف عن آیاتی الذین یتکبرون فی الارض بغیر الحق وان یروا کل آیة لا یؤمنوا بها وان یروا سبیل الرشد لا یتخذوه سبیلا ۔ ذلک بانهم کذبوا بآیاتنا وکانوا عنها غافلین ۔ اگرچہ اس تمہید اور ان مقدمات دیباچہ میں آپ کی کل کتاب کا جواب شافی وکافی ہوگیا ہے مگر بپاس خاطر آپ کے چار دنا چار آپ کے خیالات فاسدہ کا جواب دیا جاتا ہے ۔ صفحہ ۱۵ فصل ۴ سطر ۹ میں آپ دعوی کرتے ہیں کہ اب تک کوئی ایسا موقع یاد نہیں کہ جسمیں مجھکو اپنے الہامات کی کچھہ بھی تاویل وغیرہ کرنیکی حاجت ہوئی کثرت سے تو پورے ہوگئے ۔ **اقول** ای بابو صاحب ایسی یادداشتوں کو آپکی کون قبول کرسکتا ہے ہاں البتہ اگر قبل سے اپنے الہاموں کو بذریعہ طبع شائع کرکر دنیا کو مطلع کرچکے ہوتے اور پھر وہ اسی طرح پر واقع ہوتے تو کوئی قبول بھی کرسکتا اپنے گھر میں خود بخود میاں مٹھو بننے سے کونسا نتیجہ حاصل ہوسکتا ہے اور اب تو آپ آپ ہی باقرار خود حدیث ان اللہ یؤید هذا الدین بالرجل الفاجر کا مصداق بن چکے ہیں دیکھو صفحہ ۱۲ سطر ۲ پھر آپ کے الہامات شائع شدہ کی بھی اہل علم کے نزدیک کوئی وقعت نہ رہی پس اس دعوی سے کیا فائدہ ۔ اور صفحہ ۱۹ فصل ۶ میں آپ دعوی کرتے ہیں کہ جب مجھکو چند آیتیں مثل قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی وغیرہ وغیرہ الہامات ہوئے تو اولاً توبہ واستغفار کرتا رہا اور اس الہام کو غالباً شیطانی سے سمجھا مگر بالآخر بسبب پورا ہونے وعدہ ہائے الہامیہ کے ایمان بڑھتا رہا اور ترقی کرتا رہا اور اب مجھکو یقین ہے کہ جبتک وہ خدمت جو مجھکو سپرد ہوئی ہے پوری نہو نبتک میں ہرگز نہ مرونگا
اقول ای ناظرین آپکو معلوم ہے کہ ایک موت تو جسمانی ہے جسکا حال ابھی تک نہیں معلوم کہ بابو صاحب کو کسوقت آگھیرے کیونکہ فقط دعوی بابو صاحب کا بلا ثبوت مقبول نہیں ہوسکتا دوسری موت روحانی ہے جسکا ذکر اللہ تعالیٰ نے آیت ذیل میں فرمایا ہے او من کان میتا فاحییناه وجعلنا له نورا یمشی به فی الناس کمن مثله فی الظلمات لیس بخارج منها کذلک زین للکفرین ما کانوا یعملون یہ موت تو آپ پر اسی وقت سے طاری ہوگئی جسوقت سے کہ آپ بعد فیضیاب ہونیکے اس نور آسمانی سے محروم ہوگئے جیسا کہ اسکا شفعہ آپکے پیر شیخ عبداللہ صاحب مرحوم کو ہوا تھا اور یہ عرض ومعروض ہماری آپکو ناگوار نگذرے کیونکہ آپ خود اپنی اس کتاب کے اخذ ومواخذہ کی نسبت فرماچکے ہیں کہ پھر سب سے آخر مثل خذ ما صفا ودع ما کدر تو ہر شخص کے لیے ہی موجود ہے دیکھو صفحہ ۱۳ سطر ۲ پھر فرماتے ہیں کہ ما کدر کو ہم کیونکر ناظرین کے روبرو پیش کریں بینوا توجروا ۔ فصل ۸ صفحہ ۲۰ سے صفحہ ۲۲ تک بابو صاحب نے وہ الہامات جو بنظم قرآنی انکو ہوئے تھے ذکر کیے ہیں مگر یہ انکی بڑی غلطی ہے کہ ان سب الہاموں کا مصداق انھوں نے اپنے تئیں قرار دیا ہے یہانپر ہم چند الہاموں میں گفتگو کرتے ہیں کہ انکے مصداق صرف حضرت اقدس مرزا صاحب ہی ہیں یا آپ جناب

ہاں بعض اُن الہاموں کے جنمیں سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تائید و نصرت کے لیے اشارہ پایا جاتا ہو اگر بابو صاحب بھی مہبط ہوں تو کوئی حرج نہیں کہ اللہ نے اتماماً للحجۃ اُنپر یہ سب الہامات وارد کیے ہیں اور ادلہ اُسکے انھیں کے مسلمات ہیں جو اپنی تشریحات میں اُنھوں نے بیان کیے ہیں ہم اولاً بعض اُن تشریحات کی تلخیص کرتے ہیں تاکہ یہ دعویٰ ہمارا خود اُن کے اقرارات ہی سے ثابت ہوجاوے دیکھو صہ۲۳ و ۲۴ (۱) صاحب الہام کو بعض قرآنی آیات جو الہام ہوتی ہیں اُس سے مقصود اعتبار ہوتا ہے لفظ اعتبار عبور سے ہے جسکے معنی گذر کرنا ہیں اور اصطلاحی معنے ایک امر میں نظر کرکے اُسکے ساتھ اور امور کو پہچاننا کما قال تعالیٰ اِنَّ فِی ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۔ وَاِنَّ فِی ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ (۲) اگر کسی آیت کو کوئی شخص اپنے پر وارد کرکے بطور اعتبار و عبرت اپنے لیے سمجھے تو کچھ مضائقہ نہیں (۳) از فوز الکبیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فن اعتبار را معتبر داشتہ اند و دراں راہ سلوک فرمودہ اند تا سنت باشد علماء امت را و فتح طریقہ باشد علوم موہوبہ ایشاں را اور یہ تشریحات کا سلسلہ صفحہ ۲۴ سے صفحہ ۲۸ تک ہے اب ہم بعد تحریر تلخیص تشریحات کے چند الہام بابو صاحب کے تحریر کرتے ہیں ایک الہام بابو صاحب کو یہ ہوا ہے ھُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ہم کہتے ہیں کہ اس الہام کے مصداق بابو صاحب ہرگز نہیں ہوسکتے کیونکہ بابو صاحب سے آجتک کوئی کام ربانی ایسا نہیں واقع ہوا جس سے دین حق کا اظہار و غلبہ تمام ادیان مخالفہ اسلام پر ظاہر ہوتا خود اُن کا اقرار موجود ہے کما مَرَّ بیانہ اور حضرت اقدس مرزا صاحب کی نسبت آپکے اقرارات مذکورہ بالا موجود ہیں کہ تمام اوقات اُن کے اعلائی کلمۃ اللہ میں بسر ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ اور نہ آیندہ کو بابو صاحب سے یہ اُمید ہے کہ کوئی کام ربانی اُنسے ایسا صادر ہوسکے جس سے یہ مقصود مندرجہ حاصل ہوں کیونکہ جبکہ مثلاً آپ مسیح ابن مریم میں صفات الوہیت خود ثابت کرتے ہیں کما مَرَّ بیانہ پھر فرمائے آپ عیسائیوں پر کیونکر غالب ہوسکیں گے اور بکسر الصلیب کا فرض منصب آپ کیونکر ادا کرسکیگے ہاں اگر آپ اس سلسلہ میں داخل ہوجاویں تو پھر غلبہ عیسائیوں پر بھی ہوسکتا ہے ۔ اور مثلاً مذہب سکھوں پر جو پنجاب یا ہندوستان میں بکثرت موجود ہیں انکے واسطے اتمام حجت کا طریق آپ کیا پیدا کرینگے کیونکہ اقوام سکھوں پر تو آجتک کسی نے کسیطرح حجۃ اسلام کا اتمام نہیں کیا تھا اگر کوئی کہے کہ ست بچن چھپ گیا ہے وہ ایک بڑا حربہ ہے اُسی سے بابو صاحب بھی سکھوں پر غالب ہوجاوینگے تو پھر یہاں آتش در کاسہ موجود ہے پھر اسی سلسلہ میں داخل ہونا پڑا غرضکہ اب کوئی چارہ نہیں رہا بجز اسکے کہ آپ اس سلسلہ وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ کے ساتھ تعلق پیدا کریں ۔ اور پھر ہم یہ کہتے ہیں کہ تمام مفسرین نے اپنی تفاسیر میں اس آیت کا مصداق مسیح موعود کو لکھا ہے اور آپ کا دعویٰ مسیح موعود کا ہے نہیں اور مسیح کا آنا اپنے سابق طرز بعثت پر نہ اسوقت میں کچھ مفید ہے اور نہ اُن کے آنیکی نسبت کوئی پیشین گوئی مخبر صادق کی موجود ہے اور آپ جانتے ہیں کہ اسوقت

ہیں اسقدر شعبدہ و طلسمات اور نیرنجات جاری ہو رہی ہے کہ اگر کوئی مثیل موسیٰ عصا کا اژدہا کر کے دکھلا بھی دے تو کسیکی نظر میں اُسکی کچھ وقعت نہ ہوگی کیونکہ اس کے نظائر عالم نیرنجات میں بہت سے پائے جاتے ہیں حضرت موسیٰ کا زمانہ اگرچہ سحر کا ہی زمانہ تھا مگر جو ترقی ان فنون سحریہ کی آجکل ہو رہی ہے وہ اُسوقت موجود نہیں تھی اسوقت میں تو حقائق علمیہ و دقائق قرآنیہ یا آسمانی نشان یا پیشین گوئیوں کی ضرورت ہے کیونکہ زمانہ علم اور عقل کی ترقی کا ہے۔ پس جبکہ یہ حال ہے تو پھر یہ آیت مذکورہ جو اُنکو الہام ہوئی ہے وہ صرف آپ پر اتمام حجت کے لیے ہوئی اور فن اعتبار کے آپ قائل ہی ہیں دیکھو تشریحات مسلمہ کو جس سے دعویٰ ہمارا ایک ثابت شدہ صداقت ہی پس ثابت ہوا کہ مصداق اس آیت کا سوائے مسیح موعود حضرت اقدس کے اور کوئی نہیں ہو سکتا وہو المطلوب۔ الہام دیگر انا کفیناک المستہزئین اے ناظرین واقعات شہادت دے رہے ہیں کہ بابو صاحب پر آجتک کسی جماعت نے استہزا اور ٹھٹھا نہیں کیا اور نہ آیندہ کو اُمید ہے کہ اُنپر ٹھٹھا کیا جاوے کیونکہ اُن کے خیالات اور عقائد تو وہی ہیں جو ایک جم غفیر کے ہیں نہ بابو صاحب نے سوائے ملہم ہونیکے کوئی دعویٰ مجددیت یا مہدویت یا مسیحیت کا کیا پھر ٹھٹھا کرنیوالا اُنپر کون ہوگا استہزا تو ہمیشہ سے مامورین مصلحین ہی کا ہوتا چلا آیا ہے قال اللہ تعالیٰ یٰحَسْرَۃً عَلَی الْعِبَادِ مَا یَاْتِیْہِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا کَانُوْا بِہٖ یَسْتَہْزِءُوْنَ تمام دنیا کے لوگوں نے حضرت اقدس کا ہی ٹھٹھا کیا ہے بلکہ ارادہائے قتل تک کی نوبت پہونچی جیسا کہ سبکو معلوم ہے اور پھر ان تمام حملوں سے اللہ تعالیٰ اُن کیلیے کافی ہو گیا اور مخالفین ہی ذلیل و خوار ہوئے پس الہام انا کفیناک المستہزئین کا مصداق بھی سواء حضرت اقدس کے اور کون ہو سکتا ہے لہذا بابو صاحب کی بڑی غلطی ہے کہ باوجود اقرارات فن اعتبار کے پھر بھی اسکا مصداق حضرت اقدس کو قرار نہ دیویں اور بابو صاحبکو اس آیت کی الہام ہونیمیں یہ سر ہے کہ جیسا کہ اُن کے پیر کو حضرت اقدس کا نور آسمانی ہونا مکاشفہ میں دکھلایا گیا اُن کے مریدہ کو بھی واسطے اتمام حجت کے یہ الہام ہوا تاکہ تظاہر ادلہ ہو جاوے مگر افسوس کہ باوجود ایسے تظاہر ادلہ کے بھی بابو صاحب بھی اپنے پیر کی پیشین گوئیکی مصداق ہی کہ میری اولاد اُس سے محروم رہیگی انا للہ و انا الیہ راجعون و انا بفراقہ لمحزونون یہ تو وہی مثل ہوئی کہ دیوے تلے اندھیرا۔ الہام دیگر انا فتحنا لک فتحا مبینا الی صراطا مستقیما بابو صاحب یہ الہام بھی آپکو بحق حضرت اقدس ہی ہوا ہے کلام مجید کی یہ ایک بڑی عجیب فصاحت اور بلاغت ہے کہ الہام تو ہوا آپکو اور مراد ہوں اُس سے حضرت اقدس دیکھو اپنی فن اعتبارات کی تشریحات کو ملاء روم کہتا ہے۔ بیت خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں ❁ گفتہ آید در حدیث دیگراں ❁ دوسرے غور کرنیکا مقام ہے کہ فتح مبین تو جب ہی واقع ہوتی ہے جبکہ کوئی جنگ عظیم الشان واقع ہو آپ بتلاویں تو سہی کہ بموجب اپنی اقرارات کے آپ خلوت گزین خدا دوری بدیں مدت اندیشہ عمیم الحضر

نہ عالم نہ مولوی نہ منطقی نہ فلسفی نہ دین سے کامل طور پر واقف و ماہر نہ اس قسم کے کام ربانی کی مشق و مہارت و شوق بلکہ ایسا شغل آپ اور آپکے رفقا کی نسبت عادت و مذاق کے بالکل مخالف وغیرہ وغیرہ پھر آپکی جنگ عظیم کس سے واقع ہوئی آیا قوم آریہ سے یا جہان کے عیسائیوں سے کوئی جنگ مقدس ہوئی یا قوم سکھ کیہتھ یا روافض یا خوارج یا موحدین یا نیچریوں یا برہموؤں یا دہریوں سے جسکا نتیجہ یہ ہوا ہو کہ فتح مبین آپکو حاصل ہوئی ہو یا آیندہ کو حاصل ہو پس اس جنگ کا مرد میدان تو وہی ہے جسکی نسبت آپ اسی کتاب میں اقرار کر چکے یاد کرو فصل اول و دوم صفحہ ۴ اکو پھر یاد و تیرا فراموش پھر دیکھو کہ ان تمام اقوام مذکورہ بالا پر اسکو وہ فتح مبین حاصل ہوئی ہے جسکی نسبت وہ خود با آواز بلند فرما رہا ہے ع چہ ہیبت ہا بدادند ایں جواں را ۞ کہ ناید کس بمیدان محمدؐ۔ اور یہ آیت انا فتحنا جو بوقت صلح حدیبیہ نازل ہوئی ہے وہ وقت بھی نہایت مشابہت رکھتا ہے اس مسیح موعود کے وقت سے کیونکہ زمانہ صلح حدیبیہ کا بظاہر بڑے بڑے سخت ابتلاؤں کا زمانہ تھا اور اس مجدد کا زمانہ بھی بسبب کثرت خلق دجالیہ و شدائد ابتلاءات کے مشابہت تامہ اسی زمانہ سے رکھتا ہے اور باوجود سخت ابتلاؤں کے فتوحات بینہ پیدا ہوتی چلی جاتی ہیں پس حسب بیان مذکورہ اس فتح مبین کے مصداق بھی اس قرن میں حضرت اقدس ہی ٹھیرے لاغیر مگر افسوس کہ آپنے فن اعتبار کی تشریحات کر کر بھی کوئی فائدہ نہ پایا بابو صاحب میری عرض و معروض آپ پر ناگوار نہ گذری آپکا سارٹیفکٹ میرے پاس موجود ہے خذ ما صفا ودع ما کدر والحمد للہ الذی ینسخ ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ ایاتہ۔ الہام دیگر قل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا نقذف بالحق علے الباطل فیدمغہ یہ الہام بھی اسی مسیح موعود کی مجیئت کیواسطے ہوا ہے کیونکہ بموجب آپکے اقرارات کے ظاہر ہے کہ آپ سے تو آجتک کسی طرح رفع وضع الباطل واقع ہوا ہی نہیں اور حضرت اقدس کی نسبت بھی آپکا اقرار وقت تالیف کتاب تک موجود ہے کہ اُن کا شغل سواء اعلاء کلمۃ اللہ کے اور کچھ نہیں اور دعوی مجددیت معہ دعوی مہدویت و مسیحیت بھی انھیں کا دعوی ہے نہ آپ کا جسکے اثبات کیلیے صدہا نشانات و آیات الٰہیہ موجود ہیں وکاین من ایۃ فی السموات والارض یمرون علیھا وھم عنھا معرضون پس مضمون الہام یعنی مجیئت حق و زہوق باطل اور دمغ الباطل بجز حضرت اقدس ع کے اور کسپر صادق آسکتا ہے کیونکہ امر الحق تو وہی ہوتا ہے جو دلائل عقلیہ و نقلیہ سے بخوبی ثابت ہو نہ وہ امر کہ جس کے ثبوت میں کسیطرحکا ریب و تردد واقع ہو آپکو تو اپنے الہامات میں ہی ابھی تک شک و ریب رفع نہیں ہوا پھر خفتہ را خفتہ کے کند بیدار مثل مشہور ہے پھر دیکھو کہ بابو صاحب اپنے الہاموں کے مشکوک ہونیکے واسطے مدارج السالکین کی عبارت کو سند اپنی پیش کرتے ہیں وھو ہذا والعصمۃ منتفیۃ الا عن الرسل ومجموع الامۃ فمن این للمخاطب

ان هذا الخطاب رحمانی او ملکی بای برهان او بای دلیل والشیطان یقذف فی النفس وحید ویلقی فی السمع خطابه فیقول المعزور المخدوع قیل لی وخوطبت وصدقت ولکن الشیطان سعی فی القائه للمخاطب وقد قال عمر بن الخطاب لغیلان بن سلمة وهو من الصحابة لما طلق نسائه وقسم ماله بین بنیه انی لاظن الشیطان فیما یسترق من السمع سمع لموتك فقذفه فی نفسك انتهی اس بیان سے ثابت ہی کہ بابو صاحب اپنے الہاموں کو یقینی اور قطعی نہیں سمجھتے بلکہ ظنی یا شکی جانتے ہیں وَاِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا اگر کوئی کہے کہ مطلق الہام خواہ بابو صاحب کا ہو یا حضرت اقدس کا عبارت مذکورہ سے دونوں کا ظنی اور شکی ہونا معلوم ہوتا ہے پس حضرت اقدس کے الہاموں کو دوسرے کے الہاموں پر کیا ترجیح، تو واضح ہو کہ عبارت مدارج السالکین ہی سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ الہامات میں عصمت عن الخطا برہان اور دلیل سے حاصل ہو سکتی ہے اور یہیں وجہ الہامات وکشوف بلکہ رویا بھی مرسلین اور انبیا کے حجت قطعی ہوتے ہیں کیونکہ ان کی رسالت اور بعثت پر براہین اور ادلہ قائم ہو جاتی ہیں علی ہذا القیاس جو ان کے متبعین واسطے دعوت علی وجہ البصیرة کے مامور ہوتے ہیں ان کے الہامات وکشوف بلکہ رویا بھی قطعی حجت ہو جاتے ہیں ورنہ پھر دعوت علی وجہ البصیرة کیونکر حاصل ہو سکتی ہے حالانکہ قرآن مجید میں وارد ہے کہ حسب طریق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علی وجہ البصیرة دعوت الی اللہ فرمائی اسی بصیرة کے ساتھ ان کے متبعین میں سے بھی کوئی نہ کوئی داعی بالضرور پیدا ہوگا کما قال اللہ تعالیٰ قل هذه سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرة انا ومن اتبعنی وسبحان اللہ وما انا من المشرکین اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جو شخص کسی امر میں خود متردد اور شاک ہو وہ اس امر کی طرف علی وجہ البصیرة کیونکر دعوت کر سکتا ہے اور پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ حضرت اقدس کا مسیح موعود اور مہدی معہود ہونا ادلہ قطعیہ یقینیہ اور نشانات آسمانی سے ثابت ہو چکا ہے صدہا نشان آسمانی خود انکی ذات اقدس سے صادر ہو چکے ہیں اور آپ بھی انہیں ادلہ اور نشانوں کی وجہ سے چار و ناچار معاون اور شریک رہتے تھے کما مرّ سابقاً پس جبکہ اس مامور من اللہ کی بعثت ادلہ قطعیہ یقینیہ سے ثابت ہو چکی ہے تو اسکے الہامات جن پر اسکو اصرار ہے وہ بھی قطعی و یقینی ہونے ضروری ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اس کے الہامات میں وہ شوکت و جلال ہے جو متردد اور شاک کے الہام و کلام میں ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا پس کیا ہی امر مابہ الامتیاز در فارق بین الحق والباطل نہیں ہو سکتا بالضرور فارق ہے پس یہاں سے وہ مسئلہ متکلمین کا بھی درست اور ٹھیک رہا کہ الہام حجت شرعی نہیں ہے یعنی نفس الہام بغیر ثبوت عن الحجت والبرہان حجت شرعی نہیں لیکن داعی علی وجہ البصیرة کے پاس تو صدہا حجج اور براہین موجود ہوتے ہیں پس اسکے الہام کا حجت شرعی نہ ہونا چہ معنی دارد جس الہام پر وہ مامور من اللہ اور داعی علی وجہ البصیرة اصرار کرے وہ بالضرور حجت شرعی ہے اور اسکا

مخالف کتاب و سنت کے ہونا ممکن ہی نہیں اور پھر دیکھو کہ آیت ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ میں جو ہم بیان کرتے ہیں کہ اسکا مصداق بھی وہی مسیح موعود ہے اس آیت میں بھی لفظ الحق کا اسی پیرایہ میں لایا گیا ہے کہ جبتک کوئی امر نشانات آلٰہیہ و ادلہ یقینیہ سے ثابت نہو تب تک وہ امر الحق نہیں ہو سکتا آیت کے سیاق میں جو کفیٰ باللہ شہیدًا واقع ہوا ہے اسمیں ایک اشارہ لطیف اسبات کیطرف ہے کہ نشانات آسمانی سے اُس مسیح موعود کی تصدیق کیجاویگی کیونکہ اللہ تعالیٰ کی گواہی بجز اس کے اور کیا ہو سکتی ہے کہ کسی مامور من اللہ کے لیے کوئی ایسا نشان بطور اعجاز کے صادر ہو جو قدرت بشر سے باہر ہے جیسا کہ کسوف و خسوف کا اجتماع ماہ رمضان شریف ۱۳۱۱ھ میں جو کبھی کسی مامور من اللہ کی تصدیق کے واسطے ابتدائے خلقت زمین و آسمان سے صادر نہیں ہوا پس اس سب بیان سے بطور حصر کے قطعًا ثابت ہوا کہ اس الہام کا مصداق اس زمانہ میں بجز حضرت اقدس کے اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا فبطل مدعاہ وثبت مطلوبنا۔ صدق اللہ تعالیٰ فینسخ اللہ ما یلقی الشیطٰن ثم یحکم اللہ ایاتہ۔

الہام دیگر انا اعطینٰک الکوثر الخ الیس اللہ بکاف عبدہٗ حضرت اقدس کا یہ الہام تخمینًا ۲۷ برس کا ہے جو بمنزلہ علم کے نگینہ انگشتری پر ۲۷ برس سے ہی کندہ ہوا ہے اور بوقت وفات والد مرحوم حضرت اقدس کے یہ الہام اُسوقت میں ہوا تھا کہ بنظر بشریت کے کچھ تفکر بطور حدیث نفس کے لاحق ہوا وہ انگشتری جسپر یہ الہام کندہ ہے آپنے بھی ضرور ملاحظہ کی ہو گی اور مدت ۲۷ برس سے وہ پورا ابھی ہو رہا ہے اور آپ بھی اسقدر تو تسلیم کرتے ہیں کہ مریدان و حاشیہ نشینان و آمدنہائے چندہ اب کثرت سے ہو گئی ہے اب آپ ہی انصاف فرمائیے کہ مصداق انا اعطینٰک الکوثر کا وہ شخص ہو سکتا ہے جو مزدوری پیشہ ملازمت اندیشہ ربانی کاموں میں عدیم الفرصت وغیرہ وغیرہ ہو یا اُسکا مصداق وہ شخص ہے جو ہمہ تن اعلاء کلمۃ اللہ میں مصروف ہو اور تمام ملک دور و دراز میں ہزارہا اشتہارات و رسالجات تبلیغ اسلام کے لیے شائع کر چکا ہو اور اس مدت ۲۷ برس میں آج تک نہ ہارا ہو نہ تھکا ہو حتی کہ آپ ہی تبلیغ کیوجہ سے متغیر و منقبض ہو جاویں بینوا توجروا واضح ہو کہ میدان حشر میں تو حوض کوثر وہی ہے جسکی نسبت احادیث میں وارد ہوا ہے کہ پانی اُسکا دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے وغیرہ وغیرہ جو کوئی اُسکا پانی ایکدفعہ پیے گا وہ کبھی پیاسا نہ ہو گا لیکن استفسار یہ ہے کہ دنیا میں وہ کیا چیز تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام عظمت و جلال سے عطا ہوئی جسمیں ایسی خیر کثیر ہو کہ قیامت تک تو منقطع نہو اور اُسمیں ایسے انوار ہوں جو دودھ سے زیادہ سفید ہو اور لذت میں شہد سے زیادہ شیریں ہو جو کوئی اُس چشمہ سے پانی پیے دوسرے کسی نالے ندی کا محتاج نہو وغیرہ وغیرہ اس سوال کا جواب تو ہم یہی پاتے ہیں کہ حسبنا کتاب اللہ اب اس صدی میں واقعات نے بھی بذریعہ اس مسیح موعود کے شہادت دیدی ہے کہ وہ دنیا کا حوض کوثر یہی قرآن مجید ہے اور اس حوض کوثر کا ساقی کون شخص ہے اُسکا جواب بھی بعد استقراء تام ہمکو یہی ثابت ہوا ہے کہ ساقی اس حوض کوثر کا بھی وہی مجدد ہے جو دعویٰ مہدویت

اور مسیحیت کر رہا ہے جس کے دعوی کی آسمان و زمین شہادت دے رہے ہیں **شعر** آسمان بارد نشان الوقت میگوید زمین ؎ این دو شاہد از پے تصدیق او استادہ اند ؎ قرآن مجید کے حقائق اور معارف ایسے ظاہر ہو رہے ہیں جو نورانیت میں دودھ سے زیادہ سفید ہیں لذت میں شہد سے زیادہ شیریں ہیں اور لینت اور لطافت میں مسکہ سے زیادہ لطیف اور لین تر ہیں۔ جو اہل مذاق ان لذات سے لذۃ یاب اور سیراب ہوتا ہے وہ کسی دوسرے گدے پانیکیطرف رخ بھی نہیں کرتا صدق اللہ تعالی ولقد اتیناک سبعاً من المثانی والقران العظیم لا تمدن عینیك الی ما متعنا به ازواجا منھم ولا تحزن علیھم واخفض جناحك للمومنین قرآن مجید نے خود ثابت کر دیا کہ دنیا کا وہ حوض کوثر جسکی صفات مذکورہ بالا ہیں یہی قرآن مجید ہے اور واقعات و نشانات اس صدی نے کامل شہادت دیدی کہ اُسکا ساقی بھی یہی مسیح موعود ہے پس صادق آیا وہ شعر جو ایکمدت دراز سے اُسکی زبان سے نکلا تھا

ایں آتشے کہ دامن آخر زماں بسوخت ؎ از مہر چارہ اش بخدا مہر کوثرم

پس اس الہام کی نسبت جو آپ کا خیال ہے وہ محض غلط ثابت ہوا والحمد للہ الذی ینسخ ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ ایاتہ ۔ صلا میں آپ خود لکھتے ہیں (اس ذات پاک تعالی وتقدس وراء الورلسکے کلمات طیبات والہامات واسرار وغوامض حسب فحوای قرآن مجید جسکا عاجز کو الہام بھی ہو چکا ہے قل لو کان البحر مدادا لکلمت ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولو جئنا بمثلہ مدداً (تم الہامہ) ولو ان ما فی الارض من شجرۃ اقلام والبحر یمدہ من بعدہ سبعۃ ابحر ما نفدت کلمات اللہ ان اللہ عزیز حکیم کے بیحد و بے نہایت ہونیکے علاوہ لطیف در لطیف وعمیق در عمیق بھی ہیں جیسا وہ خود لطیف خبیر ہے الخ انتہی بلفظہ۔

الہام دیگر یا احمد بارک اللہ فیك ان وعد اللہ حق کذلك وعد اللہ ذلك ایات اللہ نتلوھا علیك بالحق اس قسم کے جملہ الہامات اور الہامات مذکورہ بالا (اگر تسلیم کیا جاوے کہ آپکو ہوتے ہیں) حضرت اقدس کے لیے ہی ہیں کیونکہ احمد آپ ہی کا نام ہے اور براہین احمدیہ میں مدت ۲۰-۲۲ سال سے باسم احمد آپ ہی کو مخاطب اللہ مخاطب کیا گیا ہے اور اسیقدر مدت سے تمام دنیا میں آپ کا یہ نام شائع ہو چکا ہے اور کل الہامات حضرت اقدس کے خوب شائع ہو چکے ہیں اُنکو کسی طرح کا شک و تردد بھی نہیں بلکہ علے وجہ البصیرۃ یقیناً اور قطعاً من عند اللہ سمجھے گئے ہیں جس کے لیے شہادۃ اللہ بکثرت موجود ہیں بخلاف بابو صاحب کے کہ اُنکو اس الہام میں بھی شک و تردد تھا چنانچہ وہ اقرار کرتے ہیں (کہ ہر ایکدفعہ خیال آیا کہ مجھسے تو کچھ کام اور خدمت نہیں ہوئی اور دوسرے عمدہ وعالی شان کام میں مصروف ہیں، مجھکو ایسا مرتبہ کیونکر مل سکتا ہے۔ انتہی بلفظہ دیکھو صلا) لہذا بابو صاحب اس الہام کے مصداق ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتے۔ اور آگے اسکے جو بابو صاحب لکھتے ہیں اسکا جواب ملا نرفع درجات من نشاء ان

الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیہم۔ نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون
اس جواب کو جو بابو صاحب نے اپنے واسطے خیال کر لیا ہے یہ محض ایقاء شیطانی ہے کیونکہ یہ سنت اللہ ہے کہ بوقت بعثت
ماموریں و مرسلین کے اُن کے مخالفوں کو اس قسم کے ایقاء ہوتے رہتے ہیں قال اللہ تعالیٰ وکذلک جعلنا
لکل نبی عدوا شیاطین الانس والجن یوحی بعضہم الی بعض زخرف القول غرورا۔ ایضاً
قال اللہ تعالیٰ وان الشیاطین لیوحون الی اولیائہم لیجادلوکم وان اطعتموہم انکم
لمشرکون۔ اچھا ہم بابو صاحب سے دریافت کرتے ہیں کہ مضمون ہر دو الہام میں چند امور ہیں۔ برکات الٰہیہ کا نزول
الحق کے ساتھ جسمیں کسی طرح کا شک و شبہ نہ ہو اور دلائل عقلیہ و نقلیہ سے اُسکا ثبوت واضح ہو جاوے اور رفع درجات
دینیہ و دنیویہ اور دنیا کے لوگوں کا بیعت میں داخل ہونا اس شان سے کہ مراد اور مرید دونوں کو غلبہ اور فوقیت
حاصل ہو اور قرآن مجید کی حفاظت اور ذب اُن وساوس سے جو مخالفین اسلام اس صدی میں اسلام اور قرآن
مجید پر کر رہے ہیں اب فرمایئے کہ ان امور اربعہ متناسبہ میں سے آپکیلئے کونسا امر حاصل ہوا ہے برکات کا تو یہ حال
ہے کہ وہی پیشہ مزدوری اور عدیم الفرصتی کار ہائے ربانی سے ابھی تک آپکے گلے کا ہار ہے رفع درجات کا تو ذکر
ہی کیا ہے وہ آیات الٰہیہ اور نشانات سماویہ جو اس مسیح موعود کیلئے اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین میں پیدا کیے تھے
اور اُنکی تصدیق بھی آپ کر چکے تھے اب اُنکی تکذیب کرنے لگے آیات اللہ کی تکذیب سے تو ضد رفع یعنی اخلد الی
الارض مترتب ہوتا ہے نہ رفع قال اللہ تعالیٰ واتل علیہم نبأ الذی اٰتیناہ اٰیاتنا فانسلخ منہا
فاتبعہ الشیطان فکان من الغاوین ولو شئنا لرفعناہ بہا ولکنہ اخلد الی الارض واتبع ہواہ
الی قولہ تعالیٰ ذلک مثل القوم الذین کذبوا بآیاتنا فاقصص القصص لعلہم یتفکرون ساء
مثلا القوم الذین کذبوا بآیاتنا وانفسہم کانوا یظلمون ٥ اگر اس آیت کا مصداق ہونا آپ تسلیم
نہ کریں تو ادلہ شرعیہ کے ساتھ اُن آیات کی تکذیب کرنی آپ پر ضروری ہے جنکی آپ تصدیق کر چکے تھے۔ ورنہ بالضرور
آپ آیۃ بالا کے مصداق ہیں۔ اور پھر یہ بھی بیان فرما دیں کہ آپنے کسقدر لوگوں کو بذریعہ بیعت کے معاصی اور نواہی
سے توبہ کرا کر اپنے سلسلہ میں داخل کیا کیونکہ یہ الفاظ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ وغیرہ کلام الٰہی
یا الہامی میں لغو طور پر تو درج ہو ہی نہیں سکتے اور امر چہارم کی نسبت بھی ارشاد ہو کہ قرآن مجید کے معارف اور
حقائق سے آپنے مخالفین اسلام آریہ وغیرہ کو کیا کیا جواب دیکر ایسا ساکت کیا جو اُن پر اتمام حجت ہو سکی پس ثابت
ہوا کہ اس الہام کا مصداق بھی سوا حضرت اقدس کے اس قرن میں کوئی نہیں ہو سکتا کیونکہ امور اربعہ مذکورہ
میں اُنکی وہ ترقی ہوئی اور ہوتی چلی جاتی ہے جسکو خارق عادت سے تعبیر کرنا ضروری ہے وہو المطلوب
الحمد للہ الذی ینسخ ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ آیاتہ
الہام دیگر جو چاہو سو لے گا۔ بابو صاحب یہ الہام نصوص قرآنیہ کے سراسر مخالف ہے صداقت ثابت شدہ
کو چھوڑ کر اپنے ظن اور ہوائے نفس کی پیروی کرنا اور پھر بھی ایسا الہام ہونا قال اللہ تعالیٰ ان یتبعون

الا الظن وما تھوی الانفس ولقد جاءھم من ربھم الھدیٰ ۔ ام للانسان ما تمنیٰ ۔ اور اگر
اس صداقت کی تکذیب کرتے ہو تو جو جو اسکی شہادات عینیہ اللہ اور بینات ہیں جنکو آپ تسلیم بھی کر چکے تھے انکی تکذیب
مع الدلائل کرو اور یاد رکھو کہ نص مذکورہ بآواز بلند کہہ رہی ہے کہ شہادۃ اللہ کی تکذیب اسطرح پر ہرگز نہیں
ہوسکتی کہ آپ کوئی امر اپنی ہوائے نفس کے خلاف دیکھکر متغیر ہو جاویں اور یہ تمام الہامات اگر آپکو ہوئے ہیں
تو صرف آپکی تنبیہ کے لیے اور اتمام حجت کیواسطے مگر افسوس کہ آپ پھر بھی متنبہ نہیں ہوتے باوجودیکہ اللہ
تعالیٰ آپکے تمام ظنون کا تار و پود اُدھیڑتا چلا جاتا ہے والحمد للہ الذی ینسخ ما یلقی الشیطان
ثم یحکم اللہ ایاتہ ۔ الہام دیگر یا قومنا اجیبوا داعی اللہ واستبشروا ببیعکم الذی
بایعتم ان اللہ بما تعملون بصیر ۔ یہ الہام بابو صاحب پر اللہ تعالے کی ایک بڑی حجت ہے کیونکہ
ظاہر ہے کہ بابو صاحب ابھی تک حسب اقرار خود داعی الی اللہ یعنی مجدد یا مہدی و مسیح موعود نہیں ہیں ورنہ بیان
فرمادیں کہ انھوں نے کن مخالفین اسلام کی دعوت فرمائی اگرچہ بابو صاحب نے اپنی کتاب کا نام عصاء موسیٰ
رکھا مگر کوئی مناسبت دینی اور مشابہت اسلامی اپنے ساتھ حضرت موسیٰ کی بھی بیان نہیں فرمائی ہاں صرف
اسقدر مشابہت ص۳۰ میں ارشاد فرمائی ہے کہ میں عمر خوردسالی میں دریا میں ڈوب گیا تھا چنانچہ وہ لکھتے
ہیں دلیکن اسقدر مشابہت و مناسبت تو عاجز کو معلوم ہے کہ جسطرح سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا نام دریا سے
نکلنے پر موسیٰ رکھا گیا تھا جیسا کہ تفسیر معالم التنزیل میں ہے فقالت اسیۃ قد سمیتہ موسیٰ لانا
وجدناہ فی الماء والشجر فمو الماء وسیٰ ھو الشجر انتہیٰ ایسا ہی تیسیر القرآن میں ہے کہ
موسیٰ نام رکھا اسواسطے کہ قبطی زبان میں مو پانی کو کہتے ہیں اور سا درخت کو اسی طرح یہ عاجز بھی خوردسالی میں
دریا میں ڈوب کر اور پھر چوب کے ساتھ اٹک کر نکلا ہوا ہے واللہ اعلم بالصواب ۔ اے بابو صاحب خواہ
آپ خوردسالی میں ڈوبے ہوں یا جوانی میں ڈوبے ہوں ہمیں اس سے تو کچھ غرض نہیں مگر یہ تو فرمایئے
کہ حضرت موسیٰ کب دریا میں ڈوبے تھے قرآن مجید میں تو صرف اسقدر مذکور ہے کہ انکی ماں نے انھیں
صندوق میں رکھکر وہ صندوق دریا میں ڈالدیا تھا اور دریا نے آخرکار کنارہ پر پہنچا دیا تھا قال اللہ
اذ اوحینا الی امک ما یوحیٰ ان اقذفیہ فی التابوت فاقذفیہ فی الیم فلیلقہ
الیم بالساحل یاخذہ عدو لی وعدو لہ الآیہ قرآن مجید میں حضرت موسیٰ کا ڈوب جانا دوسری
جگہ بھی کہیں مذکور نہیں بلکہ آل فرعون کا ڈوب جانا چند جگہ پر مذکور ہوا ہے کما قال تعالیٰ واغرقنا
آل فرعون اور نیز آپنے جو عبارت نقل فرمائی ہے اُسکے لفظ سے بھی یہ بات نہیں نکلتی کہ حضرت موسیٰ دریا میں ڈوبے
انکا ڈوب جانا ثابت نہیں ہوتا اگر ایسا ہی ڈوبنا ہے تو جسقدر آدمی جہازوں میں بیٹھکر کنارہ دریا پر پہنچ
جاتے ہیں سب کی نسبت کہا جاوے کہ وہ سب ڈوب کر دریا سے نکلے وھل ھذا الا سفسطۃ محضۃ
ہاں قبطیوں کا ڈوب جانا قرآن مجید سے بھی ثابت ہے اور کتب تحقیق اور کتب سیر اسلامیہ سے بھی

ایک ثابت شدہ صداقت ہی ہے پس اس سے تو ثابت ہوا کہ اگر آپ کو ڈوب جانے میں ہی مشابہت منظور ہے تو آل فرعون اور قبطیوں کے ساتھ بالضرور مشابہت ہو سکتی ہے مگر قصور معاف ہو کہ یہ وجہ مشابہت آپ ہی کی ایجاد ہے ہاں مشبہ بہ آپنے بیان فرمایا تھا اُسمیں تو وہ وجہ شبہ پائی نہیں جاتی تھی لہذا دوسرا مشبہ بہ جسمیں وجہ شبہ بخوبی پائی جاتی ہے آپ کی خواہش کے بموجب خاکسار نے پیش کر دیا ہے پھر اندریصورت آپکو جبکہ حضرت موسیٰ سے کوئی بھی مشابہت نہیں تو پھر آپ داعی الی اللہ کیونکر ہو سکتے ہیں کیونکہ آل فرعون تو داعی الی اللہ نہیں تھی بلکہ وہ تو داعی الی الشیطان تھی اور حضرت اقدس کی نسبت تا تالیف کتاب آپ مقر ہیں کہ دعوت اسلام کے لیے ہزارہا اشتہارات و رسالجات ممالک دور و دراز میں اراکین قوموں کو روانہ کر چکے ہیں پس اس الہام کے مصداق بھی حضرت اقدس ہی رہے لہذا آپکو بھی بتاکید یہ امر ہے کہ اجیبوا داعی اللہ افسوس کہ باوجود اسقدر تنبیہات کے اگر آپ پھر بھی نہ سمجھیں تو اسکا کیا علاج۔ فسبحان الذی ینسخ ما یلقی الشیطٰن ثم یحکم اللہ ایاتہ اب بھی وقت ہے آیات اللہ کی تصدیق کے بعد تکذیب مت کرو قرآن مجید کی اس آیت پر نظر کرو کیف کان عاقبۃ المکذبین اور اس الہام کے جملہ فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم سے جو صفحہ ۴۳ فصل ۱۴ میں آپنے سمجھا ہے کہ اس سے بیعت اول شیخ عبداللہ صاحب غزنوی رحمۃ اللہ علیہ والی مراد ہے الخ یہ اجتہاد آپکا بالکل مردود ہو گیا کیونکہ جبکہ حضرت شیخ عبداللہ صاحب مرحوم نے گو متقی اور پرہیزگار تھے اور صاحب الہام بھی تھے مگر غیر اقوام یورپ و امریکہ وغیرہ کے لیے دعوت الی الاسلام انھوں نے بھی نہیں کی اور وہ بھی اسی نور آسمانی کا حوالہ دیکر جو قادیان میں اُترا دنیا سے سدھار رہے ہیں یہ جملہ اجیبوا داعی اللہ بھی اسی کیطرف اعلام کر رہا ہے کہ بشارت اور خوشی دائمی اسی داعی الی اللہ کی بیعت سے حاصل ہو گی والا فلا۔

الہام دیگر ڈسٹکٹ خلیفۃ اللہ اس کے الہامی معنے گھر کا اسلامی خلیفۃ اللہ ہے۔ اگر آپکے اس الہام کو ہم تسلیم بھی کر لیں تو سب نزاع کا فیصلہ ہوا جاتا ہے کیونکہ اس الہام کے بموجب آپ صرف اپنی اولاد اور اہلبیت کے خلیفہ رہے یہاں تو گفتگو اُس خلافت میں ہے جو مصداق ہو وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین کے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت جو کافۃ للناس تھی اور بسبب موجود نہونے اسباب اور ذرائع کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں کل دنیا میں یہ دعوت نہیں پہونچی تھی جسکا پہنچنا کل دنیا ہی اور پرانی میں ضروری تھا لہذا بعد موجود ہو جانے ذرائع تبلیغ کے ایک ایسے خلیفۃ اللہ کا مبعوث ہونا بھی ضروری ہوا کہ اُس کے ہاتھ سے کل دنیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت الی اللہ پہنچ جاوے تا کہ پیشین گوئی ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ پوری ہو لہذا اس چودھویں صدی میں بعد موجود ہو جانے کل ذرائع کے یہ مجدد و مبعوث ہوا اسی لیے تار برقی اور ریلوے وغیرہ کو اشارات لطیفہ سے مخبر صادق نے اُسکی علامات سے قرار دیا ہے

کہ و ینزلت القلاص فلا یسعی علیہا و اذ النفوس زوجت وغیرہ وغیرہ اور جو نشانات تصدیق اسکے دعوی کے لیے اسد تعالی کیطرف سے واقع ہوے وہ بھی ایسے ہی عام طور پر واقع ہوے کہ کل دنیا نے انکو دیکھ لیا مثلاً اجتماع خسوف وکسوف ماہ رمضان ۱۳۱۱ھ میں جو ایشیا میں واقع ہوا اور یہی کسوف وخسوف کا اجتماع اسی ماہ رمضان اور انھیں تواریخ میں ۱۳۱۲ھ میں امریکہ وغیرہ میں حادث ہوا یا مثلاً ریلوے وتار برقی وغیرہ کہ کل دنیا میں اسکا نظارہ پایا جاتا ہے وغیرہ وغیرہ - اور بابو صاحب اپنے گھر کا خلیفہ تو ہر شخص ہوسکتا ہے حدیث میں وارد ہے کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ - ایضاً قال اللہ نعم الرجال قوامون علی النساء ایضاً قوا انفسکم واھلیکم نارا مگر حصول اس خلافت خانگی سے یہ بات حاصل نہیں ہوسکتی کہ دعوی لیے اسد کی پرواہ کی جائے اسکے لیے تو آپ ہی کا پہلا الہام موجود ہے کہ احییوا دعی اللہ عرضکہ اگر ہم یہ الہام تسلیم کرلیں تو اس الہام نے تو جسقدر آپ کی خیالات تھے ان سب کا فیصلہ کردیا صدق اسد تعالی فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ ایاتہ -

الہام دیگر واشرقت الارض بنور ربہا وجیئ بالنبیین ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء بابو صاحب یہ وہی نور ہے جسکا ملکا منظر آپ کے پیر شیخ عبد اللہ صاحب مرحوم کو ہوا تھا - اور جیئ بالنبیین میں صاف اشارہ لطیفہ ہو اس مجدد چودھویں صدی کیطرف اگر حضرت اقدس آپکے نزدیک مجدد نہیں ہیں تو پھر جملہ وجیئ بالنبیین لغو ہوا جاتا ہے کیونکہ آپ تو دعوی مجددیت کرتے نہیں اور اپنے الہام پر آپکو قطع اور یقین بھی نہیں پھر فرمائیے کہ وہ مجدد کون ہے - اور ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء آپکے وساوس کا رد اور جواب ہی جو آپکے دلمیں بسبب کبر اور حسد کے مرکوز ہیں - اور چونکہ اس آیت کی سیاق میں واللہ ذو الفضل العظیم بھی موجود ہے لہذا اسکا اشارہ لطیفہ اسطرف ہے کہ اگرچہ اس فضل مجددیت ومہدویت اور مسیحیت کی ساتھہ ایک شخصکو مختص کردیا گیا مگر چونکہ اللہ تعالے صاحب بڑے بڑے فضل کا ہے لہذا اس مجدد کے ذریعہ سے سائر ناس کو بھی وہ فضل طفیلی طور پر عطا فرما سکتا ہے کیونکہ واللہ ذو الفضل العظیم - الہام دیگر اکان للناس عجبا ان اوحینا الی عبدنا ایضاً یفتح اللہ لکم فستر ضوا - ماشاء اللہ جب تک بابو صاحب کو وہ الہام ہوتے رہے جو براہین وغیرہ میں درج ہو چکے یا بعض قرآنی آیتیں الہام ہوئی تب تک تو کوئی غلطی فاش واقع نہیں ہوئی لیکن جبکہ بابو صاحب کے ملہم نے ایسا الہام القا کیا جو براہین وغیرہ میں درج نہیں ہے اور نہ آیات قرآن مجید سے ہے تب وہ ملہم بابو صاحب عربی کے محاورات کو بھول گیا میں دریافت کرتا ہوں کہ یفتح اللہ کا جازم کونسا ہے جس نے نون اعرابی فستر ضوا کا بھی حذف کردیا اگر ایسا کوئی محاورہ بابو صاحب کسی جگہ عربی میں دکھادیویں گے تو میں بالضرور

اپنے اُس اعتراض کو واپس لوگا کہ الہامات بابو صاحب کے وہی ہیں جو براہین میں مدت سے شائع ہو چکے ہیں یا بعض قرآن مجید کی آیات ہیں جو ہر ایک طفل مکتب کو بھی یاد ہوتی ہیں جو الہام کہ ان دونوں صورتوں سے باہر ہے وہ ایسا محض غلط اور خلاف محاورہ عرب کے نکلا کہ طلبہ نحو میر پڑھنے والے بھی اُس عبارت پر ٹھٹھا کرینگے پھر اب فرمایئے کہ خود آپکو اپنے الہامات میں شک و تردد موجود کما مر بیانہ اور بوقت زمانہ الہام ہونے کے آپکی یہ کیفیت کہ صبح کی نماز قریبًا ہمیشہ قضا نماز ظہر کی عادتًا تاخیر کرنا مسجد میں نماز پڑھنی کبھی اتفاقیہ میسر ہو وغیرہ وغیرہ دیکھو صہ۲۲ وغیرہ کو پھر کوئی بینہ اور ثبوت بطور شہادت من اللہ کے آپ کیلیے موجود نہیں اور اسپر علاوہ یہ کہ آپ نہ مولوی نہ عابد نہ زاہد کوئی فضیلت نہیں بلکہ ضروری پیشہ حتی کہ داب ملاقات رسمی و گفتگو مروجہ زمانہ سے بھی اکثر ناواقف دیکھو صہ۱۸ پھر آپ کی ایسی حالت کے الہامونکو کون اندھا تسلیم کریگا اور آپ کی کتاب عصاء موسیٰ کی کس اہل علم کے نزدیک وقعت ہوگی اور آپکے اجتہادات مولویانہ کو کون قبول کریگا آپ عصا ٹیکنے پھر بھی سیدھے کھڑے نہ ہوسکے ہر ایک بات میں تذبذب ہر ایک مقام میں تزلزل پس تمام تار و پود اپنی کتاب کا تو خود آپ ہی نے ہماری سامنے ادھیڑ کر رکھدیا پھر آپ معہذا اپنی کتاب پر ایسے نازاں کہ اخیر ٹائٹل پیج پر لکھتے ہیں د اول تو اُمید نہیں کہ مرزا صاحب اس کتاب کا جواب باصواب دیسکیں، آپکے ان ظنون ناقصہ کی نسبت اللہ تعالےٰ خود فرماتا ہے صدق اللہ تعالیٰ وظنوا انہم مانعتہم حصونہم من اللہ فاتٰہم اللہ من حیث لم یحتسبوا وقذف فی قلوبھم الرعب یخربون بیوتہم بایدیھم وایدی المؤمنین فاعتبروا یا اولی الابصار الحمد للہ الذی ینسخ ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ ایاتہ۔ یہ چند الہامات بابو صاحب کے بطور مثال کے لکھے گئے ہیں کہ جنکو انھوں نے محض غلط فہمی سے اپنے لیئے خیال کیا تھا ہاں بعض الہامات کو اگر ہم اُنکا الہام ہونا تسلیم کرلیں اُن کے لیے یا اُن کے رفقاء موافقین کے لیے بھی تجویز کرسکتے ہیں جیسا کہ لا تتخذوا من دونی اولیاء الہام ہے چونکہ بابو صاحب اور اُن کے رفقا مثلاً عیسیٰ بن مریم کیلیے صفات الوہیت ثابت کررہے ہیں کما مر بیانہ اسواسطے تنبیہًا یہ الہام اُنکو ہوا ہے۔ یا مثلاً الہام لا تصعر خدک للناس ہی کہ بسبب تندی مزاج طبعی اور غیظ وغضب جبلی بابو صاحب کے ماموریں کو مقابلہ میں اُنکو تنبیہ کیگئی ہے۔ یا مثلاً الہام لو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا ہی جسمیں تنبیہ ذیل موجود ہے وہو ہذا چونکہ بابو صاحب کے الہامات اور نیز دیگر مضامین کتاب میں نہایت درجہ کا اختلاف اور تعارض ہے لہذا اس الہام سے آپکو متنبہ کیا گیا کہ چونکہ تمھارے خیالات جنکو الہامات تصور کرتے ہو متناقض ہیں اور مضامین کتاب بھی باہم متعارض ہیں

لہذا وہ من عند اللہ نہیں ہو سکتے اور حضرت اقدس کے الہامات میں چونکہ کسی طرح کا تعارض اور
اختلاف نہیں پھر بینات اور شہادات من عند اللہ اُن کے لیے موجود ہیں تو بالضرور من عند اللہ
ہیں اور دلیل اُسکی یہی ہے کہ لو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً۔
اور الہام ان ما توعدون لآت کا مطلب بھی واضح ہے کیونکہ جو خجالت اور شرمندگی آپ کیلیے احکام آیات الرحمن
نسخ ما یلقی الشیطان سے مقدر ہو اُس سے آگاہ کیا گیا ہے کہ ان ما توعدون لآت غرضکہ خلاصہ کلام
یہ ہے کہ مطلب اور مراد کل الہامات بابو صاحب کا بموجب اُس فن اعتبار کے جو خود بابو صاحب نے
تشریحات میں صفحہ ۱۳ سے ۲۲ تک لکھا ہے ناظرین کو بخوبی حل ہو سکتا ہے اور ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ
نظائر اس اعتبار کے قرآن کریم میں بکثرت موجود ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کسی مقام پر حکایتاً عن الغیر آیات
کو بیان فرمایا ہے کما قال اللہ تعالیٰ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ اور کسی جگہ بر صرف
آنحضرت صلعم کو مخاطب کیا ہے معہذا اُس خطاب سے فقط اُمت ہی مراد ہے کما قال تعالیٰ لئن اشرکت
لیحبطن عملک - اور کسی جگہ آنحضرت مع اُمت مرحومہ کلام الٰہی میں مخاطب ہیں لیکن کسی دلیل نے
حضرت صلعم کو اُس حکم عام سے مخصوص کر دیا ہے جیسا کہ یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ
حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ کہ بموجب حدیث صحیح لَا نَرِثُ وَلَا نُوْرِثُ مَا تَرَکْنَاہُ صَدَقَۃٌ کے حضرت صلعم
اس عام حکم سے مخصوص ہیں اگر زیادہ تفصیل منظور ہو تو دیکھو تشریحات مولف کی صفحہ ۲۳ سے ۲۴ تک کو
علیٰ ہذا القیاس بابو صاحب کے الہامات اگر انکو الہام ہی مانا جاوے تو اُسی فن اعتبار کی رو سے جسکی تشریح
خود بابو صاحب نے اپنی تشریحات میں کی ہے حسب ادلہ کتاب و سنت کے اُن کا مصداق قائم کیا جا سکتا ہے کما بینا
سابقاً لہذا ہم اس مقام میں زیادہ طوالت دینا نہیں چاہتے کیونکہ آیندہ بھی بعض مقامات میں بحث الہامات
بابو صاحب کی اپنے اپنے مقام پر آویگی -

قولہ میرا کچھ دخل نہیں لہذا عاجز الہام فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ کی تعمیل میں سست رہا اسی بنا پر کہ جو حکم ازاں
احکم الحاکمین کا ہے وہ ضرور بالضرور خود بخود ہو کر رہیگا صفحہ ۲۳ **اقول** اے ناظرین ادائے فرائض و واجبات
الٰہیہ میں بابو صاحب کی وہ سستی کہ صبح کی نماز فرض بھی ترک ہو وغیرہ وغیرہ اور ایسے تاکیدی الہام
فاصدع بما تؤمر کی تعمیل میں وہ سستی اور کاہلی کہ دوسروں کی تاکید اور تحریص کے محتاج پھر علاوہ
یہ کہ ایسے الہامات میں غلبہ شیطانی کا بھی خیال کیا جائے پھر فرمایئے کہ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ
فَاتَّبِعُوْنِیْ کے مصداق باوجود ایسی حالات ردیہ کے کیا آپ ہو سکتے ہیں ہیہات ہیہات اللھم انی
اعوذ بک من العجز والکسل وانی اعوذ بک من منکرات الاخلاق والاعمال والاہوا
ومن ھمزات الشیاطین وان یحضرون ۔ ہاں البتہ تاخیر تعمیل احکام الٰہیہ و الہامیہ اسوقت تک
جائز ہو سکتی ہے جبتک کسی الہام کا مطلب بخوبی سمجھ میں نہ آوے اور اُس کے سمجھنے میں کوشش کی

کرنا رہے نہ سستی اور کاہلی اور بعد امر فاصدہ ہوا تو مرکے سستی اور کاہلی سے اُسکی تعمیل نکرنا ایک بڑی معصیت ہے
پس جبکہ آپکا یہ حال ہے تو پھر آپنے الہام کا انبار بیسود اپنی کتاب میں کسواسطے شامل کیا ہے ع
او خویشتن گم است کرا رہبری کند۔

قولہ یہ رویا (یعنی رویا ممانعت بیعت کے ساتھ مرزا صاحب کی) مرزا صاحب کو خوب واضح کر دینا تھا تو بحیثیت رویا و خواب ہونے کچھ دلیل یا قابل اعتراض نہیں ہو سکتا لیکن مرزا صاحب نے ناراض ہو کر ایک رسالہ ضرورۃ الامام تحریر فرما کر شائع کر دیا اور بایں دعاوی علم و فضل ارشاد رسول مقبول صلعم رفع القلم عن ثلثۃ عن النائم حتی یستیقظ الخ پر کچھ لحاظ و خیال نکیا صفحہ ۲۲ سطر ۱۲۔ **اقول** یہاں پر آپسے صرف یہ استفسار ہے کہ بعد بیداری کے اس رویا کو آپنے اضغاث احلام ہی تصور فرمایا یا نہیں بصورت اول اُسپر عملدرآمد کیوں کیا گیا ہے اور اسواسطے استفادہ بیعت نکرنیکے کیوں بیان کیا گیا اور ابتک اُسکے ساتھ ایسا تمسک کیوں ہے کہ کتاب عصاء موسیٰ میں بھی درج کر کر شائع کر دیا گیا انھیں اضغاث احلام کا مجموعہ عصای موسی بنا ہے افسوس کہ عصای موسیٰ کے سہارے سے بھی آپ سیدھے کھڑے نہو سکے بھلا اضغاث احلام پر بھی کوئی عقلمند عملدرآمد کیا کرتا ہے پس جبکہ آپ اضغاث احلام پر عمل کرنیکو اس حد کے ساتھ مصر ہیں تو آپکی اس غلطی کے زائل کرنیکے لیے ضرورۃ الامام لکھا گیا اسمیں کیا محذور شرعی لازم آیا اور تمسک کرنا آپکا رفع القلم عن النائم کے تھا بیجگہ محض غلط ہے کیا آپ وقت تصنیف ضرورۃ الامام تک سوہی رہے ہیں ہاں البتہ اس خواب کے دیکھنے میں تاوقت بیداری آپ معذور تھے لیکن بعد بیداری کے پھر اُسپر عملدرآمد کرنے میں آپ کب معذور ہو سکتے ہیں۔ مثلاً اگر کوئی شخص رویا میں دیکھے کہ خواب میں کسی غیر منکوحہ سے اُسکو احتلام واقع ہوا ہے تو بعد بیداری کے وہ اُسکا ارتکاب کب کر سکتا ہے اور پھر بعد ارتکاب کے کیونکر وہ اس حدیث سے تمسک کر سکتا ہے کہ رفع القلم عن النائم نہیں ھذا الا تماندقہ محقق افسوس کہ ہر دو رفیقوں نے بھی آپکو ایسی فاش غلطی پر مطلع نہیں کیا قصور معلومات ہو ایسے ایسے اجتہادات سے تو آپ اپنی متبعین کتاب کو ہلاک اور تباہ کر دینگے۔ **شعر**

اذا کان الغراب دلیل قوم ✦ سیہدیہم طریق الہالکینا

اور شق ثانی یعنی اگر اس رویا کو غلطی سے آپ من عنداللہ تصور فرماتے ہیں تو اس صورت میں بھی آپکی غلطی کا رفع کرنا ضروری تھا کیونکہ یہ رویا بمقتضا اُسی حسد و تکبر کے واقع ہوئی ہے جو آپکے رگ و ریشہ میں داخل ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ جو جو خیالات درحالت بیداری انسان کے قلب میں مرکوز ہو جاتے ہیں ویسی ہی رویا بھی اُسکو نظر آتی ہے جسکو اضغاث احلام کہتے ہیں علاوہ بریں یہ گذارش ہے کہ اس رویا میں بھی تو ترغیب تاکید بیعت حضرت اقدس ہی کی پائی جاتی ہے حافظ محمد یوسف صاحب تو خواب میں بیعت کیلیے مولد ہی ہیں ہاں انکار آپکے نفس امارہ کیطرف سے واقع ہوا ہے پس یہ رویا تو انکار عن البیعت کا آپکیلیے جواب شافی ہے۔ اور جنوری ۱۸۹۹ء کی رویا میں کوئی رجل رجال الغیب سے آپکیلیے بیعت کا اشارہ کرتا ہے اور آپ کا انکار

عن البیعت محض بیدلیل ہے اور الہام فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم سے اُس انکار کیلیے استنا د محض غلط در غلط ہے کیونکہ سابق گذر چکا ہے کہ اس جیت سے داعی الی اللہ کی بیعت مراد ہے دیکھو الفاظ اپنے الہام کو علاوہ ازیں یا قومنا اجیبوا داعی اللہ واستبشروا ببیعکم الذی بایعتم کما مر تشریحہ۔ اور رویا میں حضرت مرزا صاحب کو یہ جواب دینا کہ جیسے عبد اللہ صاحب مٹی ہو گئے تم بھی مٹی ہو جاؤ گے اور اس قول کو انکار بیعت کے لیے سند گردانا محض غلط ہے کیونکہ کوئی شخص کیسا ہی مقرب من اللہ ہو اسکی وفات کے بعد کسی خلیفۃ اللہ اور امام الزمان سے انکار بیعت میں کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ جسطرح وہ مقرب من اللہ فوت ہو گیا ہے تو بھی فوت ہو جاوے گا اگر نعوذ باللہ ایسا کچھ ہوتا تو پھر سلسلہ استخلاف مندرجہ سورہ نور باطل ہو جاتا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ امام و خلیفہ اون کے مخالفین و مانعین زکوٰۃ نعوذ باللہ حقپر ہوتے باوجودیکہ اللہ تعالی نے اُن سب مخالفین کو مرتد قرار دیا ہے قال اللہ تعالی یا ایہا الذین امنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبہم ویحبونہ اذلۃ علی المؤمنین اعزۃ علی الکفرین

بابو صاحب یہاں پر تو یہ حال ہے کہ اگر مولوی عبد اللہ صاحب بھی زندہ ہوتے تو بوجہ اپنے مکاشفہ کے اس تہ آسمانی سے اقتباس نور ضرور ہی کرتے ورنہ فرمایئے کہ بعد نور کے پھر سوائے تاریکی کے اور کیا متصور ہو سکتا ہے قال اللہ تعالی وماذا بعد الحق الا الضلال۔ بابو صاحب نے صفحہ ۳ سطر ۱۵ میں مولوی عبد الرحمن لکھو کے والے کے الہام کو بھی اپنی تفہیم اور اعتقاد کا شاہد اور مصدق قرار دیا ہے الہام یہ ہے اتستبدلون الذی ھو ادنی بالذی ھو خیر۔ **اقول** مولوی عبد الرحمن کو اگر یہ الہام در بارہ ادنی ہونے بیعت حضرت مرزا صاحب اور خیر ہونے بیعت شیخ عبد اللہ صاحب کے ہوا ہے تو بدلائل ذیل باطل ہے۔ **اولاً** واضح ہو کہ استبدال میں دو چیزیں متغائر ہونی چاہییں خواہ ایک شے ادنی ہو اور دوسری شے خیر ہو لیکن یہاں پر دو تو نیں چیزیں متغائر موجود ہی نہیں ہیں صرف ایک کلی متشکک ہی جو لفظ بیعت ہی کہ در صورت مفضول ہوتے ایک امام کے بضرورت دینی افضل امام کے ساتھ بیعت کیجاوے ہیں جبکہ دو مورد استبدال کے موجود ہے نہیں ہیں تو پھر اس الہام کے مصداق کے لیے بیعت مولوی عبد اللہ صاحب کو مبدل منہ کہنا اور بیعت حضرت اقدس کو اس کا بدل کہنا کیونکر ہو سکتا ہے **ثانیاً** یہ عرض ہے کہ اگر ہم تسلیم بھی کریں کہ یہاں پر دو ہی بیعتیں متغائر موجود ہیں تو ظاہر ہے کہ زمانہ بعثت مجددین و مامورین میں تمام طرق تقرب الی اللہ کی جو اُس سے متغائر ہوں مسدود ہو جاتے ہیں اور سائر اولیاء اللہ اور علماء باللہ اس زمانہ کو اسی کیطرف رجوع کرنا فرائض دینیہ سے ہو جاتا ہے ورنہ پھر اس حدیث کے کیا معنی ہوں گے کہ ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مأۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا اس حدیث کے الفاظ آواز بلند کہہ رہے ہیں کہ مجدد خاص اللہ تعالی کی طرف سے مرسل اور مبعوث ہوتا ہے جسکو بتاکید حرف انّ بیان کیا گیا ہے۔ اور دین امت کی تجدید جس قسم کی تجدید کی ضرورتاً اوسوقت لاحق ہو وہ اُسی کے سپرد ہوتی ہے پس الفاظ حدیث سے ثابت ہوا کہ باقی امت کے لیے

جسقدر ہو اسنے اُس مجدد کے موجود رہے خواہ علماء ظواہر ہوں یا اولیاء بواطن ہوں اُسکی بعثت ماننی ضروری
ہوجاتی ہے اور اُسکی نصرت اور اعانت میں مصروف ہونا سب پر واجب ہوجاتا ہے کیونکہ سرپیلار کل اُمت کا
بموجب الفاظ حدیث کے وہی مجدد ہے اور یہی مقصود ہے بعثت سے پس اگر یہ مقصود اُسکی بعثت کی زمانہ میں
مطلوب الٰہی نہو تو پھر اُسکی بعثت من اللہ ہی لغو ہوجاویگی فالشئ اذا خلا عن مقصودہ لغی قضیہ مسلمہ
ہے و تعالیٰ شانہ عن ذلک علوا کبیرا۔ اب یہ امر تو ظاہر ہے کہ مولوی عبد اللہ صاحب یا مولوی عبد الرحمن صاحب
یا کسی اور صاحب نے دعوی مجددیت معہ ادائے فرض منصب کے شہادۃ اللہ کے ساتھ نہیں کیا حالانکہ اس صدی میں
بھی حسب پیشین گوئی مخبر صادق کے مجدد کا ہونا ضروری تھا اور حضرت اقدس کی مجددیت جو جامع ہے ہر دو شان
مہدویت اور مسیحیت کے لیے نشانہائے ارضی و سماوی سے ثابت ہے اور خود اُنکی ذات مقدس میں صدہا نشانات
مجددیت جامع مہدویت و مسیحیت کے موجود ہیں پس یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ بمقابلہ اُنکی بیعت کے کسی دوسرے کی بیعت
خیر یا افضل ہو۔ اور نیز چونکہ بمقابلہ کتاب و سنت کے حسب اقرار خود بابو صاحب کے کسی کا الہام بغیر شہادۃ
اللہ کے حجت شرعی نہیں ہو سکتا لہذا الہام مولوی عبد الرحمن صاحب کا مخالف کتاب و سنت صحیحہ باطل و مردود
ہے۔ **ثالثاً** الہام میں کہاں مذکور ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی بیعت ادنی ہے مولوی عبد اللہ صاحب کی
بیعت سے غایت الامر یہ ہے کہ مولوی عبد الرحمن صاحب کا یہ ایک خیال محض ہو جسکے رد کیواسطے یہ جواب
الہاماً ملا یعنی بیعت اعلی او خیر حضرت مرزا صاحب کی ہے اور شیخ عبد اللہ صاحب کی بیعت ادنی تھی لہذا
تمکو چاہیئے کہ ہوتے اعلی کے ادنی کو اختیار مت کرو۔

قولہ عاجز کے رؤیا و الہامات جو پورے ہوئے اُنمیں کئی وہ ہیں جو مرزا صاحب کے پاس قادیان جا نہیں
پورے ہوئے مثلاً اول ۲۹ اپریل سنہ ۹۸ء جمعہ کو خواب میں دیکھا تھا کہ میں اور مرزا صاحب بالمقابل ایک
خاص ہیئت پر بیٹھے ہیں اور لوگ باہر سے جھانکتے ہیں کہ عیسی و موسی ہیں چنانچہ ۲۴ ستمبر سنہ ۹۸ء بعینہ
کو اسی ہیئت و شکل سے مرزا صاحب کے بیٹھنے اور بٹھلانے سے پورا ہوا فالحمد للہ علی ذلک ۳۲ فصل **اقول**
بابو صاحب اس اپنے خواب کی تعبیر میں لکھتے ہیں کہ عاجز کا مقابلہ اُس شخص سے ہوا جو اپنے آپکو بنام عیسی و
مسیح ابن مریم غلطی سے مشہور کرتا ہے اور موافق الفاظ (یعنی بموجب علم تعبیر الرؤیا کے) بعد ازاں حالش نکو
گردد و بر دشمن ظفر یابد کے اللہ تعالی انجام بخیر کر کے فتح و ظفر عنایت فرماوے گا یعنی مجھکو۔ اور یہ
بھی لکھتے ہیں کہ مسیح کے معنے قاموس و منتہی الارب میں کذاب کے بھی لکھے ہیں لہذا یہ امر قابل غور
و توجہ ہے۔ یعنی حضرت مرزا صاحب مسیح کذاب ہیں۔ اے ناظرین بابو صاحبکو تو اپنی نسبت موسی یا مثیل
موسی ہونے سے انکار ہے چنانچہ وہ خود لکھتے ہیں کہ عاجز خود ایسے گستاخانہ و خود تراشیدہ خیالات سے
بیزار و متنفر ہے۔ اور جو کچھ مشابہت اپنی حضرت موسی کے ساتھ اُنھوں نے قائم کی ہے نہ صرف دریا
میں بابو صاحب کا ڈوب جانا ہے لاغیر اور چونکہ یہ وجہ شبہ بھی محض غلط ہے کیونکہ حضرت موسی دریا میں

ڈوبے ہی نہیں تھے بلکہ قبطی اور آل فرعون دریا میں ڈوبے گئے تھے کما مر بیانہ پس حضرت موسیٰ کیساتھ
بابو صاحب کو ایک ذرہ بھر بھی مشابہت باقی نہیں رہی اگر یہی وجہ شبہ حسب مرضی بابو صاحب کے مانی جاوے
تو بابو صاحب کے مشبہ بہ قبطی اور آل فرعون ہیں نہ حضرت موسیٰ۔ علاوہ یہ کہ نہ حضرت موسیٰ کا کوئی مثیل اس
زمانہ کے لیے موعود ہے جسکی آمد کی اس قرن میں توقع کی جاوے لہذا بابو صاحب کا موسیٰ یا مثیل موسیٰ
ہونا تو محض غلط ہو گیا اندریں صورت رویا بابو صاحب کی اضغاث احلام میں سے ہو گئی اگر بابو صاحب اس رویا کو منجانب
اللہ تصور کرتے ہیں جیسا کہ آغاز فصل سے معلوم ہوتا ہے تو اسکی تعبیر ہم ایسی بیان کرتے ہیں جس سے
رویا صادق ہو جاوے وھو ہذا واضح ہو کہ رویا میں جو کچھ لوگوں نے جھانک کر کہا کہ عیسیٰ نہ موسیٰ ہیں
اس سے مراد صرف یہ ہے کہ سلسلہ استخلاف موسوی کیطرف بابو صاحب کو توجہ ہو تا کہ پھر سلسلہ استخلاف
محمدی کیطرف اپنا ذہن منتقل کریں کیونکہ بذریعہ رویا کے اس قسم کی تنبیہات بھی واقع ہو جاتی ہیں دیکھو
صفحہ نمبر ۹ کہ خواب کی تعبیریں عجیب و غریب ہوتی ہیں اسکا بیان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سورہ مزمل میں
آنحضرت صلعم کی نسبت ارشاد فرماتا ہے اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ
اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پیشینگوئی کتاب استثنا باب ۱۸ ورس ۱۸
کی یاد دلائی ہے اور وہ یہ ہے کہ انکے لیے ان کے بھائیوں میں سے تجھسا ایک نبی پیدا کرونگا اور اپنا کلام
اُس کے منہ میں ڈالونگا آخر تک۔ یہ ایک بڑی عظیم الشان توریت کی پیشین گوئی ہے جس سے آنحضرت صلعم
کی رسالت و نبوت ثابت ہوتی ہے تمام علماء کبار اس پیشین گوئی سے اہلکتاب یہود و نصاریٰ پر اتمام
حجت کرتے آئے ہیں اور آنحضرت صلعم کی مشابہت ساتھ حضرت موسیٰ کے بوجوہ کثیرہ ثابت کی ہے اب واضح
ہو کہ جسطرح پر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو اس آیت میں مثیل موسیٰ بتاکید حرف انّ فرمایا ہے اسی طرح پر سورہ
نور میں سلسلہ استخلاف محمدی کی مشابہت بھی ساتھ سلسلہ استخلاف موسوی کے بلفظ کما بیان فرمائی ہے
کما قال اللہ تعالیٰ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ
كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ
مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ
ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ یہ آیت سورہ نور میں ہے اور آیت استخلاف کے نام سے
عوام و خواص میں مشہور ہے اس آیت کا سورہ نور میں لانا اس امر کیطرف اشارہ کر رہا ہے کہ یہ نور
نبوت محمدیہ قیامت تک بذریعہ استخلاف جو دوسرے لفظوں میں صوفیاء کرام نے بروز اسکا نام رکھا ہے
تاباں و درخشاں رہے گا خواہ کافرین و مشرکین اس کے اطفا میں کیسا ہی زور لگا دیں کما قال اللہ تعالیٰ
یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواههم واللہ متم نورہ ولو کرہ المشرکون بلکہ یہ
نور نبوت محمدی بذریعہ استخلاف ایسا تاباں و درخشاں ہو گا کہ اُس سے بڑھ کر اور کوئی نور دنیا میں

واسطے تمثیل کے بھی موجود نہیں ہو سکتا کما قال اللّٰہ تعالیٰ مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْہَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّہَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ زَیْتُوْنَۃٍ لَّا شَرْقِیَّۃٍ وَّلَا غَرْبِیَّۃٍ یَّکَادُ زَیْتُہَا یُضِیْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْہُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ یَہْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ وَیَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ

سورہ نور کا نام جو سورہ نور رکھا گیا ہے اسکی وجہ تسمیہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت نور کو ایک اکمل ترین تمثیل و مثال میں بیان فرمایا ہے اور لطف یہ ہے کہ آیت استخلاف کو بھی اسی سورہ میں درج فرمایا ہے اور یہ امر بھی برعایت علم ادب کے ضروری ہے کہ بلحاظ لفظ کمٰا کے جسقدر وجوہ مشابہت بین السلسلتین یعنی سلسلہ استخلاف موسوی و محمدی کے پیدا ہو سکیں انکا تسلیم کرنا تفسیر آیت میں بلحاظ اعجاز بلاغت ہمپر واجب اور ضروری مانا جاتا ہے پس جب ہم تواریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ حضرت موسیٰ اور عیسیٰ کے درمیان فاصلہ تیرہ سو برس کا ہے اور نظر ثانی میں معلوم ہوتا ہے کہ سلسلہ استخلاف بنی اسرائیل کا حضرت عیسیٰ پر ختم ہو گیا تھا اور جب ثالثاً اس صدی موجودہ پر اپنی نظر ڈالتے ہیں تو برای العین دیکھتے ہیں کہ دنیا کے تمام علوم جدیدہ طبعیہ و ہندسیہ و فنون ارضیہ و سماویہ ایسی ترقی پر ہیں کہ اس ترقی کی نظیر کسی زمانہ سابق میں کوئی تاریخ پتہ نہیں دیتی اور رابعاً جب نظر کرتے ہیں تو فتن دجالیہ اور مذاہب باطلہ میں ایسا جوش و خروش پیدا ہوا ہے کہ الامان الامان پس ان ہر چہار نظروں کے بعد چار و ناچار ہر ایک اہل اسلام دانشمند کی عقل بطور قطع واجب کے یقیناً یہ فیصلہ دیتی ہے کہ بمقابلہ ان تمام علوم ارضیہ اور فنون دجالیہ کے وہ نور نبوت محمدیہ جسکی مثل آیت نور میں مذکور فرمائی گئی ہے اس چودھویں صدی میں ایسا تاباں و درخشاں ہو کہ بلا تشبیہ ایسا کہ چودھویں رات کا بدر روشن و تاباں ہوتا ہے کہ تمام دنیا اس سے روشن اور منور ہو جاوے اور وہ پیشین گوئی جسکا مفسرین کبار آیت ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْہُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْہِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ میں درج فرماتے ہیں مثل آفتاب نصف النہار کے پورے طور پر ثابت ہو جاوے ورنہ مضمون آیت استخلاف مندرجہ سورہ نور اور خود مضمون آیت نور کا اور تسمیہ اس سورہ کا ساتھہ نام سورہ نور کے بالکل لغو اور عبث ہو جاوے گا و تعالیٰ شانہ عن ذلک علواً کبیراً۔ اب ہم جب خامساً بغور نظر کرتے ہیں تو ایک ایسے مجدد کو اس صدی میں پاتے ہیں جسنے وہ تمام پیشین گوئیاں جو صراحتہً یا اشارۃً جملہ آیات مذکورہ بیان بالا میں مندرج ہیں ان سبکو پورا کر دیا ہے اور پورا کر رہا ہے اور آیندہ کامل طور پر پورا کرے گا اور یہیں وجہ کبھی اسکو مہدی کہا گیا ہے اور کہیں محمد اور کہیں بمقام پر احمد اور کسی عنایت سے آدم نوح ابراہیم وغیرہ وغیرہ اور بہت مناسبتوں کی وجہ سے عیسیٰ ابن مریم اسکا نام رکھا گیا اور اپنے وقت پر بلا تاخیر سلسلے میں مبعوث ہوا یعنی آغاز چودھویں صدی میں کیونکہ آیت مذکورہ

استخلاف سے بلحاظ لفظ کما کے ثابت ہے کہ بین السلسلتین جسقدر وجوہ مشابہت پیدا ہوں وہ ضروری الاخذ ہیں پس جسطرح حضرت موسیٰ کے تیرہ سو برس کے بعد حضرت عیسیٰ خاتم الخلفاء بنی اسرائیل مبعوث ہوئے خاتم خلفائے محمدی کا بھی بعد تیرہ سو برس کے مبعوث ہونا ضروری ہوا جواب موجود ہے اس آیت استخلاف سے یہ بھی ثابت ہے کہ اُسوقت دین اسلام میں جس قسم کا تزلزل واقع ہوگا اللہ تعالیٰ اُسکو دور کرکر ضرور بالضرور دین پسندیدہ اسلام کی تمکین اور استقرار فرماویگا چنانچہ اس صدی میں بسبب کثرت شیوع فتن دجالیہ کے اہل اسلام اور اسلام میں ایسا تزلزل واقع ہوا کہ صدہا مسلمان دین اسلام سے مرتد ہو کر عیسائی ہوگئے اس مجدد نے اُن تمام فتن دجالیہ صلیبیہ وغیرہ کو پاش پاش کردیا ہی اور آیت ما قتلوہ وما صلبوہ کا مضمون ہر ایک کہ تم کو ایسا مشاہدہ کرا رہا ہے کہ بعد اس کسر صلیب کے وقعت صلیب پرستی کی اب کسی اہل عقل کے نزدیک باقی نہ رہے گی اور وہی دین پسندیدہ اسلام کا انسانوں کی دلوں میں جاگزین ہوگا اور وہ انوار معارف قرآنی اور حقائق قرآنی کے دنیا میں شائع کر رہا ہے کہ جسکی مقابلہ میں تمام ظلمات مذاہب باطلہ دجاجلہ کے نیست ونابود ہوتے چلے جاتے ہیں ۔

می درخشم چوں قمر تابم چو قرص آفتاب   کور چشم آنکہ در انکار ما افتادہ اند

جملہ یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا اسطرف ناظر ہے کہ اُسکی جماعت کے لوگ اُن تمام شرکوں سے پاک وصاف ہو جاویں گے جو شرک کہ عوام وخواص میں پھیلا ہوا ہوگا مثلاً حضرت عیسیٰ کی نسبت مولویان مخالفین میں یہ شرک موجود ہے کہ اُسکو ایسا حی مانتے ہیں کہ الآن کما کان کا مصداق ہے حالانکہ ایسی حیات ایک صفت مختصہ الوہیت ہے اور اُسکو محی بھی مانتے ہیں باوجودیکہ صفت احیا مختص بجناب باری تعالیٰ عزاسمہ ہے قال تعالیٰ ربی الذی یحیی ویمیت پھر اُسکو اکل وشرب کا محتاج بھی نہیں مانتے حالانکہ کانا یاکلان الطعام اُس کے حق میں فرمایا گیا ہے وغیرہ وغیرہ مضمون اس جملہ سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ تمام شرک جو اہل اسلام میں شائع ہوگئے ہوں گے اُسکی بعثت کے زمانہ میں زائل ہو جاویں گے ۔ ہم وقفہ پر ہم ایک خمسہ صاحبزادہ سراج الحق صاحب جمالی نعمانی کا درج کرتے ہیں ۔ جو انہوں نے حضرت اقدس کے اشعار کو بتضمین کیا ہے اور وہ یہ ہے ۔

خمسہ

ہوگیا کیا تم کو اے علماء حال   کھو دیا کیوں وقت خوف ذوالجلال

اور شریعت کو کیا کیوں پائمال   کیوں نہیں تم کو نہیں حق کا خیال

دل میں اُٹھتے ہیں میرے سو سو اُبال

میننے سچ سچ کہدیا حق کی قسم　　تھا جو قرآں میں لکھا حق کی قسم
ہے یہ قول مصطفےٰ حق کی قسم　　ابن مریم مرگیا حق کی قسم
داخل جنت ہوا وہ محترم

پھلگتے پھرتے ہو کیوں تم دربدر　　آؤ قرآں پر ذرا ڈالو نظر
دیکھلو تم خوب آنکھیں کھول کر　　مارتا ہے اسکو قرآں سربسر
اسکے مرجانیکی دیتا ہے خبر

کیسے خوش ہوتے ہو جھوٹی بات سے　　کیوں لگایا دل کو ان ہفوات سے
رہ سکے کب زندہ تاویلات سے　　وہ نہیں باہر ہاں اموات سے
ہوگیا ثابت یہ تیس آیات سے

تمکو نالیچہ لیا ہے یا جنون　　شرک کا تمنے کیا قائم ستون
گر مسلماں ہو نہ بولو لام و لون　　عہد شد از کردگار بیچگون
عوذکن در انہم لا یرجعون

اے مرے پیارو ادھر آؤ ذرا　　عقل و ہوش اپنے بجا لاؤ ذرا
گوش دل سے بھائیو سن لو ذرا　　اے عزیزو سوچکر دیکھو ذرا
موت سے بچتا کوئی دیکھا بھلا

حضرت آدم سے لے تا اس زماں　　ہوگئے زیر زمیں سب بیگماں
پھر مسیح زندہ رہا کب میریجاں　　یہ تو رہنے کا نہیں پیارو مکاں
چل بسے سب انبیاء ورہستاں

مرگیا جو کوئی پھر آیا نہیں　　آنا تو کیسا نشاں پایا نہیں
کیا رسول حق نے فرمایا نہیں　　کوئی مردوں سے کبھی آیا نہیں
یہ تو قرآں نے بھی بتلایا نہیں

موت بیشک لگ رہی ہے سب کے ساتھ　　کون ہے جسپر نہ پھیرا اس نے ہاتھ
گو کوئی کیسے ہی کھیلے داؤ گھات　　ہاں نہیں پاتا کوئی اس سے نجات
یونہی باتیں ہیں بنائیں واہیات

یہ تو حکم حضرت غفار ہے　　اور فرمان شہ ابرار ہے
مان لو ان پر اگر اقرار ہے　　کیوں تمھیں انکار پر اصرار ہے
ہے یہ دیں یا سیرت کفار ہے

وہ نبی تھا بندۂ اللہ تھا — دیکھ لو کشمیر میں وہ مر چکا
آسماں پر جو اٹھا معجزہ اسکو بٹھا — کیوں بنایا ابن مریم کو خدا
سنت اللہ سے وہ کیوں باہر رہا

کیوں کیا اسلام کو تم نے حقیر — کس لیے منظور کی راہ خطیر
پیٹتے ہو کیوں نصارا کی لکیر — کیوں بنایا اسکو با شان کبیر
غیب دان و خالق و حی قدیر

انبیاء و اولیاء و اصدقا — صالحین و رہنما و مقتدا
ہم امیر و ہم فقیر و بینوا — مر گئے سب پر وہ مرنے سے بچا
اب تلک آئی نہیں اسپر قضا

کیا نرالا ہے عقیدہ مرحبا — مرحبا صد مرحبا صد مرحبا
مولوی صاحب یہ تم کہتے ہو کیا — ہے وہی اکثر پرندوں کا خدا
اس خدادانی پہ تیری مرحبا

کیا یہی اسلام کی تائید ہے — مصطفیٰ کی کیا یہی تحمید ہے
کیا الوہیت کی یہ تفرید ہے — مولوی صاحب یہی توحید ہے
سچ کہو کس دیو کی تقلید ہے

کیا یہی اسلام کا اعزاز تھا — اور خدائی کا یہی اعجاز تھا
ابن مریم اسمیں کیوں ممتاز تھا — کیا یہی توحید حق کا راز تھا
جسپہ برسوں سے تمہیں اک ناز تھا

تم نے ایک بندہ کو دی وہ خوبیاں — واسطے اپنے خدا نے کی بیاں
کیا یہی اسلام و دین تقویٰ ہی ماں — کیا بشر میں ہے خدائی کا نشان
الاماں ایسے گماں سے الاماں

اور کتابیں لاد کرکے دوش پر — مارنا حق کو سدا پاپوش پر
جوں نہ چلنا ایک کے بھی گوش پر — ہے تعجب آپ کی اس جوش پر
فہم پر اور عقل پر اور ہوش پر

لمبے چوڑے رکھکے القاب و خطاب — اور بنکر مقتدائے شیخ و شاب
حق کو باطل سے سدا کرنا خراب — کیوں نظر آتا نہیں راہ صواب
پڑ گئے کیسے یہ آنکھوں پر حجاب

کس سے سیکھا تمنے راہ پر خطا — مومنوں پر جو کرو صبح و مسا
غیبت و بہتان فریب و افترا — کیا یہی تعلیم قرآں ہے بھلا
کچھہ تو آخر چاہیے خوف خدا

دعوی توحید یارب الاماں — روز و شب تسبیح ہے ورد زباں
کچھہ نہیں معلوم یہ راز نہاں — مومنوں پر کفر کا رکھیں گماں
ہے یہ کیا ایمانداروں کا نشاں

لائو تم ایات پر دل سے یقیں — ہے سراسر صدق کذب ہمیں نہیں
ہم ہیں بندے خالق جاں آفریں — ہمتو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں

جسقدر اللہ کا فرمان ہے — یا کہ حکم شاہ انس و جان ہے
یا مطابق آیت قرآن ہے — سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ میں قربان ہے

جان و مال اپنا کیا سارا فدا — راہ مولی میں بلا رو رہ یا
اور تمنا ہے یہی صبح و مسا — دیکھے دل اب تن خاکی رہا
ہے یہی خواہش کہ ہو وہ بھی فدا

آپ ہی بھولے ہو تم راہ صواب — اور ناحق ہوگئے جلکر کباب
کبر و غصہ نے کیا تمکو خراب — جو ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں تمھیں لوگو نہیں خوف عقاب

عالم و درویش و سجادہ نشیں — ہے بھرا سب میں فساد و کبر و کیں
منہ میں رحمن دل میں شیطان لعیں — سخت شورے اوفتاد اندر زمیں
رحم کن بر خلق ای جان آفریں

ہے سراج الحق کی یارب یہ دعا — حسب منشای امام الاتقیا
یوں نچھوڑیگا کوئی راہ خطا — کچھہ نمونہ اپنی قدرت کا دکھا
تجکو سب قدرت ہے ای رب الوریٰ

مگر جسقدر لوگ اس جماعت میں داخل ہوتے جاتے ہیں یہ تمام وجوہ شرکیہ بھی زائل ہوتے چلے جاتے ہیں اور انوار توحید سے اُسکی جماعت روشن اور منور ہوتی چلی جاتی ہے اور یہ وہی نور ہے جو مکاشفہ میں مولوی عبد اللہ صاحب مرحوم کو قادیان کیطرف اپنی استعداد کے بموجب آسمان سے

اُترتا ہوا معلوم ہوتا تھا پس اس آیت استخلاف سورہ نور نے ثابت کر دیا کہ زمانہ بعثت اس مسیح موعود کا آنحضرت صلعم کے تیرہ سو برس کے بعد ضرور ہونا چاہیے تھا تاکہ وہ نور نبوت محمدیہ جسکی مثل آیت نور مندرجہ سورہ نور میں فرمائی گئی ہے بذریعہ استخلاف اس مسیح موعود کے چودھویں صدی میں مثل چودھویں رات کے تاباں و درخشاں ہو علاوہ اس تعیین تاریخ بعثت مسیح موعود کے جو لفظ کملے ثابت ہوتی ہے آیات بینات اور شواہد ارضی و سماوی بھی اُس کے دعویٰ کے ثبوت کے لیے موجود ہیں کہ اسی چودھویں صدی کے آغاز کو اُنکی بعثت کا زمانہ ثابت کرتے ہیں جیسا کہ کہا ہے

آسماں بارد نشاں الوقت میگوید زمیں ایں دو شاہد از پے تصدیق من استادہ اند

خلاصہ کلام یہ کہ بابو صاحب کو موسیٰ و عیسیٰ رؤیا میں دکھلاکر استخلاف موسوی کیطرف توجہ دلائی گئی ہے تاکہ سلسلہ استخلاف محمدی کیطرف اپنے ذہن کو منتقل کریں ورنہ رؤیا اُنکی محض غلط اور خلاف واقع رہیگی۔ اور مسیح کے وہ معنی جو آپنے قاموس اور منتہی الارب سے لکھے ہیں وہ اسجگہ ہرگز ہرگز درست نہیں ہو سکتے کیونکہ اس مسیح موعود کا صدق دلائل قطعیہ و یقینیہ سے ثابت ہو چکا ہے اور مسیح موعود باتفاق جماہیر اہل اسلام کے کاذب نہیں ہو سکتا کاذب مسیح وہی ہے جو مسیح دجال کر کر مشہور ہے نہ وہ مسیح عیسیٰ جو ابن مریم کر کے مشہور ہے اور چونکہ صفحہ ۳۵ نمبر ۴ میں آپ خود اقرار کرتے ہیں کہ خواب کی اکثر تعبیریں عجیب و غریب ہوتی ہیں آخر تک لہذا گذارش ہے کہ یہ تعبیر جو ہمنے لکھی ہے کچھ ایسی بعید و عجیب بھی نہیں عند العقل بہت قریب ہے اور آپکی تعبیر جو لفظ موسیٰ کی نسبت لکھی ہے اگر تسلیم کی جاوے تو مراد اُس سے یہی ہے کہ وہی عیسیٰ موعود اپنے دشمنوں پر فتح اور ظفر پاوے گا اُسکا الہام و بنصرت اللہ فی المواطن موجود ہے پھر تمام واقعات سالہا سال اسی اثبات پر شہادت دے رہے ہیں کہ ہر ایک میدان میں فتح و ظفر اُسی کے حصہ میں آئی ہے علوم منقولی میں جسنے اُسکا مقابلہ کیا فتح و ظفر اُسی کے خدام کے ہاتھ رہی علوم معقول میں تمام اُسکے مخالفین ناکام رہے مقدمات عدالت و فوجداری میں بھی جو اُسپر الزام قتل وغیرہ وغیرہ کے لگائے گئے اُنمیں بھی اُسکے مخالفین ہی ذلیل و خوار ہوئے۔ اب آپ اپنے الہاموں کو اُسکی مخالفت میں پیش کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بموجب حکم مندرجہ آیت فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ آیاتہ کے متوجہ ہوا ہے کہ تمام آپکے مخالف اور فاسد القاء ونکو منسوخ فرماوے۔

قولہ جیسے مرزا صاحب نے اپنی غلطی سے عیسیٰ مشہور کیا ہے الخ صفحہ ۴۲ نمبر ۵۔ **اقول** یہ آپکی سراسر غلطی ہے حضرت اقدس کا ہرگز ہرگز یہ دعویٰ نہیں کہ میں وہی عیسیٰ بن مریم نبی اسرائیلی ہوں جو فوت ہو چکا ہے افسوس کہ باوجودیکہ آپنے کتابیں حضرت اقدس کی مدت تک مطالعہ کیں ہیں اور پھر بھی آپ دعویٰ حضرت اقدس میں اور مخالفوں کے اتہام میں کچھ تمیز نہیں کر سکے تمام گلستان پڑھ کر پھر

اپ ہی کہتے ہیں کہ یہ حکایتیں حکایتیں ہمنے نہیں پڑہیں یہ کیا لکھا ہے اور دعوی مظہریت حقیقت عیسوی کا اور نیز
دعوی بروز محمدی و احمدی اس مسیح موعود کے لیے نہایت ضروری ہے اگر تینوں حقیقتیں اُس کے اندر
جلوہ گر نہ ہوویں تو پھر فرمائیے مخالفین پر اتمام حجت اسلام کا اس زمانہ فتن دجالیہ میں کیونکر متصور ہو سکتا
ہے اور لیظهره على الدين كله کی پیشین گوئی کیونکر پوری ہو سکتی ہے اور عیسائیوں کے خدا کی
خدائی کیونکر مٹ سکتی ہے اللہ تعالی جو سب سے زیادہ غیور ہے اُسکی غیرت واسطے اعلاء کلمۃ الاسلام کے تقاضا
کر رہی ہے کہ بنا بر اظہار برکات اسلام کے یہ دعاوی جنکے ثبوت کے لیے آسمان و زمین شہادت دے رہے
ہیں ضرور کیے جاویں یہ زمانہ اسلام کے واسطے لیظهره على الدين كله کا آگیا ہے اور اس غرض میں تعمیل
امر الٰہی وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ کی نہایت ضروری ہے۔

چوں کا فرا ستم بہ پرستد مسیح را || غیوری خدا بسرش کرد ہمبرم
اینک منم کہ حسب بشارات آمدم || عیسی کجاست تا بنہد پا بمنبرم

اور صفحہ ۶۶ نمبر ۴ میں خود آپکا اقرار بھی موجود ہے وہو ہذا یہ عام مشاہدہ و معمول ہے کہ جسقدر آقا امیر سردار
اور متبوع عالی شان و ذی رتبہ ہوتا ہے اسی قدر اُسکے خادم و تابع کی عزت و توقیر ہوتی ہے اور وہ
توقیر و عزت در اصل اُسی سردار متبوع کی ہے دیکھو صفحہ ۲۶ و ۲۷ و ۲۸ و ۲۹ و ۳۰ وغیرہ وغیرہ کو بلکہ بابو
صاحب نے صفحہ ۱۳ میں اپنے اقرار سے تمام نزاعوں کا فیصلہ خود کر دیا ہے اور فصل ۱ تشریح ثالث میں لفظ
نبی اور رسول کے استعمال کی بابت بھی رفع نزاع کر دیا ہے کہ اگر کسی اُمتی کو بلفظ نبی یا رسول مخاطب کیا گیا
ہو تو مراد اُس سے خبر دینے والا اور بھیجا ہوا ہوتا ہے انتہی ۔ ہاں مجکو اسمقام پر اسقدر اور کلام ہے
کہ جبتک کوئی امام یا مجدد اپنے مقتدا اور متبوع یعنی حضرت خاتم النبیین ؐ کا عکس کامل نہ ہوگا تب تک نور
حقیقت محمدیہ کا مانند مثل اُس نور کی جو سورہ نور میں بیان کی گئی ہے تابان و درخشاں نہیں ہو سکتا اندر منصوبہ
استخلاف اُس نور کامل الظہور کا بھی اُس مجدد کے ذریعہ کمال طور پر نہیں ہو سکتا حالانکہ اس زمانہ میں
بمقابل تمام فتن دجالیہ و علوم طبعیہ ہندسیہ و فنون ارضیہ و سماویہ کے اُس نور حقیقت محمدیہ و احمدیہ
کا ظہور کامل طور پر ضرور تہا اور یہی سر ہے اُن دعاوی کا جو یہ مسیح موعود بمقابل مخالفین اسلام دنیا میں
شائع کر رہا ہے اب میں سخت متحیر ہوں کہ باوجود ان اقراروں کے پھر بابو صاحب کو کیا ہو گیا ہے
کہ مدت کی تصدیق کے بعد منکر اور مکذب ہو گئے ؎ چشم باز و گوش باز و این ذکا + خیرہ ام در چشم
بندی خدا + اس بیان سے وہ سب خیال بابو صاحب کا رد ہو گیا جو صفحہ ۳۲ نمبر ۷ میں لکھا ہے آگے رہا
خصوصیت کے ساتھ دعوی عیسی بن مریم موعود ہونے کا سو وہ اسلیے ہے کہ مخبر صادق نے جو پیشین گوئی
اس امت محمدیہ کے لیے نزول عیسی بن مریم کی فرمائی تھی اُسکا پورا ہو جانا ثابت ہوا اور وہ شرک عیسائیوں کا
دور ہو جو اس اُمت محمدیہ میں بھی شایع ہو گیا ہے کہ عیسی بن مریم میں صفت مختصہ الوہیت یعنی حی موجود ہے اور الان

کے مصداق ہیں وغیرہ وغیرہ اور مسیح موعود کی پیشین گوئی کے پورا ہونے نہونے میں جو بالفعل اختلاف امت میں ہے وہ رفع ہو لہذا حضور صیت کے ساتھ اسکا ثبوت آیات بینات سے بیان کیا جاتا ہے ورنہ الہامات میں تو بنام آدم نوح ابراہیم محمد احمد وغیرہم بھی مخاطب کیا گیا ہے ہم اس سے کب انکار کرتے ہیں اب انصاف سے فرمایئے کہ باوجود اپنے اقراروں کے اور وضوح امر ہذا کے ٹھوکریں اور غلطیاں آپ نے کھائیں یا کسی دوسرے نے اور جو عبارت آپ نے مدارج السالکین سے نقل فرمائی ہے اسکی نسبت سابق میں بھی ہم لکھ چکے ہیں اور پھر مکرر عرض کیا جاتا ہے کہ بالضرور ہمکو مسلم ہے کہ نفس الہام حجت شرعی نہیں ہے جبتک اُس کے ساتھ بینات اور شہادات من عند اللہ پیدا نہوں ہاں مسیح موعود کے الہامات کے لیے چونکہ شہادت الیہ بھی موجود ہیں لہذا حجت ہیں اور یہی مطلب ہے اُس جملہ کا جو لیظہرہ علی الدین کلہ کے فرمایا گیا ہے کہ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا یعنی اللہ کیطرف سے مسیح موعود کی زمانہ میں شہادۃ اللہ بھی پیدا ہو جاوینگے لہذا اُسکا الہام حجت ہوگا پس عبارت مدارج السالکین کی ہمارے علم کے مفید ہے نہ مخالف اور یہ کیسا عجیب نکتہ ہے کہ نہ اس زمانہ میں کوئی ملہم اپنے الہام کی حجیت کا قائل ہے اور نہ کوئی سابقین اولیاء اللہ میں اپنے الہاموں کی حجیت کا قائل ہے اور اسی مسئلہ عدم حجیت الہام کو تمام متکلمین علم کلام میں لکھتے چلے آئے ہیں کیونکہ اُن کے الہاموں کیلیے شہادۃ من عند اللہ موجود نہیں تھی بخلاف مسیح موعود کے کہ اُس کے لیے پیشین گوئی مندرجہ آیت لیظہرہ علی الدین کلہ کے ساتھ کفی باللہ شہیدا بھی فرمایا گیا اور وہ فقرات بھی کفی باللہ شہیدا کیلیے شہادت دیدی دیکھو کسوف وخسوف کو تعطیل عشار کو جو بسبب اجرائے ریلوے کے ہوتی جاتی ہے وغیرہ وغیرہ جو مسک العارف وغیرہ میں درج ہیں واخر دعوانا ان الحمد للہ الذی ینسخ ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ ایاتہ

قولہ سو اسکے جواب میں ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم خاص توجہ اور غور کے لائق ہے صفحہ ۳ سطر ۱۵۔ **اقول** بابو صاحب نے مضمون اس الہام کی تصدیق کے لیے چند امور اختراع یا افترا کیے ہیں اول مولوی عبد اللہ صاحب کی توہین و تحقیر کرنا دوسرے سابق تحریر و تکفیر ترمیم و ملائمت اور حال کی تحریروں میں علو و بلندی اور کبر اور مولویوں کی نسبت کلمات نہایت سخت و سست کہنا اور پھر الہام ذیل اس تغیر کے مؤید اور مثبت ہیں **فقولہ** قیام بعد نمونہ قل ھو اللہ احد الخ یہ صریحاً مرزا صاحب کی تراشیدہ تثلیث مندرجہ فتح ہند و برکات کیواسطے ایک اسمی وہ نیت جائز کریگا رد و جواب معلوم ہوتا ہے کا نوا قوما عالین فرعون منکو ما انتم تو ھسالی الی حکما وجعلنی من المرسلین

اقول اے ناظرین یہ اسباب ہیں جنسے بابو صاحب اور اُن کے رفیق حضرت اقدس پر تغیر کا

الزام لگا کر ایک ثابت شدہ صداقت یعنی مجددیت کے منکر ہو گئے جسکے ثبوت کیلیے صدہا ادلہ یقینیہ موجود ہیں
اور جن امور کو موجبات تغیر قرار دیا ہے اُنمیں سے ایک امر بھی صحیح اور قابل التفات نہیں مولوی عبداللہ صاحب
کی توہین وتحقیر حضرت اقدس کی کسی تحریر وتقریر میں نہیں پائی جاتی ہاں جو مرتبہ اُنکو حاصل نہیں تھا وہ مرتبہ اُنکو
کیونکر دیا جاوے وہ مجدد نہیں تھے مہدی و مسیح موعود نہیں تھے وہ نور آسمانی نہیں تھے جسکا نزول خود
اُنکو مکاشفہ میں آسمان سے قادیان کیطرف ظاہر ہوا اور آپ بھی قائل نہیں کہ یہ مراتب اُنکو حاصل تھے پھر یہ امر
کیونکر موجب تغیر ہو سکتا ہے کیا آپنے مولوی عبداللہ صاحب کی زبانی کبھی فضائل مہدی و مسیح موعود کے نہیں سنے
اور کیا باب فضائل مہدی و مسیح موعود کتاب مشکوٰۃ المصابیح وغیرہ میں بھی نہیں دیکھا۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ
مولوی عبداللہ صاحب ہوں یا دیگر علما ظواہر یا اولیاء بواطن روبرو مسیح موعود اور مہدی مسعود کے اُنکی کیا
حقیقت ہی سابق ہم ثابت کر چکے ہیں کہ مہدی اور مسیح موعود کی نصرت تو تمام علماء ظاہر و باطن پر فرض ہے
اور یہی مقصود ہے بعیت سے کہ بہمہ تن تمام اُمت تائید اسلام اور تجدید دین متین میں اُس مجدد کے ساتھ شامل ہو جاوے
سلمنا کہ مولوی عبداللہ صاحب کا کوئی عیب یا نقص جو واقعی اُنمیں موجود ہو اور اُسکو کسی غرض صحیح سے بیان کیا
گیا ہو تو اس سے کونسا محذور شرعی لازم آتا ہے تمام اکابر محدثین رجال حدیث اور اُسکے رواۃ کا حسن وقبح
باغراض صحیحہ بیان کرتے چلے آئے ہیں اور فن جرح وتعدیل کا حدیث کے جانچنے اور پرکھنے کے لیے ایک رکن عظیم الشان
ہے اس جرح وتعدیل سے جو امر حق کہ ایک ثابت شدہ صداقت ہو گیا ہے اُسمیں کیونکر تغیر آسکتا ہے ایسے ظنون
فاسدہ کی پیروی کرنا بمقابلہ ایک امر حق ثابت شدہ کے مصداق قتل الخراصون الذین ھم فی غمرۃ
ساھون کا ہوتا ہے امر دوم بھی محض افترا ہے حضرت اقدس کا طرز تحریر جو ابتدا میں تھا وہی آج تک جاری
ہے ہاں جبکہ مولوی صاحبان کیطرف سے فتوہای تکفیر جاری کیے گئے یہانتک نوبت پہنچی کہ قتل کے فتوے
ہوئے ننگ و ناموس پر بھی حملہ کیا گیا طرح طرح سے ایذائیں دی گئیں دجال و کذاب کہا گیا کفار واشرار سے بدتر
قرار دیا گیا وغیرہ وغیرہ پھر ایسے فساق و فجار کیلیے جو الفاظ لکھے گئے ہیں وہ کیونکر نہ لکھے جاتے اظہار
حق کیلیے اُن کلمات کے لکھنے کی سخت ضرورت تھی قال اللہ تعالیٰ فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدیٰ علیکم
واتقوا اللہ واعلموا ان اللہ مع المتقین۔ ایضا ویل لکل ھمزۃ لمزۃ نالذی جمع مالا وعددہ
علی الخصوص مامورین اللہ کیلیے ایسا اظہار حق تو نہایت ضروری ہو جاتا ہے اور داعی الی اللہ کو کسی جگہ ملائمت
برتنے کی بھی ضرورت پڑتی ہے اور کسی مقام پر درشتی کی ضرورت آپڑتی ہے پھر یہ امر موجب تغیر کیونکر ہو سکتا ہے
اب اس بیان سے صاف ثابت ہے کہ فتزل قدم بعد ثبوتہا کو اگر الہام مانا جاوے تو یہ آپ کیلیے زجر و تنبیہ
ہے جیسا کہ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسھم میں آپکے لیے ایک تنبیہ شدید ہے
اس بیان سے کالشمس فی نصف النہار روشن ہو گیا کہ تغیر جسقدر ہوا وہ آپ ہی کیلیے ہوا ہے ہذا یہ الہام بھی
آپکیلیے تو بیجا وارد ہوئے ہیں۔ الہام قل ھو اللہ احد۔ الخ اگر آپکو ہوا ہو تو صریح معلوم ہوتا ہے

کہ آپ کی ہدایت کیلئے تنبیہ شدید ہے کیونکہ یہ امر تو ظاہر ہے کہ اس صدی میں مسیح موعود کی بعثت سے یہی غرض ہے
کہ سورہ اخلاص کی تفسیر تمام دنیا میں شائع کی جاوے اور تثلیث نصاریٰ کا ابطال ہووے کوئی اشتہار کوئی رسالہ
کوئی کتاب بلکہ کوئی تقریر اُسکی ایسی نہیں پائی جاتی جسمیں ابطال اتخاذ ولد اور تثلیث نصاریٰ کا موجود نہو اور
ابطال مذہب نصاریٰ کیلیے وہ طریقہ ایجاد کیا ہے کہ تمام عمارت مذہب نصاریٰ کی بیخ و بنیاد سے اکھاڑ دی ہے
کسر صلیب کا ایسا مشاہدہ کرا دیا ہے کہ قیامت تک مذہب صلیبی کی کوئی وقعت باقی نرہیگی کانہ صارت خاویۃ
علیٰ عروشہا۔ والحمدللہ پس ایسے مجدد پر یہ اتہام کرنا کہ اپنے واسطے ابنیت کا جواز کیا ہے یا تثلیث کا قول کیا ہے
اُسکا جواب بجز اسکے اور کیا دیا جاوے کہ فانہا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور ہاں
منشر کانہ تثلیث اور ابنیت کو مردود کر کر جو مراد اصلی اُسکی تھی اُسپر ایک چمکتا ہوا نور ڈالدیا ہے تا کہ ضلالت مذہب نصاریٰ کے
کی ہر کہ و مہ پر روشن ہو جاوے ؎ رو تو زنگار از رخ خود پاک کُن ؛ بعد ازاں آں نور را ادراک کن ؛
افسوس ملہم کشف حقیقت کو آپنے محل اعتراض قرار دیدیا انا للہ وانا الیہ راجعون یہاں پر بعض فقرات رسالہ
توضیح مرام سے نقل کیے جاتے ہیں تا ناظرین کو ثابت ہو کہ بابو صاحب کی اس قسم کی نکتہ چینیاں محض عناد اور تکبر سے
ناشی ہیں فقرہ اول جس خاصیت اور قوت روحانی میں یہ عاجز اور مسیح ابن مریم مشابہت رکھتے ہیں الخ یہ الفاظ ظاہر
قرینہ اسبات پر ہیں کہ اسجگہ ہرگز ہرگز توالد اور تناسل جسمانی مراد نہیں ہے بلکہ مشابہت روحانی مراد ہے۔ فقرہ
دوم۔ ہم دونوں کے روحانی قویٰ میں ایک خاص طور پر مجموعی خاصیت رکھی گئی ہے۔ فقرہ ۳ جو اول بندہ کے
دلمیں بارادہ الٰہی پیدا ہو کر رب قدیر کی محبت کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور پھر اُن دونوں محبتوں کے ملنے سے
جو در حقیقت نر اور مادہ کا حکم رکھتی ہیں الخ یہ فقرہ صاف کہہ رہا ہے کہ ان دونوں محبتوں کو مجازاً واسطے تفہیم عوام کے
بطور نر اور مادہ کے سمجھنا چاہیے یعنی جسطرح بغیر نر اور مادہ کے پسر پیدا نہیں ہوتا اُسیطرح جبتک کہ دونوں
محبتیں نہ ہوویں کوئی ثمرہ اور نتیجہ بغیر اُن دونوں کے ملنے کے حاصل نہیں ہوتا۔ فقرہ ۴ سو اس درجہ کے
انسان کی روحانی پیدائش اُسیوقت سے سمجھی جاتی ہے جبکہ خداتعالیٰ اپنے ارادہ خاص سے اسمیں اسطور کی
محبت پیدا کر دیتا ہے۔ فقرہ ۵۔ اس مرتبہ کی محبت میں بطور استعارہ یہ کہنا بیجا نہیں ہے کہ خداتعالیٰ کی محبت سے
بھری ہوئی روح اس انسانی روح کو جو بارادہ الٰہی اب محبت سے بھر گئی ہے ایک نیا تولد بخشتی ہے اسوجہ سے اس محبت
کی بھری ہوئی روح کو خداتعالیٰ کی روح سے جو نافخ المحبت ہے استعارہ کے طور پر ابنیت کا علاقہ ہوتا ہے اور چونکہ
روح القدس ان دونوں کے ملنے سے انسان کے دلمیں پیدا ہوتی ہے اسلیے کہہ سکتے ہیں کہ وہ ان دونوں کیلیے بطور ابن
ہے۔ ان فقرات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ابن اور علاقہ ابنیت سے مراد متکلم کی ثمرہ اور نتیجہ ہے لا غیر ذالک
اس قسم کے استعارات کتاب و سنت میں بھی پائے جاتے ہیں قال اللہ تعالےٰ واذکروا اللہ کذکرکم اباءکم
او اشد ذکرا۔ عن ابی ہریرۃ ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال الانبیاء اخوۃ العلات امہاتہم شتی
ودینہم واحد رواہ ابو داؤد۔ طبرانی میں بھی ہے الخلق کلہم عیال اللہ واحبہم الیہ انفعہم لعیالہ

دیکھو ان حدیثوں میں کسقدر مجاز اور استعارہ کے الفاظ موجود ہیں۔ فقرہ - ۶ - اور یہی پاک تثلیث ہی جو اسدرجہ کے لیے ضروری ہے جسکو ناپاک طبیعتوں نے مشرکانہ طور پر سمجھ لیا اور ذرہ امکان کو جو ہالکۃ الذات اور باطلۃ الحقیقت ہے حضرت اعلیٰ واجب الوجود کے ساتھ برابر ٹھیرا دیا ہے انتہیٰ اب ناظرین ذرہ غور فرما دیں کہ وہ مسئلہ تثلیث کا جسکو تمام جم غفیر نصاریٰ نے تحریف و تغییر کر کر کہیں سے کہیں پہنچا دیا تھا حضرت اقدس مرزا صاحب نے اُسکی اصل حقیقت کو کیسا منکشف فرما دیا پھر دیکھو صفحہ ۲۲ توضیح مرام کو اور یہ سب روحانی مراتب ہیں کہ جو استعارہ کیطور پر مناسب حال الفاظ میں بیان کیے گئے ہیں یہ نہیں کہ حقیقی ابنیت اسجگہ مراد ہے یا حقیقی الوہیت مراد لیگئی ہے ونعوذ باللہ منہ اور اس کشف حقیقت کی ضرورت اسوسطے پڑی ہے کہ چونکہ حضرت اقدس کو واسطے اصلاح قوم نصاریٰ کے ایک خاص نور عنایت فرمایا گیا ہے مس۔ چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند ❊ مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند ❊ پس اس مصلح پر ضروری ہے کہ جو تحریفات اقوال و احوال یا تغیرات عقائد و افعال قوم نصاریٰ میں پائے جاتے ہیں اُنکی اصلی حقیقت اور نفس الامری کیفیت واضح کر کر انکی اصلاح اُسکے ذریعہ سے بخوبی کیجاوے تاکہ وہ قوم حقیقت واقعیہ کو سمجھکر جس ضلالت اور گمراہی میں پڑگئی ہے اُس سے نجات پاوے اور پورا اتمام حجت ہو جیسا قرآن مجید کا ایک مقصد بمقاصد مہمہ سے یہ بھی ہے کہ اہل کتاب نے جو کسی مسئلہ کو تحریف و تبدیل کر کر کچھ کا کچھ کر دیا ہو اُسکو اپنی اصلی حقیقت پر بیان فرما دیا جاوے اگر ناظرین کو زیادہ تفصیل کیساتھ اس نکتہ چینی کا رد و جواب دیکھنا منظور ہو تو تحذیر المؤمنین کا مطالعہ کریں پس ثابت ہوا کہ ایسی نکتہ چینیوں کا سبب بجز عناد اور تکبر کے اور کچھ نہیں ہے اور آپکے تغیر کی وجہ وہی ہے جو انا خیر منہ خلقتنی من نار و خلقتہ من طین میں مذکور ہے ہاں آپکا یہ ہجا اور الفاظ بھی شیطانی ہے کہ اُن دعاوی کو جو واسطے اعلاء کلمۃ اللہ اور تائید اسلام کے یا واسطے اظہار برکات دین اسلام کے حضرت اقدس منجانب اللہ کر رہے ہیں اُنکو مبنی بر تعلّی یا علو مذموم خیال کیا جاوے کیونکہ اسلام کا غلبہ اور اظہار تمام ادیان باطلہ پر جو اسوقت مراد الٰہی ہے کما قال تعالیٰ لیظھرہ علی الدین کلہ وکفی باللہ شھیدا وہ بجز اظہار شہادۃ اللہ کے جس سے مراد آیات ربانی اور نشانات آسمانی ہیں اس زمانہ فتن دجالیہ میں کیونکر ہو سکتا ہے معہذا آپ ان آیات بینات اور نشانات آسمانی سے استکباراً اور عناداً اعراض کرتے ہیں لہذا مدت ہوئی کہ حضرت اقدس نے اس آپکے استکبار اور عناد ہی کی وجہ سے آپ جیسے معاندین و مخالفین سے بحث مباحثہ نہ کرنیکا اشتہار شائع کر دیا ہے جسکو آپنے فرار سمجھ رکھا ہے اور یہ الہام ذیل آپکا اگر تسلیم کیا جاوے حکایتاً عن المسیح الموعود ہے کہ ففررت منکم لما خفتکم فوھب لی ربی حکما وجعلنی من المرسلین۔ نہ آپ کیلیے جواز۔ وہ تکبر و عناد کی آیات الٰہیہ اور نشانات سماویہ سے اعراض کر رہے ہیں اور بمقابلہ کبر و عناد داعتدا کے یہی سُنت الٰہیہ ہے قال اللہ تعالیٰ ساصرف عن ایاتی الذین یتکبرون فی الارض بغیر الحق وان یروا کل ایۃ لا یؤمنوا بھا وان یروا سبیل الرشد لا یتخذوہ سبیلا ذلک بانھم کذبوا بایاتنا وکانوا

عنہا غافلین۔ **قولہ** بوقت روانگی قادیان ۴۲ رمضی ۱۸۹۵ء ہفتہ کا الہام انماھی زجرۃ واحدۃ فاضت لک شفتاک یا نائب رسول اللہ جو میرے الہامات کو تمام و کمال مرزا صاحب کو سنا دیئے اور پڑھ دیئے بھی پورا ہوا صفحہ ۱۳ **اقول** بیان ماسبق سے ناظرین کو واضح ہو گیا ہے کہ جب عبد الہامات آپنے قادیان آکر حضرت اقدس کو سنائے اکثر حصہ اُن کا آپکے اوپر بمنزلہ زجرۃ واحدۃ کے ہو گئے پس الہام انماھی زجرۃ واحدۃ آپ ہی کے اوپر وارد ہوا ہے اور وہ الہام فاضت لک شفتاک یا نائب رسول اللہ بطور تعلیم آداب خطاب با مسیح موعود آپکو بتایا گیا ہے کہ اس مامور من اللہ کے ساتھ اس طرح پر خطاب کرو کہ فاضت لک شفتاک یا نائب رسول اللہ کیونکہ ہمکو بھی علم ہے کہ مدت سے ہم ان کیلیے یہ الہام کر چکے ہیں کہ فاضت الرحمۃ علی شفتیک پس ثابت ہوا کہ اس الہام کو بابو صاحب کا اپنے واسطے قرار دینا ایک القائے شیطانی ہے جو مصداق ہے آیت افرأیت من اتخذ الٰھہ ھواہ کا۔ ایضاً وکذلک جعلنا لکل نبی عدوا شیاطین الانس والجن یوحی بعضہم الی بعض زخرف القول غرورا فالحمد للہ الذی ینسخ ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ ایاتہ۔

قولہ یہ تو انصاف نہیں کہ اپنے واسطے کچھ اور دوسروں کیواسطے کچھہ کیا یہ عمل ویل للمطففین میں داخل نہیں ہو سکتا۔ صفحہ ۱۸ **اقول** ای بابو صاحب آپکا تو خود اقرار موجود ہے کہ الہامات خواہ مولوی عبد اللہ صاحب کے ہوں یا آپکے دادا پیر صاحب کے حجت شرعی نہیں ہیں ہاں اگر اُن کیلیے برہان اور دلیل موجود ہو تو حجت بھی ہو سکتے ہیں جیسا کہ مدارج السالکین سے آپنے نقل کیا ہے اور ہمنے ثابت کر دیا ہے کہ مسیح موعود کی بعثت اس قرن میں ضروریات دینیہ سے ہے اور اُنکی بعثت کو اس صدی میں تسلیم نہ کرنا کتاب و سنت کی تمام پیشین گوئیوں کو ضائع کر دینا ہے ونعوذ باللہ منہ اور بعثت من اللہ کے معنی یہی ہیں کہ جب بعد ضرورت الہامات کی تجدید اسلام کیلیے ضروری ہے مسیح موعود کو وہ الہام دیے جاویں پس الہامات مہدی و مسیح موعود بسبب قائم ہونے آیات بینات کے اوپر مہدویت اور مسیحیت اُنکی کے حجت ہیں علاوہ اسکے پہلے اُسکے الہام پر کتاب اللہ و سنت صحیحہ بھی شاہد ہیں اور آپکا یہ اعتراض کہ الہام اصحابہا ثابت وفرعہا فی السماء میر عباس علی کی نسبت پورا نہوا یہ سہرتا پا دلیل ناواقفی کی ہے کیا رسالہ الہامات میں تو بوجوہ چند اول انکا اس نفس الہام میں عباس علی کا نام و نشان تک نہیں حضرت اقدس نے صرف اپنے خیال اور اجتہاد سے اس الہام کو اُسکے حق میں قرار دیا تھا افسوس ہے کہ آپ الہام اور اجتہاد میں بھی فرق نہیں کر سکے ثانیاً باوجود یکہ آپ صفحہ نمبر میں یہ اقرار کر چکے ہیں دیکھو نمبر ۲ کہ وہو ہذا صلح حدیبیہ کے متعلق پیغمبر صاحب صلعم بموجب القاء و حکم الٰہی جل شانہ و عز برہانہ مکہ شریف کو مسجد الحرام کیطرف بامید عمرہ معہ تیرہ چودہ سو صحابہ کرام کے حسب اختلاف الروایات تشریف فرما ہوئے تو اس سال صلح حدیبیہ ہو کر جسکا نام اللہ تعالیٰ نے فتح فرمایا دوسرے سال وہ وعدہ الٰہی پورا ہوا حالانکہ سب کا یہی خیال تھا کہ اسی سال کے لیے یہ حکم و وعدہ خداوندی ہے

اور جلیل القدر صحابہ کو شاق بھی گذرا۔ اس واقعہ میں منام و حکم تو صاف و ظاہر تھا جس پر آنحضرت صلعم
نے تیار ہو کر سفر اختیار فرمایا تھا لیکن میعاد و وقت بعد میں ظاہر ہوئی انتہی بلفظہ۔ ایسے ہی نمبر ۵ میں
آپ نے حدیث فذہب وہلی وغیرہ کو نقل فرما کر اجتہادات آنحضرت صلعم میں وقوع خطا کا اقرار کیا ہے
پھر مہدی اور مسیح کے کسی اجتہاد کے پورا نہ ہونے پر آپکا اعتراض کیسا غیظ و غضب یا عناد و تکبر پر
مبنی ہے کہ اس کے جوش وغیرہ میں تمام اقرارات فراموش کر دیئے خیر مرا یاد و ترا فراموش و لکن اللہ
یؤخذ ما قدرہ۔ ثالثاً مولوی عبداللہ صاحب کے الہامات جو مولوی محمد حسین صاحب کی نسبت تھے وہ جس
بارہ میں رد و بدل کے بعد منجانب اللہ مولوی صاحب مرحوم نے بیان فرمائے تھے اگر آپکو ہمارا یقین نہ ہو تو
خود مولوی محمد حسین سے جو آجکل آپکے گاڑھے دوستوں میں سے ہیں بحلف دریافت فرما لیویں اگر مولوی محمد حسین
صاحب بحلف ہمارے بیان کی تصدیق کریں تو فبہا ورنہ ہم اپنے اس اعتراض کو یعنی (نہ پورا ہونے الہامات
مولوی عبداللہ صاحب کے درباره مولوی محمد حسین کے) واپس لیویں گے۔ رابعاً عباس علی صاحب کی نسبت
اسی جگہ پر ازالہ میں الفاظ ذیل دیا ہیں یہ سادہ بہت ہیں اسیوجہ سے بعض موسوسین کے وساوس ان کے
دلکو غم میں ڈالدیتے ہیں الخ موجود ہیں جو ان کے عواقب امور پر کسقدر مشعر ہیں۔ خاص یہ امر ہے
کہ خود لفظ الہام میں جو ضمیر ہا ہے اصلہا اور فرعہا میں وہ مونث کی ضمیر ہے۔ یہ بدیہی ایک شاہد
اور نہایت مستحکم دلیل ہے اس امر کی کہ اس الہام کو حضرت اقدس نے اپنے ذہن میں میر عباس علی کی نسبت
قرار دیا تھا نہ الہام کی رو سے اور خطائے اجتہادی کی نسبت جو کچھ اقرار ہی اقرار ہے وہ گذر ہی چکا ہے
فتذکروا یا اولی الابصار پس یہ آپکا سراسر دجل ہے کہ اجتہادات و الہامات کے ساتھ خلط ملط کر کے
وقوع خطائے اجتہادی سے خود الہام کو غلط قرار دیدیتے ہو۔ ع چشم باز و گوش باز و این ذکا
خیرہ ام در چشم بندی خدا۔ سادساً خود عباس علی کو جو انکی حالت اعتقاد اور ارادت میں حضرت
اقدس نے خطوط ۱۸۸۴ء میں لکھی تھی انکی عبارت انکی سوء ارادت پر از روئے کشف کے دلالت کر رہی ہے چنانچہ
عبارت اس خط کی یہاں پر لکھی جاتی ہے دستی خط ۱۸۸۳ء کہ ایک بات واجب الاظہار ہے اور وہ یہ
ہے کہ وقت ملاقات ایک گفتگو کے اثنا میں بنظر کشفی آپکی حالت ایسی معلوم ہوئی کہ کچھ دلمیں انقباض ہے
اور نیز آپکے بعض خیالات جو آپ بعض اشخاص کی نسبت رکھتے تھے حضرت احدیت کی نظر میں درست نہیں تھا
الی قولہ تعجب نہیں کہ آیندہ بھی کوئی ایسا انقباض آپکو پیش آوے۔ علیٰ ہذا القیاس جو مکتوب بھی
عباس علی ۱۸ جنوری ۱۸۸۳ء میں حضرت اقدس نے تحریر فرمایا ہے وہ بھی الحکم میں طبع ہو چکا ہے
انکی نظر سے بھی گذرا ہوگا وہو ہذا۔ معلوم ہوا کہ ان سب میں سے (یعنی منکرین میں سے) ایک شخص
چلا آتا ہے جب نظر اٹھا کر دیکھا تو آپ ہیں انتہی بلفظہ ان عبارتوں کے دیکھنے سے جو عباس علی کے
انجام سے متعلق ہیں کیسی صفائی سے ثابت ہوتا ہے کہ عباس علی کے سوء انجام سے حضرت اقدس نے

متعدد تحریرات میں پیشین گوئی فرمادی ہے پس جبکہ کشف میں تو خاص کر کر عباس علی کی سوء عاقبت
کی پیشین گوئی موجود ہے اور الہام اصلها ثابت وفرعها فی السماء میں عباس علی کا نام تک موجود
ہیں پھر اُس الہام میں ضمیر مؤنث کی موجود ہے تو وہ الہام بحق عباس علی اجتہادی طور پر ہوا اور
نیز عسل مصفیٰ میں لکھا ہے کہ ایک خط حضرت اقدس کا موسومہ عباس علی بعد اُنکی موت کے برآمد ہوا جسمیں
صاف لکھا ہے کہ میں نے (حضرت اقدس نے) خواب میں دیکھا کہ آپ بیعت کرنیکے بعد بیعت سے روگرداں ہو گئے
ہیں دیکھو صفحہ ۵۰۶ نمبر ۳ - پس الہام پر اجتہاد کو ترجیح ہوگی یا الہام کو اجتہاد پر الحاصل اس بیان سے تمام
شکوک و شبہات شاکین کے زائل اور رفع ہوگئے والحمد لله الذی ینسخ ما یلقی الشیطان ثم یحکم الله آیاته

قولہ الہام جو اول فرزند ہونیکی نسبت تھا لیکن لڑکی ہوئی تھی الخ صفحہ ۱۲ نمبر ۲ **اقول**
چونکہ ہمکو ثابت ہو گیا ہے کہ الہام مسرف کذاب کے مصداق بالضرور آپ ہی ہیں لہذا اب کوئی مہمل جرح آپکی
مسموع نہوگی قال الله تعالیٰ واذا جاءکم فاسق بنبا فتبینوا آپ اُس اشتہار الہام کو پیش کریں ورنہ
لعنت الله علی الکاذبین کی وعید سے خوف کریں - **قولہ** پھر مرزا صاحب کا الہام فرزند کی نسبت جسکو بشیر
موعود سمجھکر اُسکی ہر ایک تقریب عقیقہ وغیرہ پر نہایت وثوق سے دھوم دھام کیگئی الی قولہ دعائے جنازہ
پڑھی جانیکا محل بنا صفحہ ۱۲ نمبر ۳ **اقول** بابو صاحب اس اشتہار میں کیا یہ نہیں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر
کھولا ہے کہ آیا یہی موعود ہے یا نہیں - پھر باوجود موجود ہونے اس تصریح کے کیسی بے ایمانی ہے کہ پھر اعتراض
کیا جاوے غایت الامر یہ ہے کہ اس لڑکے کے پیدا ہونیکی بھی پیشین گوئی کی تھی اور وہ حسب پیشین گوئی پیدا ہوا اور لڑکے
کے پیدا ہونے پر عقیقہ اور خوشی کرنا یا اُس کے اکرام کے لیے مہد بنوانا اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کرنا ہے جو
تعلیم اسلام میں مؤکد ہے ہاں اس لڑکے فوت شدہ کا موعود ہونا صرف اس اعتبار سے ہو سکتا ہے کہ اسکی تولد کی
بھی پیشین گوئی کی گئی تھی لیکن اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ وہ خاص موعود لڑکا یہی فوت شدہ تھا اگر آپکی
یہی سمجھ ہے تو تمام پیشین گوئیاں انبیا علیہم السلام کی بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی اکثر پیشین گوئیاں
نعوذ باللہ آپکے نزدیک غلط ہو جاوینگی خود دجال کی پیشین گوئی میں آنحضرت کے اجتہاد میں یہ بات تھی کہ خروج
اُسکا بہت ہی قریب ہے چنانچہ آپنے فرمایا کہ ان یخرج وانا فیکم فانا حجیجہ دونکم وان یخرج ولست
فیکم فامرء حجیج نفسہ الخ رواہ مسلم حالانکہ تیرہ سو انیس ۱۳۱۹ برس کا عرصہ گذر گیا لیکن آپکے نزدیک خروج
دجال کا ابھی تک نہیں ہوا پھر دوسری حدیث میں یہ الفاظ موجود ہیں لعله سیدرکه بعض من رانی
او سمع کلامی رواہ الترمذی وابوداؤد اور حضرت ابوہریرہ سے شرح السنہ میں یہ الفاظ صحیح کے
بھی موجود ہیں فلم یزل رسول الله صلی الله علیه وسلم مشفقا انه هو الدجال حالانکہ دجال کی پیشین
گوئی ایسی ہے کہ انبیاء سابقین بھی اُسکی خبر دیتے رہے اور آنحضرت نے اپنی پیشین گوئیوں میں دجال کو بہت
ہی قریب الظہور فرمایا پیشین گوئی تو خاص ایک دجال اکبر کے بارہ میں ہے اور دوسری حدیثوں میں

ماسوا اس دجال اکبر کے اور دجالوں کے پیدا ہونیکے بارہ میں ارشاد فرمایا ہے کہ لا تقوم الساعة حتی یبعث دجالون کذابون قریب من ثلثین الخ ان تیس دجالونکا وقوع ظہور و مرور کا عام علما شارحین حدیث مانتے ہیں کہ ہو چکا باوجودیکہ انکا خروج محول بقرب قیامت کیا گیا ہے اور دجال اکبر جسکو آنحضرت صلعم نے بہت ہی قریب الظہور بلکہ اپنے زمانہ حیات میں خیال فرمایا ہے آپکے نزدیک وہ ابھی تک ظاہر نہیں ہوا۔ پھر سلمنا حضرت اقدس سے جو لڑکا پیدا ہوا اُسکو خاص موعود خیال فرمایا تو الہام میں کیا نقص واقع پیدا ہوا باوجودیکہ آپ مدعی الہام ہیں لیکن تاہم اسرار الہام کے وجہ سے بالکل ناآشنا ہیں اے بابو صاحب الہامات متعلقہ پیش گوئیوں میں اکثر پہلو ایسے مخفی ہوتے ہیں جنکی حقیقت خود ملہم پر بھی مکشوف نہیں ہوتی حدیث فذہب وہلی کو آپ خود دیکھ چکے ہیں پھر میں حیران ہوں کہ باوجود ان تمام اقراروں کے وہ اعتراضات کیوں کیے جاتے ہیں جنسے حضرت خاتم النبیین صلعم کی پیشنگوئیوں پر بھی حرف آیا جاتا ہے ؎ چشم باز و گوش باز و این ذکا + خیرہ ام در چشم بندی خدا + اگر کوئی کہے کہ انبیاء علیہم السلام کی پیشینگوئیوں میں بعض پہلوؤں کے مخفی رہنے میں کیا سر و حکمت ہے۔ جواب۔ وہ یہ ہے کہ انسان کے قوای دماغیہ و عقلیہ بیکار نہو جاویں اور علوم کسبیہ و فنون اجتہادیہ ضائع نہوں اور تاکہ ہر ایک انسان اپنے قولی دماغیہ کو استعمال میں لاکر پورا مستحق اجر و ثواب کا ہو کیونکہ یہ مسئلہ مسلم ہے کہ انسان جس قوت کو استعمال میں نہیں لاتا وہ قوت چند عرصہ میں سُست و ضعیف بلکہ نیست و نابود ہو جاتی ہے اور نیز جبتک کہ قوای ظاہری و باطنی کا اللہ تعالے کی راہ میں استعمال نکیا جاوے تب تک استحقاق اجر و ثواب کا کیونکر حاصل ہو سکتا ہے۔ اور یہی استعمال قوای دماغیہ کا ایک ذریعہ ہے ترقی مدارج کا سلسلۃ العلوم پیر اسواسطے اللہ تعالے نے واسطے جاری رکھنے اس سلسلہ ترقی انسانی کے پیشینگوئیوں میں بھی اور نیز اپنے پاک کلام میں بھی آیات متشابہات کو نازل فرمایا کما قال اللہ تعالےٰ هو الذی انزل علیک الکتاب منه ایات محکمات هن ام الکتاب واخر متشابهات اور یہی ایک ذریعہ ہے تمیز کا درمیان محققین اولوالالباب اور درمیان مبطلین الذین فی قلوبہم زیغ کے کما قال تعالےٰ فاما الذین فی قلوبهم زیغ فیتبعون ما تشابه منه ابتغاء الفتنة وابتغاء تاویله وما یعلم تاویله الا الله والراسخون فی العلم یقولون امنا به کل من عند ربنا وما یذکر الا اولو الالباب اور یہی سر ہے کہ مجتہد اپنی خطا پر بھی مستحق ایک ثواب کا ہوتا ہے کیونکہ اُسنے مامور بہ یعنی تدبر کے بجالانے میں حتی الوسع کوشش کی ہے یعنی جسقدر قوای دماغیہ اُسکو عطا ہوئی تہیں اُنکو واسطے تدبر کے استعمال کیا ہے جو یہی تدبر مامور بہ ہے پس اس امر کی بجا آوری کے سبب اُسکو ثواب ملتا ہے گو اُسکے اجتہاد و سعی میں خطا واقع ہو جاوے اور اسی لیے مرسلین و مامورین پیشنگوئیوں کے پورا کرنے میں اپنی سعی اور اجتہاد کو مقدور بشری تک خرچ کرتے

تاکہ راسخون فی العلم اور اولو الالباب میں داخل ہوں یاد کرنا اس کوشش کو جو قصہ حدیبیہ میں آنحضرتؐ جو معہ صحابہ کرام کے بجالائے دیکھو کسقدر یہی اور اجتہاد کیا اور پھر بھی پیشینگوئی کا پورا ہونا دوسرے سال میں قرار پایا پھر اگر حضرت مسیح موعود نے جو علیٰ منہاج النبوۃ مبعوث من اللہ ہوئے ہیں اس فرزند متوفی کی نسبت بھی موعود خاص ہونیکا اجتہاداً احتمال کیا ہو تو الہام میں کیا نقصان لازم آیا اور اب تو ہر چہار فرزندان حسب پیشین گوئی مندرجہ الہامات موجود ہیں جنکی تفصیل یہ ہے۔

فہرست ہر چہار فرزندان حضرت مسیح موعود معہ تاریخ تولد و عمر مرتبہ و محررہ ۳۱ اکتوبر سنہ ۱۹۰۱ء

نام فرزند	تاریخ تولد	عمر تا تاریخ ۳۱ اکتوبر سنہ ۱۹۰۱ء	کیفیت
۱ حضرت محمود احمد سلمہ اللہ الاحد	یوم شنبہ ۱۲ جنوری سنہ ۱۸۸۹ء مطابق ۹ جمادی الاول سنہ ۱۳۰۶	۱۲ سال ۹ ماہ ۲۰ یوم	یہ بھی بموجب پیشینگوئی کے حسب اشتہار کے پیدا ہوئے جو شائع ہو چکی ہے۔ دیکھو [illegible]
۲ صاحبزادہ بشیر احمد حفظہ اللہ الاحد	۲۰ اپریل سنہ ۱۸۹۳ء	۸ سال ۶ ماہ ۱۱ یوم	انکی نسبت الہام عربی میں شائع ہو چکے ہیں دیکھو آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۶۶۔
۳ صاحبزادہ شریف احمد صانہ اللہ و ایّدہ	۲۴ مئی سنہ ۱۸۹۵ء مطابق ۲۷ ذی قعدہ سنہ ۱۳۱۲	۶ سال ۵ ماہ ۸ یوم	انکی پیشینگوئی انوار الاسلام میں موجود ہے۔
۴ صاحبزادہ مبارک احمد بارک اللہ فی عمرہ و مجدہ	۱۴ جون سنہ ۱۸۹۹ء مطابق ۴ صفر سنہ ۱۳۱۷	۲ سال ۴ ماہ ۱۸ یوم	عبدالحق غزنوی امرتسری کے مقابل میں انکی پیشینگوئی ہوئی ہے دیکھو ضمیمہ انجام آتھم [illegible]

حضرت اقدس کا زیادہ تر خیال چوتھے فرزند کیطرف ہے کہ وہی موعود خاص ہوں لیکن پھر ہم کہتے ہیں کہ ان ہر چہار صاحبزادوں میں سے جسکو اللہ تعالےٰ اپنے فضل خاص سے موعود خاص معزز فرمادے وہی ہوگا الہامات ابھی کسیکی تعیین نہیں ہوئی اب ناظرین غور کریں کہ کیسی زبردست پیشینگوئیاں ہیں جو اپنے وقت پر پوری ہوئی ہیں والحمد للہ الذی ینسخ ما یلقی الشیطٰن ثم یحکم اللہ اٰیاتہ۔

[illegible] مولوی محمد حسین صاحب کی وفات کی نسبت میعاد ایکسال فرمودہ مرزا صاحب بھی بہت طول ہوگئی [illegible] اقول ہاتوا برہانکم ان کنتم صادقین) وہ اشتہار پیش کرو جسکا یہ مضمون ہو

ورنہ آپ سنا چکے ہیں کہ اذا جاءکم فاسق بنباء فتبینوا ہم ایسے امور میں بامر الٰہی مجبور ہیں بلا سند و بے تحقیق ایسی ہوائی باتیں آپ کی کیونکر قبول کرلیویں۔ **قولہ** سید امیر شاہ صاحب رسالدار میجر سردار بہادر کے گھر فرزند ہونیکی نسبت مرزا صاحب نے اپنے دستخطی خط میں جو موجود ہے الی قولہ تحریر فرمایا تھا وکذا وکذا۔ الی قولہ باوجودیکہ رسالدار صاحب نے پانسو روپیہ بھی پیشگی دیدیا انتہی ملخصا ص۴۹ (۵)

اقول جو شخص کسی مقرب من اللہ سے صرف اسوجہ سے منحرف ہو جاوے کہ اسکی کوئی ایک آدہ دعا مستجاب نہیں ہوئی وہ حقیقتاً سلام سے بیخبر ہے ایسا شخص تو تمام مقربین الٰہی سے بھی کسیوقت منحرف ہو جاویگا کیونکہ تمام دعائیں کسی مقرب من اللہ کی بھی بنظر ظاہر قبول نہیں فرمائی گئیں یعنی دنیا میں ظہور اُن کا نہیں ہوا لفظ بنظر ظاہر اسواسطے لکھا گیا کہ فی الحقیقت تو ہر ایک مومن آدمی کی دعا بشرائط قبول ہوتی ہے کمافی الحدیث الترمذی عن ابی ھریرۃ ما من رجل یدعو بدعاء الا استجیب لہ فاما ان یعجل لہ فی الدنیا واما ان یدخر لہ فی الاخرۃ واما ان یکفر عنہ ذنوبہ بقدر ما دعا ما لم یدع باثم او قطیعۃ رحم او یستعجل یقول دعوت ربی فما استجاب لی رواہ الترمذی اس حدیث سے ثابت ہے کہ دعائیں بشرائط خود تو کل قبول کیجاتی ہیں ہاں مگر بعض کا ظہور تو اسی عالم دنیا میں ہو جاتا ہے اور بعض آخرت کیلیے ذخیرہ ہوتی ہیں اور بعض دعائیں داعی کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہیں اور شتاب کاری سے یہ کہنا کہ مینے دعا کی اور قبول نہ ہوئی یہ شکایت بھی مانع قبولیت دعا کی ہے چنانچہ دوسرے لفظوں میں آیا ہے یستجاب لاحدکم ما لم یعجل یقول قد دعوت فلم یستجب لی رواہ البیہقی وابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ پس بسبب اپنی شتاب کاری کے سید امیر شاہ صاحب یا آپ محروم الاجابت رہی سو اسمیں دعا کا کیا قصور ہے یا اور کوئی مصیبت جو رسالدار صاحب موصوف پر آنیوالی ہوگی وہ دعای حضرت اقدس سے ٹالدی گئی اور جسوقت ایسی شتابکاری آپ لوگوں کی محسوس کی گئی تو بڑی جد کے ساتھہ حضرت اقدس نے ان مبالغ کے واپس کرنے کیلیے سید امیر شاہ صاحب کو تحریر کیا تھا لیکن اُس نے تو واپس نہ لیے ہاں آپ کی طرفسے یہ علو ہمتی عالی ظرفی ظاہر ہوئی کہ جسطرح مولوی محمد حسین عالی ظرف اس معاملہ پر لکھتا رہا آپنے بھی عصای موسئی میں حسداً وعناداً درج کرکر اسکی شرکت اختیار کی مگر آپ کہانتک ایسی آگ عناد اور حسد میں جلیں گے یہانتو ہزاروں تک روپیہ آتا ہے اور ایک ایک ماہ میں اللہ تعالیٰ کے لنگر میں دو دو ہزار بلکہ زیادہ بھی خرچ ہوتا چلا جاتا ہے اور آجتک اس آمدنی سے کوئی جاگیر دیہوی بہاریت خریدی گئی۔ **قولہ** پھر عبداللہ آتھم والے الہام میں مرزا صاحب کا خیال و وہم ایک ہی پہلو یعنی اُنکی موت کیطرف ہی ہے۔ ما الخ ص۴۹ (۶)

اقول اے ناظرین اس اعتراض میں بابو صاحب نے خود ہی ایسے جیسے الفاظ لکھے ہیں جس سے اُن کا معترض ہونا دلیل سفاہت ہے یا موجب اسکا عناد وہ شکیا ہے اول لفظ خیال و وہم کا ہے ظاہر ہے

اور خود ہی مقر ہیں کہ خیال و فہم میں تو آنحضرت صلعم سے بھی خطا واقع ہو گئی ہے۔ دوم لفظ ایک ہی پہلو کا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ پیشین گوئی کے دو پہلو بابو صاحب کے نزدیک بھی مسلم ہیں پس جبکہ دو پہلو پیشین گوئی کے آپکے نزدیک مسلم ہیں تو پھر اعتراض تو آپکا ہباءً منثوراً ہو گیا معہذا اعتراض کرنا ناشی ہے آپکے عناد و استکبار سے اور تعجب ہیں جو آپ تحریر کرتے ہیں کہ حافظ نابینا کی خواب تو صحیح نکلی اور مرزا صاحب کا خیال صحیح نہ نکلا یہ محض غلط ہے کیونکہ اب آتھم کہاں ہے وہ تو جب ہی بعد انقضاء حق اندر میعاد سات ماہ کے بموجب الہام شائع شدہ کے مر کر ہاویہ میں داخل ہو گیا پس وہ الہام آتھم کی نسبت مندرجہ جنگ مقدس تو بموجب آپ ہی کے اقرار کے اپنے دونوں پہلوؤں کے بموجب کمال کے ساتھ پورا اور صادق ہوا چونکہ اسبارہ میں حضرت اقدس نے مبسوط رسائل مثل انجام آتھم وغیرہ کے شائع فرمائے ہیں لہذا ہم اسبارہ میں انھیں چند حروف پر بس اکتفا کرتے ہیں کیونکہ یہ رسائل ایسے ہیں کہ اگر مخالفین کیسی ہی جان توڑ کوششیں کریں کسی طرح کی حرف گیری انہیں نہیں کر سکتے وان کان لک ریب فی ذلک فارجع البصر ہل تری من فطور ثم ارجع البصر کرتین ینقلب الیک البصر خاسئا و هو حسیر فالحمد لله الذی ینسخ ما یلقی الشیطن ثم یحکم الله ایاتہ۔

قولہ پھر مرزا احمد بیگ کے داماد کی وفات والی میعاد بھی مدت ہوئی گذر گئی ہے جس کے بعد اسکی منکوحہ مرزا صاحب کی زوجیت میں داخل ہونا تھا الخ صفحہ ۱۴۳ (،) **اقول** بابو صاحب اوّلاً اپنے دماغ کو مواد ردیہ موجب زکام و عناد کا علاج کیجیے پھر بعدہ اس ریح اللہ کا ادراک ثانیاً آپکو خود بخود ہو سکتا ہے

دفع کن از مغز و از بینی زکام تاکہ ریح اللہ آید در مشام

اس بارہ میں بھی چند تحریرات الحکم وغیرہ میں شائع ہو چکی ہیں لیکن مخالفین بسبب اپنی عناد و استکبار کے نظر اُٹھا کر انکی طرف نہیں دیکھتے ہیں یا دیدہ و دانستہ نہیں کہ جو لوگ اس پیشین کے پورا ہونیکے مزاحم اور مانع تھے اُنمیں سے اکثر حسب پیشین گوئی مر چکے جس سے بقیہ کو خشیت اور رجوع پیدا ہوا اور یہ امر ظاہر ہے کہ کوئی شخص گو کیسا ہی سخت دل اور قاسی القلب ہو اپنے اجلہ کے مرنے سے ضرور بالضرور کسی نہ کسی قدر رقیق القلب ہو ہی جاتا ہے خصوصاً جبکہ موت و فوت انکی حسب پیشین گوئی واقع ہو جاوے تو کیونکر ہو سکتا ہے کہ بقیہ اشخاص مندرجہ پیشین گوئی کے دلوں میں کچھ خوف اپنی موت کا پیدا نہو چنانچہ اندر میعاد پیشین گوئی سہ سالہ کے احمد بیگ خود بھی فوت ہو گیا اور ایک جوان بیٹا بھی اُسکا مر گیا اور دو ہمشیرہ اُسکی جو مانع نکاح تھیں مر گئیں اور بھی طرح طرح کے مصائب اُسپر نازل ہوئے تھے اور یہ جملہ امور پیشین گوئی اشتہار ار جولائی ۱۸۸۸ء میں مندرج ہیں۔ علاوہ بریں ہمارے پاس بعض تحریرات ان لوگوں کی ایسی موجود ہیں جنسے اُن کا رجوع پایا جاتا ہے جو ایک حالت قلبی موجب تاخیر عذاب ہے اب ہم حقیقت انذاری پیشگوئیوں کی تحریر کرتے ہیں تاکہ ہر ایک وہ دل جسنے اپنی بصیرت قلبی کو زنگار عناد سے پاک و صاف

کر لیا ہے سمجھ لیوے کہ مرزا احمد بیگ کے داماد کی موت و فوت میں کیوں تاخیر واقع ہوئی ہے۔

رو تو زنگار را از رخ خود پاک کن * بعد از اں آں نور را ادراک کن

اولاً واضح ہو کہ ابتدا سے آج تک اس پیشینگوئی میں جسقدر زور دیا گیا ہے وہ دختر احمد بیگ کی نسبت بالآخر حضرت اقدس کے نکاح میں آجانیکے لیے زور دیا گیا ہے یعنی مقصود بالذات صرف نکاح ہی ہے اور موت و فوت خواہ داماد احمد بیگ کا ہو یا کسی مانع نکاح کا ضمناً اور تبعاً ہے یعنی مقصود بالذات نہیں ہے دیکھو ان تمام تحریرات کو جو اسبارہ میں شائع ہو چکی ہیں خواہ شہادۃ القرآن میں ہوں یا کسی دوسری کتاب میں تو اسی نکاح محض کو اول اول میں نشان قرار دیا گیا ہے جو تقدیر مبرم ہے اور ہونیوالا انشاءاللہ تعالےٰ اب دیکھو کسی پیشینگوئی میں نکاح کے لیے نہ کوئی سال معین کیا گیا ہے نہ کسی ماہ کی تعیین ہے نہ کسی تاریخ کی تو پھر کوئی مخالف کیونکر کہہ سکتا ہے کہ پیشین گوئی پوری نہیں ہوئی آگے رہا داماد احمد بیگ کی موت واقع ہونا یا طلاق دینا وغیرہ وغیرہ سو اسکی نسبت ثانیاً یہ عرض ہے کہ جسقدر وعید کی پیشین گوئیاں اللہ کی ہوتی ہیں انمیں تاخیر یا خلف وعید کا ظہور اس دلیل ذیل سے جائز بلکہ مستحسن ہے کہ کسی مشتق پر جو حکم صادر کیا جاتا ہے اسمیں علت حکم کی مبدا اور ماخذ مشتق کا ہوتی ہے لاغیر یہ مسئلہ تمام اکابر نحویین اور علما علم معانی اور بیان کو مسلم ہے اور کسی نے اسمیں اختلاف نہیں کیا مثلاً اگر کہا جاوے کہ العالم ینبغی ان یکرم والجاھل ینبغی ان یھان یعنی عالم کے لیے عزت و اکرام کرنا سزاوار ہے اور جاہل کی اہانت کرنی چاہیے تو یہاں پر بالاتفاق علم ہی علت موجبہ اکرام کی ہے اور اہانت کی علت موجبہ جہل ہی لاغیر پس اسیطرح پر مکذب کیلیے خواہ کیسی ہی وعید ہو اُس وعید کی علت موجبہ اسکی تکذیب ہی ہوگی لاغیر یعنی مکذب کی صرف ذات سے اُس وعید کا کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے بلکہ وصف تکذیب ہی علت وعید ہوتی ہے پس اگر مکذب کسی وجہ سے خواہ وجہ خوف ہو یا امر دیگر اپنی تکذیب سے رجوع کرے تو چونکہ علت موجبہ اُس وعید کی صرف اسکی تکذیب ہی تھی اور اب وہ باقی نہ رہی لہٰذا اُس وعید میں خلف جائز بلکہ مستحسن ہوگیا اور یہی سر ہے قوم یونس سے عذاب کے ٹلجانے کا اور یہی حکمت ہے اُس نجات کی جو مواضع متعددہ میں مشرکین کے لیے بعد توبہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے کما قال اللہ تعالےٰ فاذا رکبوا فی الفلک دعوا اللہ مخلصین لہ الدین فلما نجاھم الی البر اذا ھم یشرکون لیکفروا بما اٰتینٰھم و لیتمتعوا فسوف یعلمون اور اگر نظر غور سے دیکھا جائے تو یہ خلف ہی نہیں ہے بلکہ اذا فات الشرط فات المشروط کا سا معاملہ ہے و بس اور یہی مفہوم ہے آیت ما یفعل اللہ بعذابکم ان شکرتم و اٰمنتم و کان اللہ شاکرا علیما کا ہاں یہ بات مسلم ہے کہ مقدمات عذاب کے پیدا ہونے تک رجوع موجب تاخیر عذاب یا رفع عذاب کا ہو سکتا ہے لیکن جبکہ بعد ختم ہو جانے مقدمات عذاب کے عذاب ہی آجاوے تو پھر وہ عذاب نہیں ٹالا جاتا جیسا کہ بعد قیام قیامت یا موت کے کفار اور مشرکین پر بسبب اُن کے کفر و شرک کی جو عذاب وارد ہو جاوے گا

وہ پھر نہیں ٹلنے کا اسیطرح پیر بعد ختم ہوجانے مقدمات عذاب کے جو عذاب الٰہی دنیا میں آجاتا ہے پھر رجوع مفید نہیں ہو سکتا جیسا کہ فرعون کے حق میں اسکا رجوع اسکو مفید نہوا کما قال اللہ تعالےٰ حتےٰ اذا ادرکہ الغرق قال امنت انہ لا الٰہ الا الذی امنت بہ بنوا اسرائیل و انا من المسلمین الئٰن وقد عصیت قبل وکنت من المفسدین فالیوم ننجیک ببدنک لتکون لمن خلفک ایۃ ای ناظرین سابق ہم لکھہ چکے ہیں کہ بابو صاحب کی مشابہت ڈوبنے میں فرعون کے ساتھہ ہے نہ حضرت موسیٰ کے ساتھہ کیونکہ حضرت موسیٰ کا ڈوبنا کہیں سے ثابت نہیں ہوتا اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ بابو صاحب کو فرعون کے ساتھہ پوری مشابہت ہے کیونکہ ڈوبتے وقت فرعون بھی مکالمات الٰہیہ سے سرفراز ہوا تھا اور بابو صاحب بھی روحانی ڈوبنے کیوقت حضرت اقدس کی مخالفت میں الہامات سے ایسے سرفراز ہوگئے کہ الہامات کی بارش شروع ہوگئی دیکھو صفحہ ۱۷ ۔ لفظ ادرکہ اس آیت میں مشعر اس امر کیطرف ہے کہ مقدمات عذاب غرق کے ختم ہوچکے تھے اور ڈباؤ پانی اُس کے سر پر آپہونچا تھا تب فرعون ایمان لایا تھا لہذا یہ ایمان اُسکا موجب نجات کا عذاب غرق سے نہ ہوا مگر تو بھی اُسکا بدن نہ روح واسطے عبرت پکڑنے دوسروں کے پانی میں ڈوبے رہنے سے بچایا گیا ہاں یہ امر بھی نصوص قرآنی سے ثابت ہے کہ بسبب رجوع کے ایکوقت میں اگر عذاب ٹل گیا ہو اور پھر مکذب اپنی تکذیب در اخفاء حق پر اصرار کرے تو پھر بھی اُس عذاب میں وہ پکڑا جاویگا جیسا کہ آتھم کے مقدمہ سے ظاہر ہوچکا کیونکہ علت وعید یعنی تکذیب پھر عود کرائے پس اس سب بیان سے یہ مستنبط ہوا کہ اگر احمد بیگ کا داماد اپنی گستاخی اور تکذیب پر اُس مدت تک جو علم الٰہی میں متعین ہے اصرار اور استادگی کرے گا تو پھر وہی وعید موت موجود ہے کما قال تعٰ وان عدتم عدنا بس تاخیر موت داماد احمد بیگ کا بعد اس بیان کے اہل عقل منصفین پر حل ہوگیا اور بغرض کشف حقائق ایسی پیشین گوئیوں کے یہ تاخیر واقع ہوئی والحمد للہ الذی ینسخ ما یلقی الشیطٰن ثم یحکم اللہ ایاتہ۔ **قولہ** شیخ مہر علیصاحب رئیس ہوشیارپور کا مقدمہ جو آسمانپر حضرت مرزا صاحب نے دائر کیا تھا اُسکا فیصلہ بھی ابتک نامعلوم ہے کوئی معافی طلب خط چھپا ہوا شیخصاحب کا نہیں دیکھا انتہی ملخصاً ۔ صفحہ ۲۳ نمبر ۸ ۔ **اقول** شیخ مہر علیصاحب کیطرف سے درخواست معافی بغیر چھپوانے اشتہار کے اُسی زمانہ میں مشتہر ہوچکی ہے پھر ایسے معاملہ حنیفہ کے اشتہار دینے کے بذریعہ چھاپہ کے کیا ضرورت تھی ایہا الناظرین یہ وہ لغویات ہیں جنکی وجہ سے بابو صاحب ایک صداقت ثابت شدہ اور امر حق کے مکذب ہوگئے ہیں اگر آپ کو نکتہ چینی ہی کرنی منظور تھی تو آپ پر ضرور تھا کہ کوئی اُسکی تحریر بخطی پیش کرتے کہ میںنے درخواست معافی کی حضرت اقدس سے نہیں کی ہو اگر یہ بھی نہ ہو سکا تھا تو کوئی ایسی تحریر ہی اُسکی پیش کرتے جس سے اُسکا مکذب ہونا حضرت اقدس کی نسبت پایا جاتا یہ بھی کوئی اعتراض ہو سکتا ہے کہ آپنے اُسکی درخواست معافی کی کیوں نہیں چھپوائی افسوس کہ آپ کے اُن اولیا

اور رفقانے بھی ایسی لغویات کے اعراض کے لیے تاکید نہ کی جنپر آپکا ایک بڑا بھروسا تھا صدق اللہ تعالیٰ مثل الذین اتخذوا من دون اللہ اولیاء کمثل العنکبوت اتخذت بیتاً وان اوھن البیوت لبیت العنکبوت لو کانوا یعلمون۔ کہاں عصای موسیٰ اور کجا یہ خفت وسفاہت صدق اللہ تعالیٰ ان کید الشیطٰن کان ضعیفا۔ **قولہ** ڈپٹی فتح علی شاہ کی زوجہ کی بیماری پر صحت کی دعا کے لیے کہا گیا انکی نسبت مرزا صاحب بہت کچھ تحریر فرماتے رہے پھر بعد از انتقال مرزا صاحب نے صحت کا حال استفسار فرمایا کذا وکذا صفحہ ۹۔ **اقول** ای بابو صاحب مجھکو اس وقت آپکے اس قول کی تصدیق ہوئی ہے جو صفحہ ۵ میں آپنے تحریر کیا ہے کہ مجھ میں کسی طرح کی لیاقت نہیں ہے میں کوئی فضیلت نہیں رکھتا گفتگو مروجہ زمانہ سے بھی ناواقف مزدوری پیشہ وغیرہ وغیرہ پھر آپ کوچہ الہامات ومکاشفات میں گذر کر اس میدان معرکۃ العلما میں کیوں داخل ہوے ان دونوں مقاموں میں داخل ہونا ہرگز ہرگز آپ کو مناسب نہیں تھا۔ چہ اکارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی + اول مقام وہ ہے جسکی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انا اخلصناھم بخالصۃ ذکری الدار آپ ایسے مزدوری پیشہ کو ربانی کا حول کے کرنیکی بموجب اقرار خود کبھی فرصت نہیں ملتی پھر آپ اس کوچہ میں کیونکر داخل ہو سکتے ہیں اور دوسرا مقام وہ ہے جسکی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ والذین اوتوا العلم درجات اور آپ علوم ظاہریہ سے بھی نا آشنا لا الی ھؤلاء ولا الی ھؤلاء پھر بجز درکات کے درجات آپکو کیونکر مل سکتے ہیں میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ حضرت اقدس نے کوئی اشتہار الہامی دیا تھا کہ ڈپٹی فتح علی شاہ صاحب کی زوجہ ضرور بالضرور صحت یاب ہو جائیگی اور اس بیماری میں اسکو موت نہیں آویگی اور یہ بات مجھکو اللہ تعالیٰ کیطرف سے الہاماً یقیناً اور جزماً معلوم ہوئی ہے۔ کلا وحاشا اگر کوئی ایسا اشتہار ہو تو پیش فرمایئے ورنہ ان اوہام باطلہ کو کسی مرد کے روبرو پیش نہ کیجیے اور شک ہو تو دریافت کیجیے کہ آیا ایسے توہمات سے کسی اہل اللہ اور مقرب من اللہ کی ولایت یا محدثیت ثابت شدہ میں کچھ تغیر آسکتا ہے ہرگز نہیں قرآن مجید میں تو متعدد جگہ اسکا یہ جواب موجود ہے ولو کنت اعلم الغیب لا استکثرت من الخیر وما مسنی السوء ایضاً قال تعالیٰ وان یمسسک اللہ بضر فلا کاشف لہ الا ھو مجھکو اندیشہ ہے کہ ان آیات کو آپکے روبرو پیش کرنے سے کہیں آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت سے منکر نہ ہو جاویں کیونکہ ان اوہام کا رفع تو وہاں پر بھی موجود نہیں بلکہ قرآن مجید میں آپکے ایسے اوہام کا رد جابجا پایا جاتا ہے ونعوذ باللہ من ہذہ الاوہام۔ **قولہ** گول کمرہ واسطے رہایش انگریزوں مخالفین کے تعمیر ہوا تھا اب تک کوئی مہمان آنکر انھیں فروکش نہیں ہوا۔ صفحہ ۴۲ سطر ۱۔ **اقول** سلمنا کہ حضرت اقدس نے گول کمرہ اسی لیے تعمیر کیا تھا کہ انگریز مخالفین انھیں فروکش کیے جاویں گے تو بحکم نیت المؤمن خیر من عملہ کے اس نیت خیر کا ثواب ضرور حاصل ہوگا گو ابھی تک کوئی انگریز

واسطے ہدایت پانے کے اُسمیں تردوکشش نہوا ہو پھر اسمیں اعتراض کیا ہے اس بارہ میں کوئی الہام بھی آپنے تحریر نفرمایا اگر پیشین گوئی الہامی میں کچھہ تخلف ہوتا تو اسمیں نظر کیجاتی افسوس کہ جو الہامات نسبت صادر دوارد وغیرہ کے مدت سے براہین وغیرہ میں طبع ہوچکے ہیں اور مدت سے بکمال ظہور پورے ہورہی ہیں اُنپر آپنے کچھہ بھی التفات نہ کیا مثلاً براہین میں ایک یہ الہام ہے کہ یاتون من کل فج عمیق اور یہ اُسوقت کا الہام ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے پاس کسی قریب شہر سے بھی کوئی شخص نہ آتا تھا پھر اب دیکھو کہ یہ الہام کس زور وشور سے پورا ہورہا ہے دور دور دراز شہروں سے صدہا آدمی آتے جاتے ہیں چند ملکوں کے نام جہاں جہاں سے لوگ ہمارے سامنے نہایت ارادت اور اعتقاد سے آئے ہیں اور مرید بھی ہوے ہیں ہم یہاں پر لکھتے ہیں کشمیر۔ کابل۔ خراسان۔ عرب شام۔ سیام۔ مدراس۔ اڑیسہ۔ بمبئی حیدرآباد۔ اودھ۔ افریقہ ممباسہ۔ غزنی۔ بلخ۔ بخارا۔ تبت۔ خلیج فارس۔ بندر عباس۔ مچھلی بندر۔ اور ہند وپنجاب اور سندھ وغیرہ وغیرہ اور براہین میں یہ الہام درج ہے کہ فحان ان تعان وتعرف بین الناس یہ بھی اُسوقت کا الہام ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو کوئی شخص غیر کسیقدر دور پنجاب کا رہنے والا بھی جانتا نہ تھا یہ الہام بھی کس زور وشور سے پورا ہورہا ہے بسیط الارض پر کوئی شہر ایسا نہیں معلوم ہوتا جو وہاں کے اہل علم حضرت مرزا صاحب کو نہ جانتے ہوں تمام دنیا میں اُن کے علم وفضل کی شہرت ہورہی ہے اسی قسم کی صدہا پیشین گوئیاں مطبوعہ موجود ہیں جو کامل طور پر پوری ہورہی ہیں پس جبکہ آپنے ان پیشین گوئیوں سے جو براہین وغیرہ میں طبع ہوکر درج ہوچکی ہیں اُن کے انوار سے اپنی آنکھوں کو بند کرلیا ہے تو پھر اسمیں کسی کا کیا قصور ہے۔ ؎ آنکھیں اگر بند ہیں تو پھر دن بھی رات ہے * اسمیں قصور کیا ہے بھلا آفتاب کا * **قولہ** اور درصورت اسطرح امان اُٹھہ جانیکے مرزا صاحب کے دوسرے الہامات منامات واجتہادات کی صحت وصداقت پر سوائے مرزا صاحب کے مریدین مصدقین کے دوسروں کے لیے اور کیا دلیل ہوسکتی ہے۔ **اقول** لعنۃ اللہ علی الکذبین کسی الہام میں یا حضرت اقدس کے منامات وغیرہ میں ابھی تک آپ کوئی خطا ثابت نہیں کرسکے چنانچہ بیان ماسبق سے آپ کا ٹھوکریں کھانا اور منہ کے بل جا بجا گر پڑنا ثابت ہوچکا پھر حضرت اقدس کے الہامات سے امان کیونکر اُٹھہ سکتی ہے ہاں آپکے الہاموں اور منامات سے خود آپکے اقراروں کے بموجب امان اُٹھتی ہوئی ہے **کما مر سابقاً** اور حضرت اقدس کے دعاوی بہر نوع علاوہ الہامات کے زمین اور آسمان کی شہادات رکھے ہیں جیسا کہ سابق بیان ہوچکا پھر اس لئے علی لقدیر کتاب اللہ وسنت صحیحہ کے کامل طور پر شہادت دیدی کما مر بیانہ۔ ان سب کے علاوہ کشوف والہامات علماء ربانیین کی شہادت بھی موجود ہے سب سے بڑھ کر حافظ محمد یوسف صاحب آپکے رفیق شفیق کی رویا ہے جو معراج یوسفی میں

مفصلاً مذکور ہے اور سوائے حافظ صاحب کے بیس بائیس اور اہل کشوف وصاحب الہامات ہیں جنہوں نے خاص اپنے الہامات ورویا کے ذریعہ سے تصدیق مہدویت ومسیحیت حضرت اقدس کی ہے اور اُن کا تذکرہ ہمارے رسائل اور کتابوں میں بتفصیل ذکر کیا گیا ہے پس جبکہ آسمان وزمین وکتاب اللہ وسنت صحیحہ وواقعات وامارات صدی موجودہ وکشوف والہامات اہل کشوف وصاحبان الہام وغیرہ وغیرہ حضرت مرزا صاحب کی مجددیت مہدویت اور مسیحیت پر کامل طور پر شہادت دے رہی ہیں پھر تو کوئی مسلمان کیونکر جرأت کرسکتا ہے کہ ایسی صداقت ثابت شدہ کی تکذیب کرے بابو صاحب پھر اس فصل میں پانچ واقعات سے حضرت اقدس کی مہدویت اور مسیحیت کی نفی کرتے ہیں۔ اوّل اندھے حافظ کا تحدی سے اشتہار دینا کہ آتھم اندر میعاد کے نہیں مرے گا اور ایسا ہی واقع ہوا۔ اے بابو صاحب کیا آپکو سمجھایا جاوے کہ آتھم اگر اندر میعاد کے مرجاتا تو پیشین گوئی اپنے دونوں پہلوؤں کے ساتھ پوری نہ ہوتی صفحہ ۴۳ میں آپکو اقرار ہے کہ آتھم اس پیشینگوئی سے ایسا خوف زدہ تھا کہ اُسکا مرجانا اغلب تھا پھر اس اقرار کو لحاظ رکھکر آپ انصاف سے فرماویں کہ اگر اندر میعاد کے اُسکو موت آجاتی تو یہ جملہ الہامی کہ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے بالکل ضائع جاتا لیکن مسیح قیوم نے حکمت کاملہ سے اپنی مخلوق کو اس امر سے متنبہ کرنیکے واسطے کہ اس الہام میں ایک لفظ بھی بیکار اور ضائع ہونیوالا نہیں ہے میعاد کے بعد بھی کئی ماہ تک زندہ رکھا کیونکہ بسبب سکوت وخوف زدہ ہونیکے اُسنے اپنی رجوع کو ثابت کردیا تھا آگے رہا خیال حضرت اقدس کا یا جماعت میں سے کسی کا خیال اُسکے موت کے بارہ میں کہ اندر میعاد کے ہوگی سو یاد کرو قصہ حدیبیہ کو جو تم خود لکھ چکے ہو اور یہ آپکا سرتاپا دجل ہے کہ اندھے حافظ کے اشتہار کو متحدیانہ قرار دیتے ہو حضرت اقدس کیطرف سے کوئی ایسا الہام اشتہار میں شائع کیا گیا تھا کہ آتھم اندر میعاد پندرہ ماہ کے ضرور بالضرور فوت ہوجاوے گا حضرت اقدس کیطرف سے صرف وہی اشتہار شائع ہوا ہے جو جنگ مقدس میں شائع کیا گیا تھا جسمیں دونوں پہلو درج ہیں پھر اندھے حافظ کی تحدی کس کے مقابل میں ہوئی آپ تو ظلمات عناد میں ایسی پڑ گئے ہیں کہ جو کچھ آپکا نفس امارہ کہتا ہے اندھا دھند لکھتے چلے جاتے ہیں صدق اللہ تعالیٰ ومن کان فی ہذہ اعمٰی فہو فی الاٰخرۃ اعمٰی واضل سبیلا وان یروا سبیل الرشد لا یتخذوہ سبیلا وان یروا سبیل الغی یتخذوہ سبیلا۔ دوئم آپکے رویا کی تعبیر صاف ظاہر ہے آنحضرت صلعم جو آپکے پہلو راست میں تشریف فرما ہیں وہی تو مہدی معہود اور مسیح ابن مریم موعود ہیں کیونکہ ہم ثابت کرچکے ہیں کہ حضرت اقدس آنحضرت صلعم کے بروز کامل ہیں اور آنحضرت صلعم ہی کیطرف سے ہر ایک دعوی اور دلیل بیان فرمارہے ہیں

دگر اُستاد را نامی ندانم　　که خواندم در دبستان محمد

اور کما قال الشاعر

پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند　　آنچہ اُستاد ازل گفت ہمان میگویم

اور آپ جو کسی شخص سے رویا میں کہہ رہے ہیں کہ مسیح کو بلاؤ اس آپکے بلانے سے مسیح کہاں آئے
اور کیونکر ہو سکتا ہے کہ باوجود موجود ہونے حضرت خاتم النبین صلعم کے مسیح اسرائیلی آجاتے ونعم ما قیل
اینک منم کہ حسب بشارات آمدم * عیسیٰ کجاست تا بنہد پا بمنبرم
افسوس کہ حضرت خاتم النبین صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا موجود ہونا اور عیسیٰ کا غائب ہونا رویا میں آپکو دکھلا دیا
مگر آپ پھر بھی متنبہ نہوئے اور یہ آپ کی بڑی غلطی شیطانی ہے کہ حضرت خاتم النبین تو آپکے پہلو
راست پر تشریف فرما ہیں اور آپ عیسیٰ اسرائیلی کو طلب کر رہے ہیں حدیث لو کان موسیٰ و عیسیٰ حیین
لما وسعہما الا اتباعی کو کسی وقت تو یاد کر لیا کرو۔ ہر چہار طرف سے آپ پر اتمام حجت کیا جاتا ہے اور آپ ہیں
کہ اعتراض کرتے چلے جاتے ہیں وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون اور پہلو راست
پر تشریف رکھنا آنحضرتؐ کا اسبات کیطرف بھی اشارہ کر رہا ہے کہ یہ بروز آپکا نہایت درجہ پر صادق
اور راست ہے اور پوشش نہایت سفید و نفیس بھی حضرت اقدس کے بروز ہونیکے ادلہ روشن و نفیس پر
دلیل ہیں اور ساق کی تعبیر یہی ہے کہ یہ زمانہ آخری ہے اور یہ امام بھی زمانہ آخر کا امام الزمان ہے والحمد للہ
الذی ینسخ ما یلقی الشیطٰن ثم یحکم اللہ ایاتہ۔ تیسرا آپکا الہام مندرجہ انجیل ہے جسکا ترجمہ
آپنے یہ کیا ہے۔ اگر میں چاہوں کہ جبتک میں آؤں وہ یہیں ٹھہرے تو تجھکو کیا یوحنا باب ۲۱ آیت ۲۲ جس سے
بابو صاحب استنباط کرتے ہیں کہ مسیح موعود ہمارے خاتمہ پر آویگا ابھی تک نہیں آیا۔ **اقول** اگر فرض
کیا جاوے کہ بابو صاحبکو یہ ورس الہام ہوا ہے تو یہ ورس بصراحت دلالت کر رہا ہے کہ مسیح موعود
جو دوبارہ آنیوالا تھا وہ آگیا بیان اسکا یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کا یہ مقولہ بخطاب پطرس ہی جو وسطی اپنی دوبارہ
آنیکے انھوں نے اس سے بیان کیا ہے پس عالم مثال سے بابو صاحبکو تنبیہ کیجاتی ہے کہ اس قرن یعنی
میں یاد کرو اس مقولہ مسیح کو جو پطرس کو مخاطب کرکر دوبارہ آنیکی نسبت انھوں نے کہا تھا چنانچہ وہ بروزی
طور پر آگئے اور یہ تو ظاہر ہے کہ مسیح خود ایلیا کے دوبارہ آنیکا مسئلہ بروزی طور پر فیصلہ کر چکے ہیں اگر
بروزی کو نہ مانا جاوے تو خود مسیح اسرائیلی کی نبوۃ ثابت نہو گی کیونکہ بموجب ورس پانچ باب چہارم کتاب
ملاکی کے مسیح کے آگے ایلیاہ کا آنا ضروری تھا اور مسیح اسرائیلی نے بڑا ثبوت اپنی نبوۃ کا اسی ورس کو گردانا
تھا اور یوحنا کو بطبیعت و قوۃ ایلیا قرار دیا تھا ایکو بروز کہتے ہیں پس جبکہ خود نبوۃ مسیح کی بغیر تسلیم مسئلہ بروز کے زمانہ یہود میں ثابت نہیں ہو سکتی ہے تو
مسیح دوبارہ جیسا بسے کیونکر انکار کر سکتے ہیں لہذا اس الہام سے بھی مسیح کا دوبارہ آجانا ثابت ہو گیا
اور تم خود مقر ہو کہ یہ الہام مقولہ مسیح کا ہے اور خاتمہ سے مراد یہی ہے کہ دوبارہ نزول مسیح آخر زمانہ
میں ہوگا چنانچہ باتفاق علماء اسلام یہ زمانہ آخری ہے وھو المدعا والحمد للہ الذی ینسخ ما یلقی الشیطان
ثم یحکم اللہ ایاتہ۔ **قولہ** چہارم عیسیٰ کا نزول بعد موسیٰ کے جو بابو صاحب ہیں ہونا چاہیے
اقول یہ خیال آپ کا القاء شیطانی ہے کسی حدیث ضعیف بلکہ موضوع میں بھی نہیں آیا کہ عیسیٰ

موعود بعد موسیٰ کے آوینگے یہ آپکا احداث جدید ہے جسکی نسبت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے
ہیں من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منه فھو رد۔ ہاں آنحضرتؐ بہت وجوہ سے مثیل موسیٰ تھے
چنانچہ تمام علماء امت آنحضرتؐ کو حسب پیشین گوئی کتاب استثنا باب ۱۸ کے مثیل موسیٰ قرار دیتے چلے آئے ہیں کسیکو
اسمیں اختلاف نہیں اور خود قرآن مجید میں اس مماثلت کو بڑی تاکید سے بیان فرمایا گیا ہے کما قال تعالیٰ
اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلَیْکُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَیْکُمْ کَمَا اَرْسَلْنَا اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا۔ اور جیسے عیسیٰ اسرائیلی
حضرت موسیٰ سے چودھویں صدی میں مبعوث ہوئے تھے اسی طرح بلا کم و کاست مسیح محمدی آنحضرتؐ کے بعد
چودھویں صدی میں منجانب اللہ مبعوث ہوئے وھو المدعا و فیطابقت سلسلہ خلافۃ المحمدیۃ سلسلہ خلافۃ
الموسویۃ کالشبر بالشبر۔ بابو صاحب جو علامات و امارات عیسیٰ موعود کے مخبر صادق صلعم نے احادیث صحاح میں
ارشاد فرمائی تھی وہ تو سب موجود ہو گئی ہیں مسیح موعود سے موسیٰ کا پہلے آنا کسی کے قول میں بھی نہیں آیا
ہے اور مثل موسیٰ بھی وہ کہ جو کسی طرح حضرت موسیٰ سے کوئی مشابہت نہیں رکھتا صرف ایک مماثلت دریا میں
ڈوب جانیکی پیدا کی تھی سو وہ بھی غلط نکلی کیونکہ حضرت موسیٰ کا دریا میں ڈوب جانا کہیں سے ثابت نہیں
ہوتا ہاں فرعون کا ڈوب جانا ثابت ہے اور دوسری وجہ شبہ بپاس خاطر بابو صاحب ہمنے ایک اور پیدا کر دی ہے
یعنی جیسا کہ فرعون ڈوبتے وقت مکالمات الٰہیہ سے سرفراز ہوا تھا اسی طرح بابو صاحب بھی ڈوبتے وقت
ہی مکالمات الٰہیہ سے ممتاز ہوئے ہیں کیونکہ اس سے سابق کوئی الہام یا مکالمہ بابو صاحب نے شائع نہیں
کیا تھا پس آپ مثل موسیٰ کیونکر ہو سکتے ہیں بینوا تو جروا۔ اگر مشابہت موسیٰ کے ساتھ منظور ہے تو اس خضر وقت
کے شاگرد ہو جاؤ اقل درجہ یہ کہ اعتراض نہ کرو اور عصا موسیٰ کو کسی دریا میں بہا دو ورنہ عصا تو آپ کا
اب قائم نہیں رہ سکتا۔ قضای آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا۔ ٹائٹل پیج میں بابو صاحب فرماتے ہیں کہ
عاجز کا الہام بھی ہے کہ عیسیٰ نتواں گشت بتصدیق خرے چند اس الہام کا ضمیمہ یہ بھی ہے صلوٰۃ بر انکسر
کہ ہمیں ورد نگوید۔ اور بجائے گشت کے ایک قرائت میں گفت بھی آپ تحریر فرماتے ہیں یعنی عیسیٰ نتواں گفت
بتصدیق خرے چند **اقول** حضور والا یہ تو ثابت ہو گیا کہ آپ نہ موسیٰ ہیں نہ عیسیٰ اور عصاء موسیٰ کے
اسیقدر صفحات یعنی ۶ تک کے مطالعہ سے معلوم ہو گیا کہ آپنے ہر ایک اعتراض میں دجالیت سے کام لیا ہے
کہ دجالیت آپکے سر پر سوار معلوم ہوتی ہے دیکھ آپکو موعود ہونیکا بڑا شوق ہے باوجودیکہ کوئی مشابہت ہو یا نہو تب بھی مثیل موسیٰ ہونیکا دعویٰ ہے
لہٰذا یہ خاکسار ایک حدیث آپکے موعود ہونیکے لیے پیش کیے دیتا ہے عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
قال یخرج الدجال علی حمار اقمر ما بین اذنیہ سبعون باعا رواہ البیھقی فی کتاب
البعث والنشور اگر آپ فرماوینگے تو خر دجال کے ساتھ وجوہ مشابہت کثرۃ سے پیدا ہو سکتی ہیں
انشاء اللہ تعالیٰ یہ میرا ذمہ ہے آپ دلجمعی رکھیں اور چونکہ یہ مسئلہ ثابت شدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ فوت
ہو چکے اور یہ بھی ثابت شدہ ہے کہ موتیٰ دنیا میں دوبارہ لوٹ کر نہیں آتے کما قال تعالیٰ فقد سبقنا القول

معنی اَنَّھُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ لہذا اگر آپ کا الہام بجنسہٖ مسلم رکھا جاوے تو بھی نہ بنتے ہے کیونکہ معنی گشتن کے پھر جانے اور لوٹنے کے آتے ہیں چنانچہ ملا رومؒ کہتے ہیں۔ چوں ازو گشتی ہمہ چیز از تو گشت ؛ چوں ازو گشتی ہمہ چیز او گشت ؛ اندرینصورت حمایت آپ ہی کیطرف رہی اور صلواۃ ہماری طرف معنی یہ ہوئے کہ جو شخص حضرت عیسیٰ نبی کے دوبارہ آنیکا قائل ہو اور اسکی تصدیق کرے تو وہ گدھا ہے اسکی تصدیق سے حضرت عیسیٰ کا دوبارہ لوٹ کر آنا نہیں ہوسکتا اور چونکہ آپکے الہام میں مختلف قرائتیں آئیں ہیں لہذا ایک یہ بھی قرات بھی ہوسکتی ہے ؎ عیسیٰ کتا بآید خر گشت ہوید کاذب تو انگشت زانکار خریخرہ صلوا کس کہ ہمی ورد بگو ؛ والحمد للہ الذی ینسخ ما یلقی الشیطٰن ثم یحکم اللہ ایاتہ ۔ صفحہ ۲۴ فصل ۱۹ میں بابو صاحب نے دو قول متناقض جمع کیے ہیں اور وہ یہ ہے کہ شہادۃ القرآن صفحہ ۱۱ کی عبارت ذیل کو دوبارہ مولویصاحبان اس زمانہ کے تسلیم کرتے ہیں بلکہ اسکو دلیل معقول فرماتے ہیں کہ آخری زمانہ میں علماء اس اُمت کے یہود کی مثال ہو جاوینگے اور دیانت اور تقوی اُنمیں سے جاتا رہے گا جھوٹے فتوی اور مکاریاں اور منصوبے اُن کا دین ہوگا اور دنیوی لالچوں میں گرفتار ہو جاوینگے انتہی اور پھر صفحہ ۲۴ میں قریب ہی اسکے ارشاد فرماتے ہیں کہ فتوی تو اگر بغیر اس حیلہ کے بھی استفسار کیا جاتا تو مولوی صاحبان کیطرف سے جواب وہی تھا جواب ملا ہے انتہی ان دونوں عبارتوں میں کسقدر تناقض ہے بھلا جو مولوی صاحبان اُن اوصاف مذکورہ کے ساتھ متصف ہوں جنکا اتصاف آپ تسلیم کر چکے ہیں وے بغیر طمع اور لالچ کے خواہ ایک بٹاری اکنوہی کی کیوں نہ ٹھیک فتوی کیونکر لکھ سکتے ہیں اور جو آپنے خلاف بیانی مستفتی کی لکھی ہے وہ سراسر کذب و افتری ہے کیا ابھی تک بابو صاحبکو طریقہ استفتا نہیں معلوم کہ فتوی میں تصریح کے ساتھ نہ مستفتی کا نام لیا جاتا ہے اور نہ مورد حکم فتوی کا نام فتوی میں مذکور ہوتا ہے فقط زید عمرو بکر کے نام سے استفتا کیا جاتا ہے پھر اسمیں کونسی خلاف بیانی واقع ہوئی بیان کیا جاوے جو طریقہ استفتا کا عرب و عجم میں جاری تھا اور ہے اُسی طریقہ سے وہ فتوی حاصل کیا گیا۔ اسمیں کیا محذور لازم آیا اور اس شکایت کرنے سے ہی دانشمندی اڑ گئے اور ثابت ہوا جاتا ہے کہ اگر استفتا میں مولوی محمد حسین صاحب وغیرہ کا نام صراحت سے لیا جاتا تو بالضرور یہ مولویصاحبان یہ جواب ہرگز نہ دیتے وہ نہ ہوتی شکایت کیوں ہے کہ نام سائل اور اُس شخص کا جسپر حکم فتوی لگایا گیا ظاہر کیوں نہ کیا مولویصاحبان کو اس سے کیا غرض تھی جو انہوں نہیں بھی شکایت شائع کی اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ درصورت تصریح اسماء مستفتی و مورد حکم فتوی کے رنگ جواب کا دگرگوں ہو جاتا ۔ اور اگر تسلیم بھی کیا جاوے کہ ہمارا طریقہ ہی ایک فعل [illegible] ہوشیاری کا صادر ہوا تو ہمارے کیا محذور شرعی ہے [illegible] کے تدبیر سے حضرت یوسفؑ نے بھی ایک سوتی [illegible] جو ایک ہی واقعہ [illegible] ما کان لیاخذ اخاہ فی دین الملک الا ان یشاء اللہ [illegible] وفوق کل ذی علم علیم فانسخ اللہ ما یلقی الشیطٰن ثم یحکم اللہ آیاتہ ۔ قولہ صفحہ ۲۴ نمبر میں [illegible] ہوتا ہے

کہ بابن دعویٰ توکل و اقبال علی اللہ بموجب حکم الہام فاصبر حتی یاتی اللہ بامرہ کے مرزا صاحبکو ضرور کاربند
ہوکر صبر سے منتظر رہنا ضروری تھا۔ **اقول** اے ناظرین بابو صاحبکو تعلیم اسلام سے کسقدر حجاب ہے
کیونکہ یہ اعتراض تو بابو صاحب کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مخلص صحابہ پر وارد ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ
نے جابجا قرآن مجید میں وعدہ نصرت و فتوح آنحضرتؐ کے لیے اور وعید ذلت و تباہی مخالفین و مکذبین کیلیے
ارشاد فرمایا ہے کما قال سیہزم الجمع ویولون الدبر وغیرہ وغیرہ معہذا آنحضرتؐ اور صحابہ کرامؓ نے اس
وعدہ وعید کے پورا ہونیکے لیے ایسی جان توڑ کوششیں کی ہیں کہ اپنے اموال اور جانوں کو بیدریغ خرچ کیا ہے
اس سعی اور کوشش سے وے تو مدح اور ثنا الٰہی کے مورد ہوئے کما قال تعالیٰ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا
فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ اس مضمون کی صدہا
آیتیں قرآن مجید میں موجود ہیں لیکن بابو صاحب صبر کے معنی وہی سمجھ رہے ہیں جو جبریونکا مذہب ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے
تمام وعدہائے فتح و نصرت کی تحصیل میں سعی اور کوشش کرنا اور اسپر ثابت قدم رہنا ہی صبر ہے لاغیر ای بابو صاحبا اگر
آپکا یہی توکل اور اقبال علی اللہ ہے تو تمام مجاہدات انبیا اور مجاہدات صحابہ کرام کے جنکے لیے اللہ تعالیٰ کیطرف سے
وعدہای فتح و نصرت موجود تھے اور اُن کے مخالفوں کیلیے وعیدہای ہلاکت و ذلت بڑی زور و شور سے وارد
تھی ضائع جاوینگے کیونکہ آپکے نزدیک یہ تمام کوششیں اور سعی اُن کی ہوتے ہوی وعدہ وعید کے مخالف
توکل و اقبال علی اللہ کے ہوگئیں آپکے نزدیک یہ تمام سلسلہ انبیا و محسنین کا نہ متقی رہا اور نہ صابرین میں
سے ہوا ونعوذ باللہ من ہذا القول مثل البول ای بابو صاحب جن لوگوں نے آنحضرتؐ کی وقت میں پیشینگوئیو نصرت
اور فتوح کے حاصل کرنیمیں سستی اور کاہلی کی ہے اُنھیں کو تو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں منافق فرمایا ہے
قال اللہ تعالیٰ انکم رضیتم بالقعود اول مرۃ فاقعدوا مع الخالفین ایسے ہی منافق لوگوں کیلیے یہانتک
وعید موجود ہے کہ نماز جنازہ بھی انکی نہ پڑھی جاوے کما قال تع ولا تصل علی احد منھم مات ابدا ولا تقم
علی قبرہ الآیہ ایضا قال تعالیٰ رضوا بان یکونوا مع الخوالف وطبع علی قلوبھم فھم لا یفقھون۔

قولہ لیکن دوسرے دوکس کو فریق ثانی میں سے کیا ذلت پہنچی اور محمد حسین کو اسی میعاد میں چار مربع
زمین سرکار سے ملی ہے **اقول** آپ تو صرف دوکس زٹلی اور ابو الحسن تبتی ہی کیلیے درخواست ذلت
کر رہے ہیں لیکن یہانپر تو جسقدر لوگ محمد حسین کے شریک یا تابع تھے اُن سبکو یہ ذلت پہنچ چکی کیونکہ متبوع
کی ذلت عین توابع کی ذلت ہوتی ہے محمد حسین کو تو دعوی افسری اور مقتدا ہونیکا تھا اور اپنے توابع کی
طرف سے وکیل ہوچکا تھا پھر اسکے کیا معنے کہ کسی افسر کی ذلت ہو اور اُس کے توابع ذلیل نہوں یا اُسکے
برعکس کسی افسر کی عزت ہو اور اُسکی جماعت کی عزت نہو [illegible] آپکو اسکا بھی اقرار ہے اور اسکو
تمام مشاہدات اور معقولات میں سے قرار دیتے ہو اب میں مختصراً ظاہر کرتا ہوں کہ محمد حسین صاحب پر
پیشینگوئی میعادی ۱۴ ماہ کسطرح پوری ہوئی جسکا بیان یہ ہے اولاً ہم قرآن مجید سے اس امر کا فیصلہ

کرنا چاہتے ہیں کہ خدا اور رسول کے نزدیک ذلت و عزت کس چیز کا نام ہے جب عزت و ذلت متعین ہو جاویگی تب باسانی فیصلہ ہو سکتا ہے کہ فریقین میں سے کسکی عزت ہوئی اور کسکی ذلت واضح ہو کہ فقط عزت دنیاوی جسکو جہلا عزت سمجھتے ہیں اللہ تعالی کے نزدیک وہ عزت نہیں ہو سکتی جبتک کہ دینی عزت اسکے ساتھ نہو فرمایا اللہ تعالی نے فمن الناس من یقول ربنا اتنا فی الدنیا وما لہ فی الاخرۃ من خلاق بلکہ بعض عزت دنیاوی ایسی بھی ہوتی ہے جو موجب ذلت آخرۃ کے ہو جاتی ہے کما قال تعالے واذا قیل لہ اتق اللہ اخذتہ العزۃ بالاثم فحسبہ جہنم ولبئس المہاد ایضاً قال تعالے بل الذین کفروا فی عزۃ و شقاق ایضاً قال تعالے یقولون لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعز منہا الاذل وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولکن المنافقین لا یعلمون آیات مذکورہ نے اس امر کا تو فیصلہ کر دیا کہ جس عزۃ دنیوی کے ساتھ عزت دینی نہو وہ عزت نہیں ہو سکتی بلکہ ایسی عزت موجب ذلت ہو جاتی ہے جیسا کہ آیات مذکورہ سے یہ امر بھی ایک ثابت شدہ صداقت ہو گیا اب ہم اون عزتوں کا شمار کرتے ہیں جو میعاد پیشین گوئی ۱۵ ماہ میں فریق ثانی پر وارد ہوئی ہیں اول یہ امر ناظرین پر مخفی نہیں کہ مولوی محمد حسین نے حضرت اقدس کی تکفیر تمام علماء ہندو پنجاب سے اس بنا پر کی تھی کہ یہ شخص مہدی معہود کا مکذب و مسیح موعود نبی اسرائیلی کے نزول کا منکر ہے اور خود دعوی کرتا ہے کہ وہ مہدی و مسیح موعود میں ہی ہوں اور چونکہ گورنمنٹ کو بھی اس بات کا علم تھا کہ مسلمان لوگ ایک مہدی خونی کے منتظر ہیں لہذا گورنمنٹ میں بھی طرح طرح سے مخبر یاں کیں کہ یہ شخص بدخواہ و باغی گورنمنٹ کا ہے اور بسبب دعوی مہدویت کے بغاوت کے خیالات دل میں رکھتا ہے جو کسی وقت میں قابو پا کر فساد و بغاوت کریگا۔ اور اس فتوائے تکفیر کا خود آپ سب مسلمانوں کیطرف سے پیشوا اور مقتدا بنا۔ پھر باوجود اس تکفیر اور مسلمانوں کیطرف سے وکیل ہونیکے خلاف دیگر مولویوں کے پوشیدہ طور پر برائے فریب دہی گورنمنٹ خیر خواہانہ انگریزی میں ایک رسالہ تالیف کیا جسمیں گورنمنٹ کو یہ جتلایا کہ مہدی کے بارہ میں مسلمانوں کا یہ عقیدہ بالکل خلاف احادیث ہے لہذا مہدی کا مسئلہ جو مسلمانوں میں رائج ہے وہ بالکل غلط اور باطل ہے اب فرمائیے کہ ایسی دورنگی کارروائی کیا عند اللہ موجب عزت ہو سکتی ہے قال اللہ تعالے الذین یتخذون الکافرین اولیاء من دون المؤمنین ایبتغون عندہم العزۃ فان العزۃ للہ جمیعاً بس ایک عزت تو یہ ہوئی کہ جن مسائل کے انکار کو موجب کفر و زندقہ قرار دیکر دوسرے منکر کی تکفیر کرتا ہے انہیں مسائل کے انکار کا گورنمنٹ میں آپ رسالہ انگریزی میں تالیف کر کر واسطے حصول منافع حطام دنیوی اور طلب جاہ و عزت کے خود پیش کرتا ہے عزت دوم یہ رسالہ انگریزی اسکا پکڑا گیا اور اس نفاق کی پردہ دری ایسی ہوئی کہ گورنمنٹ اور ساری علماء قوم کو جنکا وہ ایڈووکیٹ بنا تھا اس دورنگی کی اطلاع اور خبر ہو گئی تب تو اسکو اس ذلت سے چھٹکارے کیلئے کوئی سبیل نظر نہ آئی اور بڑا حیران و پریشان و حیران ہوا صدق اللہ تعالے مذبذبین بین ذلک لا الی ہؤلاء ولا الی ہؤلاء ومن یضلل اللہ فلن تجد لہ سبیلا۔ منصفین ذرہ غور کریں کہ جب کسی شخص کی

دو رنگی اور ایسا نفاق ظاہر ہو جاوے تو کسقدر شرمندگی اور ندامت اسکو لاحق ہوتی ہے جو بیان میں نہیں
آسکتی ایسی پردہ دری اور دو رنگی کی حالت میں چار مربع زمین کا تو ذکر ہی کیا ہے اگر بادشاہت بھی ملجاوے تو اسکا
تدارک نہیں کرسکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ ایک بڑا نفاق ہے کہ جس امر کو خود کوئی شخص قوم کے لحاظ و خاطر
سے کفر قرار دیتا ہے اُسی کو واسطے خوشنودی گورنمنٹ عالیہ کے اور حصول جاہ و عزت کے لیے اختیار کرتا ہے
بخلاف حضرت اقدس کے کہ جو اُن کا مذہب اور عقیدہ اور دعویٰ ہے وہ مردانہ وار ظاہر و باطن رعایا اور گورنمنٹ
میں یکساں ہے اُس کے ظاہر و باطن میں ایک سرمو کا تفاوت نہیں عزت سوم علما کی ذلت کے لیے کیا اسقدر
امر کافی نہیں ہے کہ جس علم کا انکو ایسا دعویٰ ہو کہ اپنے تئیں مولویوں اور علما کا مقتدا خیال کرتے ہوں اُس علم میں
ایسی فاش غلطی کریں کہ جو ادنیٰ طالب علم سے اس علم میں بھی صدور اُس غلطی کا موجب خجالت کا ہو خصوصاً جبکہ
ایک مناظرہ اور مباحثہ کا دوران ہو رہا ہو میرے نزدیک کوئی اہل علم اُسکی ذلت ہونے سے انکار نہ کریگا کیونکہ ایسے
وقت میں تو یہ ضرور ہے کہ علماء ربانیین کا رفع درجات ہو کما قال یرفع اللہ الذین امنوا
والذین اوتوا العلم درجات اب دیکھو کہ اسی میعاد کے اندر مولوی محمد حسین سے کیسی غلطی فاش واقع
ہوئی کہ حضرت اقدس کی الہامی عبارت لتعجب لامری پر اعتراض کیا کہ یہ عبارت غلط ہے لہٰذا الہام نہیں
ہوسکتا کیونکہ تعجب کا صلہ من آنا چاہیے نہ لام باوجودیکہ یہ انکا اعتراض سرتاپا غلط ثابت ہوا کیا ایسا اعتراض
جس سے جہالت محاورات عرب بلکہ محاورات حدیث سے ثابت ہوتی ہے علت ذلت ایسے علما کے لیے نہیں ہے
جو دعویٰ مقتدا ہونیکا علماء ہندوستان و پنجاب کیطرف سے کرتے ہوں خصوصاً جبکہ اُسکے اس اعتراض غلط
کی شہرت ایک دنیا میں شائع ہوگئی ہو عزت چہارم مولوی محمد حسین صاحب نے بڑی محنت اور جانفشانی
سے تمام ہندوستان میں دورہ لگا کر حضرت اقدس کی نسبت یہ فتویٰ حاصل کیا تھا کہ یہ شخص دجال ہے کافر ہے
بلکہ اکفر ہے کاذب ہے بلکہ کذاب ہے ملحد ہے وغیرہ وغیرہ لیکن اُس کے اس تمام فتویٰ پر یوں پانی پھیرا گیا کہ مین
کچہری ڈپٹی کمشنر اور صاحب مجسٹریٹ ضلع میں اس اقرار ذیل پر دستخط کرائے گئے کہ آیندہ ان لفظوں میں سے کوئی لفظ
حضرت اقدس کی نسبت تحریراً یا تقریراً استعمال نہ کریگا لیکن حضرت اقدس سے کوئی اقرار یا معاہدہ ایسا نہیں لیا گیا کہ
میں اپنے دعویٰ مہدویت اور مسیح موعود ہونے سے رجوع کرتا ہوں ہاں چونکہ حضرت اقدس خود بخود مدت سے معاہدہ کرچکے
ہیں کہ ہم ایسے معاندین سے مناظرہ اور مباحثہ نہیں کرینگے اور نہ حضرت اقدس نے کبھی کسی کی تکفیر کے لیے فتویٰ لکھایا تھا لہٰذا
اگر حضرت اقدس نے بھی اس نوٹس پر دستخط کیے تو اسمیں کوئی امر خلاف مراد دعویٰ کے نہیں ہوا آگے رہی تبلیغ حضرت
اقدس کی سو وہ اس زور و شور سے جاری ہو رہی ہے کہ جب سے اب تک ہزاروں اشتہار اور بہت سے رسائل طبع ہوچکے
ہیں اور شائع ہو رہے ہیں اور علاوہ ہندوستان کے اور ممالک بعیدہ مصر بغداد عرب وغیرہ میں تبلیغ حق پہنچتی
جاتی ہے لیکن مولوی محمد حسین کا ایک پرچہ تک بھی شائع نہیں ہوا اور کیونکر ہوتا کہ وہ چار مربع زمین لیکر مصداق
وَلٰکِنَّہٗ اَخْلَدَ اِلَی الْاَرْضِ کے ہوگئے ہیں آگے رہا کسی مخالف مکذب کو کافر کہنا سو کسی وقت میں حضرت اقدس

نے کسیکی تکفیر کا فتوی طیار نہیں کرایا اور ہم کسی مسلمان اہل قبلہ کو کافر کہتے ہی نہیں ہاں کسیکو کافر کہکر کوئی خود بخود
کافر ہوجائے کما جاء فی الحدیث تو پھر ہمارا اُسمیں کیا قصور ہے الحاصل تمھارا سلسلہ تکفیر از طرف حکام قہراً
وجبراً توڑدیا گیا اور یہاں پر سلسلہ مہدویت و مسیحیت برابر جاری ہے بلکہ بڑی ترقی پر ہے **عزت پنجم** یہ ہوئی کہ اشتہارات
جعفر زٹلی و ابوالحسن تبتی جو بمشورہ مولوی محمد حسین صاحب شائع کیے گئے تھے اُنمیں ایسے گندے الفاظ اور گالیاں تھیں
جو نہایت درجہ قابل شرم عند المہذبین ہوتی تھیں وہ برملا و علی رؤس الاشہاد کچہری میں پڑھی گئی جس سے نزدیک
حکام اور عقلاء مہذبین کے ثابت ہوا کہ کاتبان اشتہارات نہایت درجہ سفلہ طبع لوگ ہیں کہ اپنی تحریرات میں
میں ایسے گندے الفاظ لکھتے ہیں جو اراذل اور کمینے بھی ایسے الفاظ کے بولنے سے پرہیز کرتے ہیں تو معہذا پھر بھی
مولوی صاحب کی شان مولویت میں اس سے کچھ نقصان پیدا نہیں ہوا ضرور ہوا قال تعالٰی وینہی عن
الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون **عزت ششم** یہ ہوئی کہ الہام میعادی ۱۳ ماہ مع جملہ
تھا کہ ویعض الظالم علی یدیہ یعنی ظالم اپنے ہاتھ کاٹے گا جس سے مراد یہ ہے کہ بسبب روکدینے حاکم مجسٹریٹ
کے تکفیر او بسبب دشنام وغیرہ سے اُسکو بڑی ندامت اور شرمندگی لاحق ہوگی کیونکہ یہ روکدینا حاکم کا خلاف
اُسکی مراد اور مخالف مدعا اُسکی قوم کے بھی ہوگا اور ظاہر ہے کہ جو دعوی ایک فریق کا ہو جیسا کہ دعوی مہدویت اور
مسیحیت وغیرہ کا ہے وہ تو بحال خود رکھا جاوے اور جو فریق ثانی اسی دعوی کی بنا پر تکفیر وغیرہ کرتا ہو وہ اس تکفیر
سے روکدیا جاوے تو کسقدر ندامت فریق ثانی کو لاحق ہوگی اُسکا اندازہ اُسکا دل ہی خوب کرسکتا ہے پھر اسکے
علاوہ مولوی محمد حسین کی نسبت حضرت اقدس کو الہام کا پورا ہونا کیسی مصیبت بر مصیبت ہے جو عزت ہفتم ہے ۔

عزت ہشتم ۔ اشتہار ۲۰ نومبر ۱۸۹۸ء کی میعاد ۱۳ ماہ میں جو تھا لڑکا جسکی نسبت انجام آتھم میں بمقابلہ عبدالحق غزنوی
کے پیشین گوئی کی گئی تھی پیدا ہوا اور اُس کے پیدا ہونے سے یہ عظیم الشان پیشینگوئی پوری ہوئی اس پیشینگوئی کا
پورا ہونا مولوی محمد حسین اور عبدالحق غزنوی وغیرہ کے واسطے سم قاتل سے بھی زیادہ مضر تھا کیونکہ جن کے
الہاموں کی تکذیب کیجاوے اور بناء تکفیر اوس کے الہام قرار دیے جاویں اور پھر وہ الہام پورے ہوتے چلے جاویں
تو کیا مکفرین کیلیے موجب عزت ہوسکتی ہیں یا اُن کے پورے ہونے سے ملہم کی عزت زیادہ ہوگی **عزت نہم** یہ ہوئی
کہ چار مربع زمین کا لگان اُن کے ذمہ سرکار میں اقل درجہ ہر سال دو مرتبہ ادا کرنا ایسا ضروری ہوگیا جیسا کہ
جزیہ ادا کرنا ذمیوں پر واجب ہوتا ہے ایسو اسطے اصح الکتب بعد کتاب اللہ میں مخبر صادق نے پیشینگوئی فرمائی ہے
عن ابی امامۃ ورای سکۃ وشیئا من الۃ الحرث فقال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا
یدخل ہذا بیت قوم الا ادخل الذل رواہ البخاری شارح طیبی اس حدیث پر لکھتے ہیں ثم اہتم
الکفرۃ بہم یلزمون بالحقوق السلطانیۃ فی ارض الخراج جملہ زمیندار اور کاشتکار اسبات کو بطور حق
الیقین کے خوب جانتے ہیں کہ کسقدر دھکے کچہریوں میں ملا کرتے ہیں اور کیسی کیسی ذلتیں انکو بھگتنی پڑتی ہیں

اس بیان سے میری یہ غرض نہیں ہے کہ پیشہ کاشتکاری ناجائز ہے بلکہ مقصود میرا اس جگہ پر یہ ہے کہ یہ پیشہ خصوصاً ابتدائی زمینداری کا جو اصل میں ایک بڑا موجب طرح طرح کی ذمہ واریوں کا ہے علما کی شان کے خلاف بلکہ موجب ذلت کا ہے خصوصاً ایسے عالم کیلیے جو بذریعہ رسالہ اشاعۃ السنہ کے اپنے حوائج کے لیے کافی سرمایہ حاصل کر سکتا تھا اور اپنے تئیں امام علما سمجھتا تھا اب وہ اُسکے عوض میں ایسے شغل ارضی میں گرفتار ہو گیا جو موجب ہے واسطے مصداق ہونے اخلد الی الارض کے اور کیا خوب کہا ہے شیخ علیہ الرحمۃ نے

کس نیاید بخانہ درویش کہ خراج زمین و باغ بدہ یا بہ تشویش و غصہ راضی شو یا جگر بند پیش زاغ بنہ

اور پھر بڑا فرق ہے درمیان اُس زمینداری کے جو قدیم سے زمین آباد پر کاشتکاری کی جاتی ہے اور درمیان اُس زمینداری کے کہ غیر آباد زمین کسیکو ابتداءً واسطے آباد کرنے کے عطا فرمائی جاوے کہ اسمیں تو بڑی بڑی ذمہ واریاں ہوتی ہیں اور انھیں ذمہ واریوں کیوجہ سے اُسکا نام ذمہ داری ہے جو تخفیف یا تصحیف ہوکر زمینداری ہو گیا ہے عزت و اہم حضرت اقدس کیطرف سے کاغذات میں کوئی کاغذ ایسا نہ تھا اور نہ پیش ہوا جسمیں ایسی گندہ الفاظ گالیوں کے ہوتے جیسا کہ فریق ثانی کے کاغذات میں تھی بلکہ حضرت اقدس کے اشتہار وہی ہیں جنمیں ان گالیوں کے مقابل اللہ تعالی کیطرف رجوع تھا اور اسی کی جناب میں فریاد تھی جیسا کہ مقدس اور اہل اللہ لوگوں کا طریقہ ہوتا ہے لہذا جملہ حکام کچہری اور رعایا کی نظر میں حضرت اقدس کا تقدس اور تطہر اور رجوع الی اللہ آفتاب نصف النہار کی مانند ظاہر ہوا اور یہ تو ظاہر ہے کہ ظہور تقدس اور تطہر خصم کا جو موجب اعزاز ہے کسقدر ناگوار اور گراں ہوا ہوگا چونکہ ایسا رنج حالات قلبی میں سے ہی اسکو مولوی محمد حسین صاحب وغیرہ کا دل ہی جانتا ہوگا اور واضح ہو کہ یہاں پر گفتگو عزت اور ذلت علما اور رؤسا میں ہے نہ اراذل چوڑے چمار وغیرہ میں پس یہ کہنے کی کسیکو گنجایش نہیں ہے کہ کوئی بات ایسی ذلت کی فریق ثانی کے لیے واقع نہیں ہوئی جو اُن کے واسطے موجب ذلت کا ہو تلک عشرۃ کاملۃ پس جسقدر الہامات اشتہار میعادی ۱۳ ماہ میں تھی وہ کامل طور پر پورے ہو گئے۔ اور رسالہ خلاف بیانی کا ہیا منشورًا ہوتا بھی ناظرین کو عصای موسی کی روسے معلوم ہو گیا کیونکہ وہ تو اسی عصای کا ایک ادنی جزو ہے اور ہماری یہ کتاب آیات الرحمٰن کل عصی کا رد وجواب ہے اور نقل اشتہار مرہم عیسی کا برابر جاری رہا دیکھو الحکم وغیرہ کو بابو صاحب کا اُسکی نسبت یہ کہنا کہ حکما بند ہو گیا سراسر کذب اور جھوٹھ ہے نہیں معلوم کہ بابو صاحب کو ایسے جھوٹ بولنے کی باوجود مسلمان ہونیکے کیا ضرورت پڑی اگر کوئی عیسائی ایسا جھوٹھ بولتا تو البتہ اسکو مذہب عیسائی کے پاس ولحاظ کیوا سطے معذور رکھا جاتا۔ آگے رہا کسی مرید کا مرجانا تو حضرت اقدس نے اشتہار مذکور میں یہ کب دعوی کیا ہے کہ میرے مریدوں میں سے اس میعاد ۱۳ ماہ میں سے کوئی مرید نہیں مریگا یہ نکتہ چینی کیسی سفاہت اور حماقت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ جو جماعت چالیس یا پچاس ہزار کی ہو تو کیونکر ممکن ہے کہ ۱۳ ماہ کی میعاد تک کوئی اُنمیں سے نہ مرے انک میت وانھم میتون ایک مسئلہ فیصلہ شدہ ہے اب اس جواب کا اقوال سفیہانہ

بابو صاحب کے تا ص۴۹ مردود ہو گئے* اور فصل ۲۰ ص۵۵ تک کا جواب لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ میں ہے بس ہے

*حاشیہ۔ بابو صاحب مثیل موسیٰ تو بنگئے ہیں باوجودیکہ کوئی وجہ شبہ بیان نہیں کی اور جو وجہ شبہ بابو صاحب نے بیان کی ہے وہ بھی حضرت موسیٰ میں نہیں پائی جاتی کیونکہ حضرت موسیٰ کے ڈوبنے کا کہیں ثبوت نہیں اور اگر ہم تسلیم بھی کر لیں کہ اس وجہ شبہ میں بابو صاحب مثیل موسیٰ ہیں تو پھر بھی بابو صاحب پر یہ غور کرنا لازم تھا کہ حضرت موسیٰ کیوقت میں ہی ایک بندہ خدا ایسا بھی تھا کہ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا کا مصداق تھا اور حضرت موسیٰ کو اس کی مریدی اور شاگردی کیلیے حکم الٰہی صادر ہوا تھا پس اگر بابو صاحب اس حضر وقت کے مرید ہو جاتے افل ذرجہ یہ کہ اسپر اعتراض بیجا کرنے سے ہی باز رہتے تو مشابہت اچھی طرح پیدا ہو جاتی مگر اب تو کچھ بھی مشابہت نہیں ہو سکتی۔ منہ

کیونکہ جملہ مضمون فصل ۲۰ کا مضمون فصل ۱۹ کا نتیجہ تھا اور وہ باطل ہو گیا لہذا نتیجہ بھی باطل ہے۔ فصل ۲ کے ایک حاشیہ میں آپ لکھتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کا الہام ہے کہ اُجِيْبُ كُلَّ دُعَائِكَ اِلَّا فِيْ شُرَكَائِكَ پس میں جو شریک الہام ہوں میرے بارہ میں بھی دعا قبول نہ ہو گی انتہی ملخصاً۔ ای بابو صاحب آپکو تو اپنے الہاموں میں خود شک و شبہ ہے پھر آپ حضرت اقدس کے الہاموں میں جنکو وہ قطعی اور یقینی منجانب اللہ جانتے ہیں کیونکر شریک ہو سکتے ہیں کیونکہ آپکے الہام تو حسب اقرار آپکے وساوس ہی ہوئے اور سورة الناس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ وساوس سے پناہ مانگنے کا حکم ہے۔ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ **قوله** مولوی نور الدین صاحب نے بھی لکھا ہے کہ آتھم کی پیشین گوئی پوری نہیں ہوئی ص۵۵ **اقولُ** مولوی صاحب ابھی تک اپنی وطن کو چھوڑ کر اور مہاجر ہو کر حضرت اقدس کے پاس قادیان میں بیٹھے ہوئے ہیں اُن سے دریافت کر لو کہ پیشین گوئی مذکور پوری ہوئی یا نہیں بغیر دریافت کرنے کے ایسا قول انکی طرف منسوب کرنا وعید قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ میں داخل ہونا ہے **قوله** مہدی کے انکار سے مرزا صاحب کی عزت اور محمد حسین کی ذلت یہ عجیب معاملہ ہے **اقول** انکار مہدی خیالی سے کوئی ذلت نہیں ہوئی بلکہ نفاق اور دو رنگی سے محمد حسین کو ذلت ہوئی ہے **قوله** محمد حسین تعجب کا صلہ لفظ من کو بموجب قرآن کے کہے تو ذلت اور مرزا صاحب قرآن مجید کی آیات احادیث اور راویوں میں غلطی کریں تو عزت یہ بھی ایک عجیب معاملہ ہے **اقول** ای بابو صاحب کاپی نویس کی غلطی حضرت مرزا صاحب کیطرف کیونکر منسوب ہو سکتی ہے یا وہ غلطی جو سہواً اُن سے صادر ہو کہ خواص بشریہ سے ہے کیونکر معرض اعتراض ہو سکتی ہے دیکھو بہت لوگوں نے قرآن مجید کو بڑے اہتمام سے چھپوا کر اشتہار دیے ہیں کہ اسمیں کوئی غلطی نہیں ہے جو شخص اسمیں کسیطرح کی غلطی نکالے اسکو اسقدر انعام ملے بہ ایں ہمہ ان قرآن مجید میں بھی اغلاط برآمد ہوئی یہہ غلطیاں محل اعتراض نہیں ہو سکتیں بلکہ جو غلطی ایک جید اور اصرار و عزم کے ساتھ یا جہالت سے واقع ہو وہ محل اعتراض ہے لا غیر قال اللہ تعالیٰ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا یہہ* آپکا اسقدر جہل ہے کہ دونوں قسم کی غلطیوں کو ایک مد میں قرار دیتے ہو و شتان بینہما۔ اور کیا آپ اور محمد حسین کا یہ اعتقاد ہے کہ جو محاورات اور صلات قرآن مجید میں وارد نہیں ہوئے اور احادیث میں بموجب

*دعا ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا الاٰیۃ اس امت کے لئے قبول ہو چکی ہے۔

محاورات عرب عرباء کے وارد ہوئے ہیں وہ سب غلط ہیں اگر یہ اعتقاد نہیں تو پھر اعتراض کیا ہوا اور محل تحقیر میں کیوں
بیان کیا گیا اور یہ بات تو بعد تنبیہ کے اب بنائی گئی ہے کہ محمد حسین نے صرف یہ کہا تھا کہ قرآن مجید میں عجب کا صلہ لام
نہیں آتا۔ مگر میں اس بناوٹ پر پھر یہ کہتا ہوں کہ اس قول سے محمد حسین کا کیا مطلب تھا مدعا تو اسکا یہی تھا
کہ اتعجب لامری میں چونکہ صلہ لام کا غلط ہے لہذا وہ الہام نہیں ہو سکتا اس مراد میں تو وہ ناکام ہی رہا۔
قوله اس حدیث میں جو نزول ملائکہ ہے مرزا صاحب اس کے قائل نہیں صد ۵۵ **اقول** لعنة الله علی الکذبین
ہاں ہیڈ کوارٹر کی نسبت یہ گذارش ہے کہ خود آفتاب ہی کو دیکھو کہ اسکی ضیا تمام عالم میں منتشر ہوتی ہے معہذا آفتاب
اپنے مدار پر قائم ہے اگر اسیطرح جبرئیل کا جو مقام ہے وہ اسی جگہ پر ہے اور قوت جبرئیلی تمام عالم میں حسب ارادہ
الٰہی اپنا کام کرے تو کونسا استبعاد عقلی لازم آتا ہے اور جو دلائل حضرت اقدس نے اس مسئلہ پر بیان فرمائی ہیں انکے
ادلہ ایسے مضبوط اور مستحکم ہیں کہ آجتک کسی مخالف سے ان کا نقض نہیں ہو سکا **قوله** محمد حسین کے دستخط کرنے سے اگر
اقرار پر تو اسکی ذلت ہو اور مرزا صاحب کی عزت ہو ویسی ہی دستخط سے یہ بھی عجیب معاملہ ہے صد ۵۵ **اقول** حضرت اقدس
نے کسیکی تکفیر وغیرہ کا فتویٰ شرعی آجتک طیار نہیں کیا لیکن محمد حسین نے اپنے زعم و اعتقاد کے بموجب فتویٰ شرعی
تالیف کیا جسکی طیاری کیلیے تمام ہندوستان میں پھرا اور جان توڑ کوششیں کیں کیونکہ یہ اسکا مذہب مقرر ہو چکا تھا
پس روبرو گورنمنٹ کے اس اپنے مذہب کے ترک پر دستخط کرنا بالضرور موجب ذلت ہے لیکن چونکہ حضرت اقدس کا مذہب
ہی نہیں کہ مسلمانوں کو کافر وغیرہ کہا جاوے پھر ان کے واسطے اس دستخط سے کیا حرج ہاں جو انکا مذہب اور دعویٰ
ہے کہ میں ہی مسیح و مہدی موعود ہوں اسپر حکام کیطرف سے کوئی تعرض نہیں ہوا فالفرق بینهما ظاہر۔ **قوله**
جعفر زٹلی وغیرہ کی قلمیں کہاں ٹوٹیں صد ۵۵ **اقول** جعفر زٹلی وغیرہ کس شمار میں ہیں جب ان کے مقتدا اور
پیشرو کی قلمیں ٹوٹ گئیں پھر اگر انھوں نے گورنمنٹ کی خیانت سے کچھ سب وشتم اور گندے الفاظ لکھے تو آپ خوب
جانتے ہیں کہ حضرت اقدس کو ایسے لوگوں کی کیا پروا ہے مثل مشہور ہے ؎ مہ فشاند نور و سگ عو عو کند
ہر کسے بر خلقت خود می تند۔ الحکم نے اگر چہ کچھ زجراً لکھا ہو تو یہ اسکا فرض منصب تھا اور حضرت اقدس کو
تو صرف مولوی محمد حسین کیوجہ سے انکی طرف توجہ بالعرض و بالتبع بھی نہ بالاستقلال **قوله** مرزا صاحب
کی لعنتیں اور گالیاں جو دنیا بھر میں شائع ہوں تو وہ موجب عزت لیکن اگر دوسرے کی خلاف تہذیب تحریر
تو موجب ذلت صد ۵۵ **اقول** حضرت اقدس کی کسی تحریر میں گالیاں ہرگز نہیں پائی جاتی وہی الفاظ ہیں
جو کتاب و سنت میں مکذبین پر بولے گئے ہیں اور پھر اسپر علاوہ یہ کہ وہ سب جواباً ہیں نہ ابتداءً **والبادی
علی البادی** مسئلہ مسلمہ ہے پس کجا حضرت اقدس کے وہ الفاظ جو کتاب و سنت میں بھی وارد ہو چکے ہیں اور پھر
بطور ذب و دفع کے ہیں اور کیا جعفر زٹلی وغیرہ کے فحش الفاظ اور منکرات گالیاں جو خدا اور رسول کے کلام
میں کسی کے لیے وارد نہیں ہوئی ؎ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا ؎ اور اگر فرض کیا جاوے کہ
مولوی محمد حسین کی کوئی تحریر عدالت میں پیش نہیں ہوئی تو اس نے معاہدہ پر دستخط کیوں کرائے گئے

جب ہی تو حکام نے اپنی فراست حاکمانہ سے یقین کرلیا کہ بانی مبانی ایسے گندہ الفاظ کے مولوی صاحب ہی ہیں الخیر
اور یہ تو اور بھی زیادہ تر موجب ذلت ہو کہ باوجود نہ پیش ہونے کاغذات محررہ مولوی محمد حسین کے ان سے
بھی اُن کے مذہب کے ترک کے لیے دستخط کرالیے جاویں **قولہ** مرزا صاحب اقرارنامہ کو لفظ انگریزی
نوٹس کہیں تو عزت مولوی محمد حسین صاحب بری کو ڈسچارج کہیں تو ذلت۔ **اقول** این گل دیگر شگفت
ای بابو صاحب آپ مولوی محمد حسین کا مطلب بھی نہیں سمجھے اور حضرت اقدس کی تحقیقات بھی آپ کے
خیال میں نہیں آئی اب سمجھیو کہ محمد حسین تو یہ کہتا ہے کہ حضرت اقدس ڈسچارج تو ہوئے ہیں یعنی رہا مطلب
کہ مجرم تو قرار پاچکے تھے مگر بلحاظ بعض وجوہ کے رہا کیے گئے لیکن بری نہیں ہوئے وہ بری کو ڈسچارج
کے معنی میں نہیں کہتا اگر وہ بری کو ہم معنی و مترادف ڈسچارج کے سمجھتا تو ہمکو اُس سے اس بارہ میں کچھ بھی
بحث نہ تھی ہی تو اُسکی غلطی ہے کہ ڈسچارج کو بمعنی بری کے نہیں سمجھتا اور یہی ہمارا اُسپر اعتراض ہے
آگے رہا اقرارنامہ کو نوٹس کہنا جو آپ غلط جانتے ہیں سو یہ آپکے فہم کا قصور ہے کیونکہ معنی نوٹس کے
انگریزی میں اطلاع اور خبر دینے کے ہے جبکہ حاکم اپنے حکم سے کیسکو اطلاع وخبر دیتا ہے تو وہ نوٹس ہوا
یا کچھ اور رہا پھر جبکہ محکوم اُس حکم پر واسطے تعمیل کے دستخط کردیوے تو البتہ اُس ایک اعتبار سے وہ اقرارنامہ
بھی ہوا لیکن نوٹس ہونے سے کیونکر خارج ہو سکتا ہے اندریں صورت اُسکا نوٹس کہنا غلط نہوا لیکن ڈسچارج
کو بمعنی بری کے نہ کہنا صاف غلطی ہے کیونکہ بری عربی میں اُسکو کہتے ہیں کہ اُسکی نسبت ابتدا سے ہی جرم
کا ثبوت نہ ہو اور بالکل پاک وصاف ہو گویا وہ اپنی اصلی حالت فطرۃ پر ہی ہے اور اسکو برات اصلیہ عرب میں
کہتے ہیں کتب لغات میں موجود ہے البراءۃ السلامۃ من الذنب والعیب وغیرھما والتخلص
من الشبھۃ ایسی ہی انگریزی میں برات کو ڈسچارج کہتے ہیں دیکھو قانون ضابطہ فوجداری وغیرہ کو
پھر دیکھو واقعات کو کہ حضرت اقدس کی برات اصلی پر کیسی شہادت دے رہے ہیں اُنکی عمر بھر میں کوئی
مخالف ایسا امر پیش نہیں کرسکتا جو خلاف ہو برات اصلیہ کے وھو المدعا۔ **قولہ** مرزا صاحب کے
گھر اگر فرزند کا پیدا ہونا سبب عزت مرزا صاحب کا اور موجب ذلت مخالفین کا ہے تو اسی قاعدہ کے بموجب
مخالفین کے گھر دو تین فرزندوں کا پیدا ہونا اُنکی عزت کا سبب اور مرزا صاحب کی ذلت کا باعث ہو۔
اقول لاحول ولا قوۃ الا باللہ صدق اللہ تعالیٰ لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی
فی الصدور اے بابو صاحب کون کہتا ہے کہ صرف کسی لڑکے کا تولد ہونا موجب عزت کا ہو یہاں تو گفتگو الہام
کے پورا ہونے میں ہے یعنی اس لڑکے کی ولادت سے وہ پیشین گوئی عظیم الشان پوری ہوئی جو بمقابلہ عبدالحق
غزنوی انجام آتھم کے ضمیمہ کے ص۵۸ میں کی گئی تھی ہاں اس لڑکے کی ولادت اندر میعاد ۱۲ ماہ مندرجہ
اشتہار کے نور علی نور ہو گئی۔ پھر کیونکر موجب عزت حضرت کا اور باعث ذلت مخالفین کا نہو مثلاً
آپکو بھی مدت ہوئی کہ الہام ہوا تھا کہ آپکے گھر میں لڑکا پیدا ہوگا برعکس اُسکے لڑکی پیدا ہوئی تو الہام کا

غلط ہونا ثابت ہوا جو موجب ذلت کا ہے اور وہ لڑکی جبتک زندہ رہے گی باعث آپکی ذلت کا اُن لوگونکے
روبرو ہوگی جنکو آپ کا یہ الہام معلوم ہے۔ اور مثلاً عبدالحق غزنوی نے بھی ایک اشتہار میں شائع کیا تھا
کہ زوجہ ثانی سے جو اُسکی بھاوج ہے بعد مرجانے اُسکے بھائی کے اُسکے نکاح میں آئی تھی میرے ایک لڑکا پیدا
ہوگا مگر وہ حمل غتربود ہوگیا یا تو شاید اُسکو مرض رجا کا ہوگا یا اللہ تعالیٰ نے عبدالحق کو بمقابلہ حضرت اقدس کے
کاذب کرنیکے لیے واسطے ذلت دینے کے حسب الحکم یمحوا اللہ ما یشاء ویثبت وعندہ ام الکتاب کے وہ حمل بالکل
غتربود کردیا اور کوئی بچہ اُسکے یہاں پیدا نہیں ہوا تو چونکہ بمقابلہ حضرت اقدس کے اُس نے یہ اشتہار
شائع کیا تھا جو مصداق اُسکا واقع نہ ہوا لہذا بالضرور اُسکی ذلت کا موجب ہوا خلاصہ یہ ہے کہ گفتگو پورا ہونے
پیشین گوئی میں ہے نہ فقط لڑکا یا لڑکی پیدا ہونے میں کیونکہ اولاد تو جملہ اقوام اہل اسلام وغیر اہل اسلام
میں پیدا ہوتی ہی ہے۔ **قولہ** مرزا صاحب کے لیے رجوع دنیا کا موجب عزت ہوا اور محمد حسین یا اور کوئی
قرآن مجید ہی حفظ کرے یا ورد وظائف درود شریف وغیرہ کے سبب عزلت میں رہے تو وہ ذلیل ہو الخ

اقول - تمکو ہم ہر چند سمجھاتے رہے ؛ راہ حق ہر چند بتلاتے رہے ؛ پر نہ اسکا کچھ اثر تم پر ہوا ؛
گرچہ اسکا شور و غل گھر گھر ہوا ؛ اے بابو صاحب صدق پیشین گوئی ملہم کی موجب عزت ہوتی ہے لاغیر
حتی کہ اگر کوئی پیشین گوئی ایسی ہی ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع
ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصابرين الذين اذا اصابتهم مصيبة
قالوا انا لله وانا اليه راجعون تو ایسی پیشین گوئی کا صدق بھی موجب عزت ہوگا اور اگر کوئی پیشین
گوئی اس قسم کی ہو کہ ولله خزائن السموات والارض ولكن المنافقين لا يفقهون اور وہ پوری
ہو تو بھی سبب عزت کا ہے اور یہاں تو گفتگو اس پیشین گوئی کے صدق میں ہے کہ یاتون من کل فج عمیق
ویاتیک من کل فج عمیق سو یہ پیشین گوئیاں جو مدت سے براہین میں درج ہو چکی ہیں وہ بڑی اکمل طور پر
پوری ہوئیں اور ہو رہی ہیں اور اگر اموال دنیاوی کا رجوع بھی حسب پیشین گوئی ہو تو نعم مال صالح
للرجل الصالح موجود ہے جو نور علی نور ہے اور پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج
لعبادہ والطیبات من الرزق ملا روم کہتا ہے۔ ؛ مال را کز بہر دیں باشی حمول ؛ نعم مال صالح
گفتش رسول ؛ آگے رہا مولوی محمد حسین کا حفظ قرآن سو اول تو اسکا ثبوت کیا ہے محض دعوی ہی دعوی
ہے جبتک کہ اول قرآن سے آخر تک حفاظ قرآن مجید کو نہ سنا دیوے ثانیاً حافظ قرآن مجید کے ہر ایک
بستی میں صدہا موجود ہیں صرف الفاظ پرستی کے طور پر قرآن مجید کے حفظ کر لینے سے کیا فائدہ ہوتا ہے جبتک
کہ اُسکے احکام مندرجہ کی بموجب عمل نہ ہو دیکھو ولا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مومنا
صرف ایک حکم ہے کیا اس کے یاد کرنیکا یہی ثمرہ ہے کہ ایک مؤید و مجدد اسلام کی تکفیر بڑی سعی اور
کوشش سے کیجاوے یہ احادیث ذیل آپنے نہیں سُنیں جنکا خلاصہ یہ ہے رجل قرأ القرآن فالمہ۔

فعرفه نعمه فعرفها قال فما عملت فيها قال قرأت فيك القرآن قال كذبت ولكنك قرأت القرآن ليقال هو قارئ فقد قيل ثم امر به فسحب على وجهه حتى القي في النار رواه مسلم بطوله وفي حديث طويل اوليس هذه اليهود والنصارى يقرؤن التوراة والانجيل لا يعملون بشئ مما فيهما رواه احمد وغیرہ پس جبتک کہ قرآن مجید پر عمل نہو حفظ قرآن سے کیا فائدہ ہے ثالثاً اس زمانہ فتن مذاہب باطلہ میں حفظ قرآن مجید کے لیے واسطے بیان تفسیری کے علمائے ربانین کا یہ طریقہ ہونا چاہیے کہ مخالفین اسلام جو قرآن مجید اور تعلیم اسلام پر حملہ کر رہے ہیں انکا دفعیہ اسی بیان تفسیری قرآن مجید سے کیا جاوے کیونکہ حفظ الفاظ قرآن مجید کے لیے تو لکھو کھا حفاظ دنیا میں موجود ہیں قال اللہ تعالیٰ لا تحرك به لسانك لتعجل به ان علينا جمعه وقرانه فاذا قراناه فاتبع قرانه ثم ان علينا بيانه چونکہ آیت میں لفظ ثمّ ہے جو تراخی کے واسطے آتا ہے لہذا مراد الٰہی یوں معلوم ہوتی ہے کہ ایک زمانہ تو جمع قرآن کا ہے اور دوسرا زمانہ بیان قرآن کا ہے اور بوجہ کامل وہ زمانہ بیان تفسیری کا یہی ہے کیونکہ تمام اہل مذاہب باطلہ دین اسلام اور قرآن مجید پر طرح طرح سے حملے کر رہے ہیں پس جبتک کہ وہ بیان تفسیری قرآن مجید کا اس زمانہ میں نکیا جاوے جس سے تمام مخالفین کے حملوں کا دفاع نہو تب تک پیشین گوئی ثم ان علينا بيانه صادق نہیں ہو سکتی اب فرمایئے کہ مولوی صاحب نے اس ضرورۃ بیان تفسیری قرآن کو کہاں تک ادا کیا مخالفین اسلام میں سے کونسے فرقہ باطلہ کا افحام و اسکات کر کر اعلاء کلمہ اسلام کی ضرورت کو پورا کیا ہاں حضرت اقدس کی نسبت آپکا بھی اب تک اقرار ہے کہ ہمہ تن اس ضرورۃ کے پورا کرنے کیلیے جان توڑ کوششیں فرما رہے ہیں اور بذریعہ رسائل اور ہزارہا اشتہاروں کے تبلیغ اسلام اور ذب و دفع مخالفین اسلام کا اسی قرآن مجید سے فرما رہے ہیں اور تبلیغ اسلام تمام ممالک بعیدہ دنیا میں پہنچ چکی ہے اور جلسہ مذاہب لاہور میں تو آپنے بھی دیکھا ہوگا کہ مولوی صاحب نے بجز اس کے کہ چند آیات قرآن مجید اندھے حافظوں کیطرح پڑھدیں اور کیا حق بیان قرآن ادا کیا تھا حضرت اقدس نے کہ انکی طرف سے وہ بیان قرآن کیا گیا کہ تمام گردنیں مخالفین و موافقین اسلام کی اسکے آگے جھک گئیں اور ليظهره على الدين كله کا جلوہ ایک عالم پر چمک گیا اور نظارہ ثم ان علينا بيانه کا حاضرین کے روبرو جلوہ گر ہو گیا دیکھو حضرت اقدس کے مضمون جلسہ اعظم مذاہب لاہور کو۔ رابعاً قرآن مجید کے پڑھنے والوں میں سے ایک دجال بھی نکلیگا في المسند للامام احمد عن عبد الله بن عمرو بن العاص قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول سيخرج اناس من قبل المشرق يقرؤن القرآن لا يجاوز حلوقهم او تراقيهم كلما خرج منهم قرن قطع حتى يخرج في بقيتهم الدجال اس حدیث اور دیگر حدیثوں سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ دجال قرآن مجید وغیرہ بھی پڑھتا ہوگا بلکہ قرآن مجید پادری لوگ بھی پڑھا کرتے ہیں پھر فرمایئے تو سہی کہ صرف قرآن مجید کے پڑھنے سے جبتک اپنے اعمال و اخلاق قرآن مجید کے مطابق کر کر اسکا بیان تفسیری کیا جاوے

کہ جس سے ہر ایک مخالف اسلام کا جواب کافی و شافی اُسی سے دیا جاوے تب تک ثم ان علینا بیانہ کا ظہور کیونکر ہو سکتا ہے اور یہ کام اُن علما کا ہے جو مصداق علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کے ہیں نہ اُن علما کا کام ہے جو برائے نام قرآن مجید کو پڑھ کر اخلد الی الارض کے مصداق ہو جاویں۔

قولہ ۵۵ پھر عبداللہ آتھم کی پیشگوئی کی پورا ہونیکے وقت خلقت کے رجوع ہونے میں کامیابی اور اب رجوع ہونے میں۔ انتہی ملخصاً **اقول** - چو بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطاست ؛ سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجا ست

قرآن مجید کے مقاصد مہمہ سے ایک مقصد عظیم الشان یہی ہے کہ اہل ایمان و اسلام کے اخلاص و عرفان کی تخصیص کرے تاکہ ولیبتلی اللہ ما فی صدورکم ولیمحص ما فی قلوبکم کا نظارہ ہر کہ ومہ پر جلوہ گر ہو جائے اور خبیث و طیب باہم متمیز ہو جائے وقال اللہ تعالے ما کان اللہ لیذر المؤمنین علی ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب پس اس مقصد کے اصول کے لیے مامورین اللہ کے نشانوں میں سے بعض نشان نظری بھی واقع ہوتے ہیں تاکہ یہ تمیز اور تخصیص واقع ہوتی رہے۔ یہ تمیز اور یہ تمحیص جس کا نتیجہ عدم رجوع ہے اپنے محل اور موقع پر ضروری ہوتی ہے اور ایک وقت وہ ہوتا ہے جو پیشین گوئی یدخلون فی دین اللہ افواجاً کے پوری ہوتی ہے اُس وقت رجوع اور دخول ہر ایک کا ہو گا اسلام میں واسطے صدق پیشین گوئی کے ضرور ہے دونوں حالتیں اپنے اپنے موقعہ پر ٹھیک اور درست ہوتی ہیں کیونکہ صدق الہام ہر دو حالت میں موجب عزت ملہم کا ہوتا ہے پس آپکا اعتراض ہبآءً منثوراً ہو گیا والحمد للہ الذی ینسخ ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ ایاتہ **قولہ** ۵۵ لطف یہ کہ مرزا صاحب پشتوں آبا و اجداد سے حارث زمیندار تو عزت والے ہوں اور مولوی محمد حسین زمین ملنے پر ذلت والو بھی ہوں۔ **اقول** اے بابو صاحب ان دونو میں بڑا تفاوت ہے مگر وہ تفاوت اہل بصیرت کو نظر آتا ہے نہ بے بصیرت کو دیکھو ؎ ہر دو صورت گر بہم ماند رواست ؛ آب تلخ و آب شیریں را صفاست ؛ جز کہ صاحب ذوق کہ شناسد طعوم ؛ شہد را خوردہ کجا دانی زموم ؛ ہر دو گوں آہو گیا خوردند و آب ؛ زاں یکے سرگیں شد و زاں مشک ناب ؛ آں خورد گردد پلیدی زو جدا ؛ واں خورد گردد ہمہ نور خدا ؛ آں خورد زاید ہمہ بخل و حسد ؛ واں خورد گردد ہمہ نور احد ؛ اور ایک فرق بین تو خود آپ ہی نے بیان فرما دیا یعنی محمد حسین کو جو زمین ملی ہے وہ ان کے مکان سے مسافت بعیدہ سیکڑوں میلوں پر واقع ہے اور حضرت مرزا صاحب کی اراضی ان کی مکانوں کے متصل ہے و بینہما بون بعید پھر حضرت مرزا صاحب کی اراضی قدیم سے آباد اور سرسبز و عمدہ چلی آتی ہے جس کے آباد کرنے میں کوئی تردد اور فکر لاحق نہیں ہوتا اور محمد حسین کی اراضی غیر مزروعہ و غیر آباد پھر ان دونوں صورتوں میں مولویصاحب کو کسقدر پریشانیاں لاحق ہونگی ؛ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا پھر حضرت مرزا صاحب کو سوائے اعلاء کلمۃ الاسلام کے کبھی بھی کوئی خیال اپنی اراضی کا نہیں آتا مولوی

محمد حسین سیکڑوں میلوں پر وطن سے جلا وطن ہو کر ہمہ وقت اُسی فکر میں مبتلا ۔ چو خیر و مبتلا خیزد چو میرد مبتلا میرد دوستان بینہما پھر شغل اشاعت السنہ کا متروک ہوگیا حضرت اقدس کا شغل اعلاء کلمۃ اللہ ہر روز روز افزوں فالفرق بینہما ظاہر پس یہ تمام آپ کا قیاس اول من قاس ابلیس کا قیاس ہے جو قیاس مع الفارق ہے فالحمد للہ الذی ینسخ ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ ایاتہ قولہ ص۵۶

مرزا صاحب ہر ایک ضرورت و امر میں اشتہارات شائع کر کر چندہ و روپیہ بطور خیرات وصول کرتے رہتے ہیں تو بھی معزز و عزت والے ہوں اور مولوی محمد حسین کا اگر کسی ریاست سے بھی وظیفہ مقرر ہو تو اُس کی ذلت ہو سبحان اللہ انتہی ملخصاً۔ **اقول** یہ جسقدر نکتہ چینیاں آپ کر رہے ہیں وہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پہونچتی ہیں جس کے سبب آپکی ایمان پر بڑا ضرر واقع ہوتا ہے ۔ حملہ بر خود می کنی ای سادہ مرد ہمچو آں شیرے کہ بر خود حملہ کرد ۔ آپ پر وہی مثل صادق آتی ہے جو شیخ شیرازنے بوستان میں لکھی ہے۔

یکی بر سر شاخ دین می برید ۔ خداوند بستان نگہ کرد و دید ۔ بگفتا گر این مرد بد می کند ۔ نہ بامن کہ با نفس خود می کند

اے بابو صاحب جو امام ہوتا ہے اُسکو تائید اسلام کے لیے صدہا حاجتیں بلکہ ہزارہا ضرورتیں واقع ہوتی رہتی ہیں اور اسی لیے اُسپر واجب ہوتا ہے کہ ہر ایک انسان سے جو اُسکی جماعت میں ہے بموجب اس کی استعداد اور توفیق کے چندہ وصول کر کر اسلام کی ضرورتوں میں خرچ کرے چونکہ آنحضرت صلعم امام الکل تھے لہذا آنحضرتؐ کو تو ایسے چندوں کی بہت ہی ضرورت پڑتی رہتی تھی بلکہ اموال زکوۃ کا لینا بھی تعلیم اسلام نے امام ہی کے ذمہ میں گردانا ہے دیکھو حضرت ابو بکر صدیق امام اول نے اُن لوگوں سے مقاتلہ کیا جنھوں نے ادای زکوۃ سے بیت المال میں انکار کیا تھا پھر دیکھو وہ مناظرہ جو ما بین حضرت صدیق اور حضرت عمر کے واقع ہوا ہے جو صحیح بخاری میں بصفحہ ۱۸۸ مذکور ہے پس جو امام مصلح اُمت علی منہاج النبوۃ ہوگا اُسکو بھی ضرورۃ بالضرورہ واسطے تائید اسلام کے مالی ضرورتیں واقع ہونگی پھر دیکھو کہ آپکے صحابہ کرام اکثر غربا اور بڑے ضعفا تھے اسی واسطے حدیث متفق علیہ میں وارد ہوا ہے کہ لا تسبوا اصحابی فلو ان احدکم انفق مثل احد ذہبا ما بلغ مد احدہم ولا نصیفہ پھر اور حدیث میں وارد ہے ما نفعنی مال احد قط ما نفعنی مال ابی بکر صحابہ کرام کے یہ فضائل جب ہی تو ہیں کہ ساعت عسرت میں باوجود غربت اور افلاس ہونے کے حسب الحکم رسول کریمؐ کے اپنے اموال حسب حیثیت و توفیق و اخلاص اُنھوں نے خرچ کیے اور رسول کریم نے بطور چندہ کے اُن سے طلب فرمائے حتی کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت راشدہ میں اُن لوگوں سے جہاد کیا جنھوں نے بیت المال میں ادائے زکوۃ سے انکار کیا تھا کما مر اب اس کے اول سنو قال اللہ تعالی خذ من اموالہم صدقۃ تطہرہم بہا و تزکیہم بہا و صل علیہم ان صلوتک سکن لہم واللہ سمیع علیم آپ تو تعلیم اسلام اور احکام قرآن مجید سے یا تو بالکل بیخبر ہیں جو ایسے وساوس بیجا پیدا کرتے ہیں اور اُن کا جواب شافی و کافی خود قرآن مجید میں ہی بطور مسئلہ

جزئی کے نکل آتا ہے یا عناداً و استکباراً ایسی نکتہ چینیاں کیجاتی ہیں جنکو خود قرآن مجید رد فرما رہا ہے۔ اور اگر محمد حسین نہایت ذلت اور خواری اٹھا کر کسی ریاست سے کچھ حاصل کرے تو فرمایئے کہ بئس الفقیر علی باب الامیر کا مصداق ہوا یا کیا کیونکہ حضرت اقدس تو کسی امیر کے دروازے پر نہیں جاتے بلکہ تمام رؤسا اُن کے ہی دروازہ پر حاضر ہونا اپنا بڑا فخر سمجھتے ہیں بخلاف مولوی محمد حسین کے کہ وہ امیروں کے دروازہ پر بڑی بڑی پریشانیاں اٹھا کر حاضر ہوتا ہے سچ کہا ہے شیخ شیراز نے۔ ؎

در میر و وزیر سلطان را بے وسیلت مگرد پیرامن سگ و درباں چو یافتند غریب ایں گریباں گرفت و آں دامن

پس کجا محمد حسین کا در بدر پھرنا اور کجا حضرت اقدس کے یہاں بطور نذر اور تحفہ یا ہدیہ کے کسی رئیس کا کچھ پیش کرنا اور وہ بھی واسطے تائید اسلام اور اعلاء کلمۃ اللہ کے ؎ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ **قولہ** ۸۵

پیشین گوئیوں کی تاثیر و تکلیف و صداقت خود مرزا صاحب ہی کو محسوس ہوتی ہے جنکی دھمکانیکے لیے اُنکی اشاعت کیجاتی ہے اُنکو کچھ بھی معلوم نہیں ہوتا انتہی ملخصاً **اقول** لعنۃ اللہ علی الکاذبین کیا آتھم کی پیشین گوئی معہ اپنے دونوں پہلوؤں کے پوری نہیں ہوئی کما مر سابقاً کیا پنڈت دیانند سرستی کی موت کی خبر جو تین ماہ پہلے دی گئی تھی وہ پوری نہیں ہوئی دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۵۳۵ ۔ اور کیا پنڈت لیکھرام کی پیشین گوئی ہیبت ناک پوری نہیں ہوئی ؎ کرامت گرچہ بے نام و نشان است ؎ بیا بنگر ز غلمان اور کیا وہ پیشین گوئی جو حسین کامی سفیر رومی سلطنت کے لیے کی گئی تھی جو اشتہار ۲۴ مئی ۱۸۹۷ء اور نیز ۲۵ جون ۱۸۹۷ء میں مشتہر کی گئی ہے پوری نہیں ہوئی اور کیا وہ پیشین گوئی پوری نہیں ہوئی جو ۱۲ مارچ ۱۸۹۷ء میں سر سید احمد خاں صاحب کے سی۔ ایس۔ آئی۔ کی موت کی نسبت کی گئی تھی جو ہزاروں انسانوں کو معلوم ہے بلکہ سر سید کی نسبت دو پیشین گوئیاں کی تھیں ایک تو یہی تھی اور دوسری پیشین گوئی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں کی گئی تھی جو ایک نقصان عظیم الشان مالی کے واقع ہونے کے بارہ میں تھی جو وہ بھی پوری ہوئی غرض علاوہ مبشرات کی پیشین گوئیوں کے جو صدہا ہیں انذاری پیشین گوئیاں بھی کثرت سے ہیں جو واقع ہو گئی اور یہ کہنا کہ ایسی انذاری اور دھمکی کی پیشین گوئیوں سے اُن لوگوں کو کوئی ہم اور غم یا فکر لاحق نہیں ہوا جنکے لیے کی گئیں تھیں بلکہ تمام افکار جو اُن کے انتظار وقوع کے لیے واقع ہوئی حضرت اقدس مرزا صاحب ہی کو اٹھانے پڑے کسقدر کذب و افترا ہے اے ناظرین جبکہ یہ انذاری پیشگوئیاں اپنے اپنے وقت پر پوری ہو گئیں تو پھر ایسی لغویات بکنے سے کیا فائدہ اور اگر کوئی کہے کہ فی الحقیقت قبل از وقوع تو کچھ خوف اور فکر ان لوگوں کو نہ ہوا جنکے لیے وہ پیشین گوئیاں کی گئی تھیں تو یہ اعتراض حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی انذاری پیشین گوئیوں پر بھی وارد ہوتا ہے کہ ابو لہب و ابو جہل وغیرہ مکذبین کی نسبت جو انذاری پیشین گوئیاں مخبر صادق صلے اللہ علیہ وسلم نے کی تھیں اُنکو بھی بحکم **وامھلھم رویدا** کے کچھ غم اور فکر تا وقت وقوع پیشین گوئی وارد نہ ہوا تھا اور حضرت پیشین گوئی انذاری میں یہ امر کہ تاخیر

کہ وقت پیشین گوئی سے ہی منذر کو ترس و خوف یا فکر و غم لاحق ہو جاوے پس یہ اعتراض آپ کا بالکل باطل ہے کیونکہ آنحضرتؐ کی انذاری پیشین گوئیوں پر وارد ہوتا ہے ونعوذ باللہ منہا۔ والحمد للہ الذی ینسخ مایلقی الشیطان ثم یحکم اللہ ایاتہ **قولہ** صہ آپ ہر پیشگوئی کو عظیم الشان ہی لکھتے ہیں الخ

اقول جو پیشین گوئی خواہ ادنی ہو یا اعلیٰ جبکہ اُس مقام عظمت ذات عظیم الشان سے ہی جسکی شان ہے بیدہ ملکوت کل شئی تو پھر وہ عظیم الشان ہونگی یا حقیر الشان ہاں آپ جو اپنے الہاموں یا پیشین گوئیوں کو عظیم الشان نہیں سمجھتے تو اُسکی وجہ صاف ظاہر ہے کہ وہ منجانب اللہ نہیں ہیں پھر وہ عظیم الشان کیونکر ہو سکتی ہیں جب ہی تو آپ نے الہام قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی کو القاء شیطانی سمجھا تھا اور غلبہ شیطانی سے قرار دیا تھا جیسپر توبہ و استغفار کرتے رہے گو بالآخر یہ خیال آپ کا باقی نہ رہا ہو مگر اولاً تو غلبہ شیطانی سے ہی اُسکو قرار دیا تھا ای بابو صاحب فی الحقیقت یہ آپکا خیال بھی صحیح ہے کیونکہ وحی اور الہام کے ثبوت پر جبتک آیات بینات اور شواہد منجانب اللہ صادقہ ہوں تب تک وہ الہامات وساوس شیطانی سے پاک نہیں ہو سکتے ہیں جنکے دفع کے لیے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم اول ہر قرأت قرآن مجید میں اور آخر قرآن مجید میں قل اعوذ برب الناس میں تعوذ کیا گیا ہے اسواسطے کہ ان الشیطان یجری من الانسان مجری الدم وارد ہوا ہے بخلاف حضرت اقدس کے الہاموں کے کہ اُن کے ثبوت کے لیے ہر چہار طرف سے آیات الٰہیہ ارضیہ و سماویہ و کتاب اللہ و سنتہ صحیحہ موجود ہیں کما مر سابقاً **قولہ** صہ اگر مرزا صاحب اقرار نامہ پر دستخط کرنے سے اپنے عقائد مندرجہ کو کالعدم خیال کریں تو فتوی بھی نہیں رہے گا ورنہ جبتک وہ عقائد موجود ہیں تب تک وہ فتوی بھی موجود و قائم رہے گا۔ **اقول** اے بابو صاحب آپکو پہلے سمجھایا گیا ہے کہ حضرت اقدس نے اپنے دعوی مہدویت اور مسیحیت کے ترک پر کب دستخط کیے ہیں اور کس حاکم نے اس دعوی کے ترک کیلیے حضرت اقدس سے اقرار کرایا ہے۔ بخلاف محمد حسین کے کہ اُسکا تو مذہب یہی تھا کہ حضرت اقدس اس دعوی کی بنا پر کافر دجال اور ملحد ہیں پس اس مذہب کے ترک پر اُس نے بخوف حاکم نفاقاً یا تقیۃً دستخط کیے فالفرق بینہما ظاہر۔ **قولہ** صہ جبکہ مرزا صاحب کے نزدیک عظیم الشان محدث اور ملہم کے انکار سے بھی کافر نہیں ہوتا تو پھر خط مورخہ ۱۶ جون ۱۸۹۹ء میں یہ الہام کیسا ہے کہ جو شخص تیری پیروی نہ کرے گا وہ خدا تعالے اور رسول کی نافرمانی کرنیوالا جہنمی ہے۔ **اقول** افسوس کہ مجھکو ایک ایسا مخاطب ملا ہے جسکو مجھے ہر ایک مسئلہ کا پڑھانا پڑا ہے ای بابو صاحب آیت استخلاف کے آخر میں اللہ تعالے فرماتا ہے ومن کفر بعد ذلک فاولئک ہم الفاسقون یعنی جو شخص خلیفہ برحق اور امام مطلق کا انکار اور کفر کرے پس وہی لوگ فاسق ہیں دیکھو اس آیت میں انکار استخلاف کو اللہ تعالیٰ نے کفر اور فسق سے تعبیر فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ کفر اور فسق کرنا امام برحق کے

کے ساتھ موجب دخول جہنم کا ہے خواہ کسی قدر مدت تک ہو یہ ہم نہیں کہتے کہ انکار کرنا امامت سے سبب کفر حقیقی کا نہ ہے
جو موجب دخول جہنم کا ابدالآباد کے لیے ہو لیکن جسقدر نواہی اور ممنوعات شرعیہ ہیں وہ سب سبب دخول جہنم
کا ہی ہیں قرآن مجید میں خود مسلمانوں کے لیے صدہا وعیدیں ایسی موجود ہیں جو انکو دخول جہنم کے لیے فرمائی
گئی ہیں لیکن معہذا وہ کفر حقیقی نہیں کیونکہ نظم اُن آیات میں کفار اور مشرکین کا ذکر نہیں ہے گو مورد اُن آیات
کے کفار یا مشرکین بھی ہوں لیکن بحکم العبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص المورد مسئلہ مسلمہ ہے قال اللہ تعالیٰ
ویل لکل ھمزۃ لمزۃ الذی جمع مالا وعددہ یحسب ان مالہ اخلدہ کلا لینبذن فی
الحطمۃ وما ادراک ما الحطمۃ نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ انہا علیہم
موصدۃ فی عمد ممددۃ۔ دیکھو ان آیات میں عیب جیں اور طعنہ دینے والے کو جو مال کی بھی محبت رکھتا ہو دوزخی
فرمایا گیا ہے ایضاً قال تعالیٰ فویل للمصلین الذین ہم عن صلوتہم ساہون اس آیت میں جو نماز دو
غفلت کرے اُس کے لیے بھی ویل فرمایا گیا ہے حالانکہ صرف عیب چینی اور طعنہ زنی یا نماز دمیں غفلت کرنے سے
نماز پڑھنے والا مسلمان کافر حقیقی نہیں ہو جاتا اور پھر دیکھو کہ آنحضرت صلعم نے اپنی اُمت کے تہتر فرقوں کو
دائرہ اسلام میں داخل ہیں ناری اور جہنمی فرمایا ہے اور صرف ایک فرقہ کو جنتی ارشاد کیا پس ان آیات اور
احادیث میں جو مسلمانوں کی وعید کے لیے ارشاد فرمائی گئی ہیں جہنمی ہونیکے جو معنی آپ سمجھیں وہی مراد حضرت اقدس
کی تکذیب کے جہنمی ہونے سے ہے اور پھر ایسے منہیات کے ارتکاب کا انجام رفتہ رفتہ کفر حقیقی تک بھی تو پہنچا
دیتا ہے جیسا کہ حضرت اقدس نے متعدد جگہ اس مسئلہ کو شرح و بسط کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

قولہ ص۵ مرزا صاحب کو بحث مباحثہ اور سب و شتم سے ایسی فرصت ہی کب ملتی ہے جو اُنس شوق ذوق
محبت تقویٰ تبتل کیطرف متوجہ ہوں انتہیٰ ملخصاً **اقول** ای بابو صاحب جس اُنس شوق و ذوق وغیرہ میں اعلاء
کلمۃ اللہ احقاق حق اور ابطال باطل نہ ہو وہ اُنس و شوق و محبت وغیرہ علی منہاج النبوۃ نہیں ہو سکتا انبیا
اور مرسلین اور جملہ مامورین کی بڑی عبادت سوائے فرائض خمسہ و دیگر عبادات واجبہ کے یہی ہے کہ مناظرات
برائے اعلاء کلمۃ اللہ و احقاق حق و ابطال باطل کے لیے کیے جاویں دیکھو قرآن مجید میں سوانح انبیاء
اولوالعزم مثل حضرت ابراہیم و حضرت موسیٰ وغیرہم کے خصوصاً سوانح بعثت آنحضرت صلعم کے جو قرآن مجید
میں بار بار مذکور ہوئے ہیں اب نظر کرو اُس مباحثہ پر جو درمیان حضرت ابراہیم اور اُن کے وقت کے بادشاہ
کے واقع ہوا اور نیز وہ مباحثہ جو مابین حضرت ابراہیم اور اُنکی قوم کے ہوا جسکی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
وتلک حجتنا اتینہا ابراہیم علی قومہ نرفع درجات من نشاء ان ربک حکیم علیم
اس آیت میں رفع درجات کا سبب عطا کرنا حجت کا ہی قرار دیا گیا ہے معلوم ہوا کہ حجت ہی سے رفع درجات
ہوا کرتا ہے اور حجت بغیر مناظرہ کے کیونکر ہو سکتی ہے وغیرہ وغیرہ پھر دیکھو وہ مناظرہ جو درمیان حضرت
موسیٰ اور فرعون کے مدت تک وار قائم رہا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بار بار اُس مناظرہ کا ذکر اپنے کلام پاک میں

ارشاد فرمایا ہے۔ اور پھر دیکھو کہ آنحضرت صلعم کا کل زمانہ بعثت انھیں مناظرات اعلاء کلمۃ اللہ و احقاق حق
اور ابطال باطل میں صرف ہوا قال اللہ تعالےٰ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہٗ
علی الدین کلہ اب فرمائیے کہ اظہار دین اگر بقوت سلطنت و سطوت ملک ہووے تو اُسمیں سب سے زیادہ
مشغولی ہوگی اور نہایت دشوار ہوگا جیسا کہ آنحضرت صلعم کے زمانہ آخر نبوۃ میں اور حالت مدنی میں واقع ہوا
یا صحابہ کرام کی خلافت میں وقوع میں آیا قال اللہ تعالےٰ اذ جاؤکم من فوقکم و من اسفل منکم
و اذ زاغت الابصار و بلغت القلوب الحناجر و تظنون باللہ الظنونا ھنالک ابتلی
المومنون و زلزلوا زلزالا شدیدا۔ ایضًا و اذ یقول المنافقون و الذین فی قلوبھم مرض
ما وعدنا اللہ و رسولہ الا غرورا۔ و لنعم ما قیل ؎ گر نبودے کوشش احمد تو ہم + می پرستیدے
چو اجداد ت صنم + اور اگر یہ اظہار دین بقوت قلم اور حجت و برہان سے ہووے جیسا کہ تمام اکابر مفسرین نے
اس پیشین گوئی کو زمانہ مسیح موعود سے متعلق کیا ہے تو اس زمانہ پرفتن میں کہ تمام مذاہب فاسدہ اور
ادیان باطلہ جو دنیا بھر میں جوش و خروش کر رہے ہیں انکا ابطال اور دین اسلام کا احقاق قرآن مجید
کیا اسطرح پر ہو سکتا ہے کہ مسجدوں میں بیٹھکر یا قیام کر کر بغیر تدبر اور تفکر کے اور بغیر ترتیل اور تجوید کے
قرآن مجید کے شبینے ختم کیے جاویں اور وہ بھی اسطرح پر کہ بجز فواصل آیات الہ یلہ قلہ سلہ یفعلون الہ
ہلہ خلہ دلہ تلہ تفعلون کے کسی سامع کی سمجھ میں کوئی حرف قرآنی نہ آوے انا للہ و انا الیہ
راجعون و نعوذ باللہ منہ و لنعم ما قیل۔ گر تو قرآن بدین نمط خوانی ؎ ببری رونق مسلمانی ؎ اور اگر
فرض کیا جاوے کہ کوئی شخص تدبر اور ترتیل کے ساتھ بھی قرآن مجید کے الفاظ کو پڑھے تو وہ اُس
شخص کی برابری کب کر سکتا ہے جو کہ حقائق اور معارف اسطرح پر بیان کرتا ہے جس سے تمام مذاہب باطلہ
اور ادیان فاسدہ کا اس زمانہ پرفتن میں رد ہوتا چلا جاتا ہے کیونکہ مخبر صادق صلعم ایسے ہی عالم ربانی
کے واسطے فرماتے ہیں کہ فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادناکم۔ ایضًا فرمایا ہے کہ فقیہ
واحد اشد علی الشیطان من الف عابد کذا فی المشکوٰۃ ایضًا قال تعالےٰ قل ھذہٖ سبیلی
ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا و من اتبعنی و سبحٰن اللہ و ما انا من المشرکین ہ آگے رہا یہ
وسوسہ کہ اکثر حضرت اقدس مرزا صاحب کی کتابوں اور نیز تقریروں میں گالیاں ہوتی ہیں سو اسکا جواب
بجز اس کے اور کیا دیا جاوے کہ لعنۃ اللہ علی الکذبین حضرت اقدس کی کتابوں میں وہی کلمات استعمال
کیے گئے ہیں جو کتاب اللہ و سنت صحیحہ اور خیر القرون کے مناظرات و مقابلات میں وارد ہوئے ہیں یا انکی
نظائر ہیں اور وہ بھی زیب اور دفع کے طور پر ہیں نہ ابتداءً و بداہتًا اور یہ تو قضیہ مسلمہ ہے کہ البادی اظلم
البادی اور پھر آپ سے یہ بھی دریافت کیا جاتا ہے کہ مخالفین سے آجتک جسقدر مقابلے ہوئے ہیں ان سب
مقابلوں میں مخالفین کو سوائے خذلان اور کچھ حاصل نہوا پھر یہ تائیدات الٰہیہ حضرت مرزا صاحب کو اگر

مقرب من اللہ اور مامور من اللہ نہیں ہیں بلکہ کاذب ہیں تو کیوں حاصل ہوئیں پیشینگوئیوں میں کوئی مقابلہ نہ کرسکا صدہا پیشینگوئیاں حضرت اقدس کی اب تک صادق ہو چکیں عربی فصیح و بلیغ میں تفسیر قرآنی کے لکھنے کے لیے کوئی عالم عرب یا عجم کا مقابلہ میں نہیں آسکا قبولیت دعاؤں میں کسی نے مقابلہ نہیں کیا آسمانی اور زمینی نشانات ان سب کے علاوہ ہیں جنکا کچھ ذکر پہلے ہو چکا کیا کاذب کیلیے اللہ تعالے کیطرف سے یہی نشان ہوتے ہیں اور صادق کیلیے وہ نشان خذلان جو آپ کے حصے میں آئے ہیں کہ ہر پہلو سے توفیق چھین لی جائے اور کیا ایسے ہی لوگ جو خائب و خاسر ہوں صادق الحال عالی شان عارف باللہ ہوسکتے ہیں کلا و حاشا۔ کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی۔ والعاقبة للمتقین دیکھو یہاں پر ہر ایک میدان میں انجام کار کامیابی اسی متقی کی ہوئی والحمد للہ اولاً و اخراً۔ **قولہ** صفحہ ۵ مرزا صاحب نے عظیم الشان مسئلہ حرمت تصویر کا انکار کیا اور اُس کے جواز پر اپنا عمل سند گردانا اسکا محرک کو بنا باعث ہوا انتہی ملخصاً **اقول** حضرت اقدس مرزا صاحب نے آجتک کوئی اشتہار یا کوئی رسالہ یا کوئی تحریر ایسی شائع نہیں فرمائی جسمیں یہ لکھا ہو کہ تصویر پرستش کے جواز میں ہمارا عملدرآمد ہی سند ہے ایسا افترا کیا اللہ تعالیٰ کی لعنت کے تحت میں داخل ہونا ہے ہاں البتہ جلسہ فوٹوگراف میں آپ بیٹھے اور آپکا عکس کھینچا گیا چونکہ تصویر کی حرمت یا کراہت لذاتہ نہیں ہے بلکہ حرمت لغیرہ ہے یعنی اگر پرستش کے واسطے کوئی تصویر بنائی جاوے تو بلاشک و ریب حرام ہے اور اُس کے بنانے میں کوئی وجہ جواز کی ہو نہیں سکتی لیکن اگر کوئی غرض صحیح ایسی پیدا ہو جاوے کہ تصویر سے رد شرک ہی ہوتا ہو یا اور کوئی غرض صحیح نکلتی ہووے تو پھر اُس کی حرمت کی کوئی وجہ نہیں ہوسکتی ہے احادیث میں جسقدر اسباب میں وعیدیں آئی ہیں وہ اُنھیں تصاویر کے بنانے پر آئی ہیں جو عبادت کے لیے بنائی جاویں چنانچہ حضرت ابراہیم کے مناظرہ سے جو قرآن مجید میں مذکور ہے یہ ہمارا دعویٰ بخوبی ثابت ہوتا ہے کما قال تعالےٰ اذ قال لابیہ وقومہ ماھذہ التماثیل التی انتم لھا عاکفون قالوا وجدنا اباءنا لھا عابدین۔ اس آیت میں وہی مورتیں اور صورتیں ممنوع حرام معلوم ہوتی ہیں جنکی پرستش کے لیے عکوف کیا جاوے کیونکہ آیت میں التماثیل کو مقید کیا گیا ہے بصفت التی انتم لھا عاکفون کے پس اس آیت سے ثابت ہوا کہ حرمت تصویر کی لذاتہ نہیں بلکہ حرمت لغیرہ ہے اور جسجگہ پر مذمت تصویر کی مطلق آئی ہے وہ بحکم علم اصول وحمل المطلق علی المقید محمول اسی مقید پر ہے آگے رہا جزو دوسرے دعویٰ کا یعنی کسی غرض صحیح کے لیے تصویر کا باقی رکھنا سو اُسکی نسبت بھی دیکھو قال تعالےٰ فجعلھم جذاذا الا کبیرا لھم لعلھم یرجعون اس آیت سے ثابت ہے کہ حضرت ابراہیم بت شکن نے سب بتوں کو توڑ کر ایک بڑے بت کو قائم رکھا تھا غرض صحیح اُس کے قائم رکھنے میں یہی تھی کہ مناظرہ رد شرک میں اُسکا باقی رکھنا مفید ہوگا چنانچہ بوقت مواخذہ جب ابراہیم سے کفار نے کہا

کہ انت فعلت ھذا بالھتنا یا ابراھیم تو آپ نے جواب دیا بل فعلہ کبیرھم ھذا فسئلوھم
ان کانوا ینطقون پس اس جواب کو مشرکین سنکر حیران ہوے اور بعد تامل کے نادم بھی ہوے چنانچہ
اللہ تعالےٰ اُن کے حال سے خبر دیتا ہے کہ فرجعوا الی انفسہم فقالوا انکم انتم الظلمون دیکھو
اگر حضرت ابراہیم اُس بڑے بُت کو باقی نہ رکھتے اور اُسکو توڑ ڈالتے تو مناظرہ رد شرک مین اُنپر غالب اسطرح نہوتے
لہذا رد شرک کیواسطے حضرت ابراہیم نے ایک بڑے بُت کو باقی رکھا اور نہ توڑا تو ان آیات سے صاف
ثابت ہوا کہ اگر کسی تصویر کے قائم رکھنے سے ہی کوئی شرک دفع ہوتا ہو یا اُسکے قائم رکھنے میں کوئی غرض
صحیح ہو تو وہ تصویر حرام نہیں ہوسکتی ورنہ حضرت ابراہیم مرتکب فعل حرام کے ہونگے ونعوذ باللہ منہ
کہ باوجود قابو پانے کے بڑے بت کو نہ توڑا اور باقی رکھا۔ اب گذارش یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی
اغراض صحیحہ اس فوٹو کی تصویر میں بہت ہیں دو ایک اغراض صحیحہ اُن کی ہم یہاں پر بیان کرتے ہیں
اول یہ کہ مخالفین جو حضرت عیسیٰ نبی کو دوسرے یا چوتھے آسمان پر بٹھا کر اُن کے واسطے صفات
خاصہ الوہیت ثابت کر رہے ہیں اُنپر اتمام حجت کر دیا جاوے اسطرح پر کہ دیکھو جو حلیہ مسیح موعود کا
احادیث صحیحہ میں مخبر صادق نے بیان فرمایا ہے مثلاً اونچی ناک والا اور معتدل القامت وغیرہ
بعینہ اس صورت میں موجود ہے اور یہ صورت حضرت عیسیٰ کی نسبت وہ خیالات تمہارے کہ الآن
کما کان وعدم احتیاج طرف اکل وشرب وغیرہ کے وہ خیالات سب باطل اور غلط ہیں پس جس شخص
نے حضرت مرزا صاحب کو دیکھا نہو وہ اس صورت کو دیکھکر اُس حلیہ سے مطابقت کرے جو احادیث
صحیحہ میں مخبر صادق نے بیان فرمایا ہے اور وہ شرک فی الصفات جو حضرت عیسیٰ کے بارہ میں رکھتا
ہے اُس سے باز آجاوے پس جو غرض حضرت ابراہیم کو تھی کہ لعلھم الیہ یرجعون وہی غرض
حضرت اقدس کی ہے کہ لعلھم بھذہ الصورۃ یرجعون الی توحید الاسلام اور فی الحقیقت جو
لوگ انمیں سے ایک ذرہ بھر غور اور انصاف کریں گے تو اُنکو یہ حالت طاری ہوگی کہ فرجعوا
الی انفسہم فقالوا انکم انتم الظالمون۔ دوم آنکہ چونکہ یورپ اور امریکہ وغیرہ ممالک بعیدہ میں بھی
اس سلسلہ الٰہیہ کی تعلیم شروع ہوگئی ہے اور اُن کے جملہ اقوام مخالفین اسلام و عیسائیان وغیرہ عادی
اور خوگر ہیں اس بات کے کہ فوٹو ہر ایک بانی سلسلہ کا خواہ دینی ہو یا دنیوی لے لیتے ہیں اور مدار
اپنی معرفت اور شناخت کا اسی فوٹو کو سمجھتے ہیں پس اگر ان اقوام مخالفین اسلام اور عیسائیوں میں
سے کوئی عیسائی وغیرہ شرک عیسائیت کو ترک کر کر اُسی فوٹو کے ذریعہ حضرت مرزا صاحب کو
مہدی و مسیح تصدیق کر کر توحید اسلام اختیار کرلے تو بحکم اُس حدیث کے کہ ایک شخص کا ہدایت
پاجانا بہتر ہے تمام دنیا کے سرخ اونٹوں سے تو ایسے فوٹو بھی جو باعث ہدایت کسی کا مخالفین
میں سے ہوجاوے کونسی حرمت ہے کیونکہ اصل اشیا میں اباحت ہو حالانکہ مطلق تصویر کے جواز

وعدم جواز میں اختلاف کا بر علما کا بھی موجود ہے چنانچہ حواشی بخاری میں لکھا ہے وفی المجمع یحتج به فی اباحة صور هی رقم اور نیز حاشیہ صفحہ ۸۸۱ میں بخاری کے لکھا ہے وقال ابن العربی حاصل ما فی اتخاذ الصور انها ان کانت ذات اجسام حرام بالاجماع وان کانت رقما فاربعة اقوال الاول یجوز مطلقا علی ظاهر قوله الا رقما فی ثوب الخ۔ اور پھر دیکھو اگر تصویر مطلقاً حرام ہوتی تو آنحضرتؐ اُس تکیہ پر متکی کیوں ہوتے جس میں تصویر موجود تھی کیونکہ حضرت عائشہ نے اُس پردے کے جبکہ حضرتؐ نے پھاڑ دیا تھا دو تکیے بنا لیے تھے منجملہ ان دونوں تکیوں کے ایک تکیہ پر یا دونوں پر آپ بیٹھا کرتے تھے چنانچہ مسند امام احمد میں مذکور ہے ولقد رایته متکئا علی احدهما وفیها صورة کذا فی حاشیة البخاری مطبوعہ احمدی اور اسمیں یہ بھی لکھا ہے قال محمد فی الموطا ما کان فیه من تصاویر من بساط یبسط او فراش یفرش او وسادة فلا باس بذلك انما یکره من ذلك فی الستر وما ینصب نصبا وهو قول ابی حنیفة والعامة من فقهائنا انتهی۔ اور قرآن مجید میں آیت یعملون له ما یشاء من محاریب وتماثیل حضرت سلیمان کے قصہ میں مذکور ہے جسپر کلام الٰہی میں انکار نہیں کیا گیا اور تخلق من الطین کهیئة الطیر فتنفخ فیها فتکون طیرا باذن الله حضرت عیسیٰ کا معجزہ شمار کیا گیا ہے اور محل مدح میں ذکر کیا گیا ہے نہ محل ذم میں پھر مطلق تصویر کلیتاً کیونکر حرام ہو سکتی ہے کیونکہ اُس سے لازم آتا ہے کہ حضرت سلیمان اور حضرت عیسیٰ نعوذ باللہ مرتکب حرام ہوئے واللازم باطل فالملزوم مثله پھر اسپر علاوہ یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب بغیر کسی غرض صحیح کے تفاخر اور زینت یا خُیَلا کے طور پر عموماً اتخاذ تصاویر پر اجازت نہیں دیتے جن لوگوں نے اس آپکے فوٹو سے عام طور پر جواز کلیہ سمجھ لیا ہے وہ انکی سمجھ ہے نہ حضرت کا ارشاد کیونکہ ایسی زینت تصاویر میں ایک قسم کا تکبر اور خیلا ضرور پایا جاتا ہے اور فوٹوگرافوں کے لیے بھی وعید آئی ہے جسمیں ایک قسم کا تشابہ بخلق اللہ پایا جاتا ہے جس کے لیے احادیث میں وعیدیں موجود ہیں۔ لہذا میں عام طور پر بغیر کسی غرض صحیح کے ہر ایک شخص کے لیے فوٹو کا کھچوا لینا مکروہ سمجھتا ہوں اور میرے روبرو وہ تمام احادیث جنمیں اس تصویر کے اور مصور کے بارہ میں وعیدیں آئی ہیں تمام پیش نظر ہیں۔ مگر غرض صحیح کے لیے تو بتخانہ میں جانا بھی جائز ہے ولنعم ما قیل۔ ؎ احمد بو جہل در بتخانہ رفت ؛ درمیان این و آن فرقیست رفت ہا

اور پھر دیکھو حاشیہ بخاری میں بصفحہ ۸۸۱ لکھا ہے ووقع عند مسلم انها کان لها ثوب فیه تصاویر ممدود الی سهوة فکان النبی صلی الله علیه وسلم یصلی الیه فقال اخریه عنی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ نے صرف اُس کپڑے کے ہٹا دینے کے لیے حکم صادر فرمایا تاکہ اندر نماز کے حضور قلب میں کوتاہی واقع نہ ہو مگر اُس کپڑے کے پھاڑ ڈالنے یا پھینک دینے کو نہیں فرمایا غرض میری اس تطویل بیان سے یہ ہے کہ یہ مسئلہ فوٹو کا کوئی ایسا مسئلہ نہیں جسپر بابو صاحب نے بہت سا زور دیکر متعدد جگہ ناحق کا نقد

کو بیاہ کیلیے ہے اس مسئلہ میں سلف سے خلف تک اختلاف چلا آیا ہے اور بین الاحادیث اس بارہ میں بڑا اختلاف
ہے مگر جو ہم نے توفیق و تطبیق احادیث مندرجہ باب کی کردی ہے علماء کو اُس کو بجز تسلیم کرنیکے چارہ
نہیں ہے ورنہ کوئی مخالف ان احادیث مختلفہ میں توفیق کر کر دکھلاوے اور جو توفیق شارح
نے کی ہے ہمارا شیخ صدر اُس سے نہیں ہوتا کیونکہ پھر مخالفت قرآن مجید سے آکر پڑتی ہے یا د کرو آیت
یعملون له ما یشاء من محاریب و تماثیل وغیرہ کو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک مقام پر تو تماثیل کا
ذکر محل ذم میں فرمایا ہے جیسا کہ ما هذه التماثیل التی انتم عاکفون اور دوسری جگہ اُسی تماثیل کو
انعاماً محل مدح میں ارشاد فرمایا پس یہ تو بہت بڑا اختلاف قرآن مجید میں ہوا جاتا ہے ولیکن قرآن مجید تو ایسے
اختلافوں سے بالکل بری اور منزہ ہے کما قال تعالیٰ ولو کان من عند غیر الله لوجدوا فیه اختلافا کثیرا
لہذا بالضرور ماننا پڑا کہ ایک مقام پر جو تماثیل محرمہ ہیں وہ مقید بعبادت ہیں اور دوسری جگہ وہی تماثیل غیر
مقید بصفت عبادت ہیں فتفارقا اور اسی تفرقہ کے ساتھ قرآن مجید میں بیان فرمائی گئی ہیں فثبت
المطلوب بحسن الاسلوب اور یہ کہنا کہ شریعت بنی اسرائیل میں تصویر کا بنانا جائز تھا اب مطلق
اور کلیۃً حرام ہو گیا سو درست نہیں ہے کیونکہ پھر اللہ تعالیٰ نے ان تماثیل سلیمانیہ کو انعاماً محل مدح میں
کیوں بیان فرمایا کوئی شے محرم بھی انعام الٰہی ہو سکتی ہے کلا و حاشا ✝ پھر حضرت عائشہ کی گڑیوں کو

✝ نوٹ وفی الدلائل للبیہقی عن هشام بن العاص الاموی قال بعثت انا و رجل آخر
الی هرقل صاحب الروم ندعوه الی الاسلام فذکر الحدیث وانه ارسل الیهم لیلا فا
فدخلنا علیه فدعا بشیٔ کهیئة الربعة العظیمة مذهبة فیها بیوت صغار علیها
ابواب ففتح واستخرج حریرة سوداء فنشرها فاذا فیها صورة حمراء واذا رجل ضخم
العینین عظیم الالیتین لم ار مثل طول عنقه واذا له ضفیرتان احسن ما خلق الله
تعالیٰ قال اتعرفون هذا قلنا لا قال هذا آدم علیه السلام ثم فتح بابا آخر فاستخرج
حریرة سوداء واذا فیها صورة بیضاء فاذا رجل احمر العینین ضخم الهامة حسن
اللحیة فقال اتعرفون هذا قلنا لا قال هذا نوح علیه السلام ثم فتح بابا آخر واخرج
حریرة فاذا فیها صورة بیضاء واذا فیها والله رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال
اتعرفون هذا قلنا نعم محمد رسول الله ونبینا والله انه ای هرقل قام قائما
ثم جلس ثم قال انه لهو فقلنا نعم انه لهو کانك تنظر الیه فامسك ساعة ینظر
الیها ثم قال اما والله انه لآخر البیوت ولکن عجلته لکم لانظر بما عندکم الحدیث
وفیه ذکر صور الانبیاء ابراهیم و موسی و عیسی و سلیمان وغیرهم قال فقلنا له

بھی یاد کرو جو احادیث سے بھی اُن کا ثبوت ہے حاشیہ بخاری میں صفحہ ۸۸۰ لکھا ہے قال القاضی الا ما ورد فی اللعب بالبنات الصغار بصغار البنات والرخصۃ فی ذلک اھ یہ کہنا کہ کھیل گوڑیوں کا احادیث سے منسوخ ہے مسلم نہیں ہم کہتے ہیں کہ یہ احادیث ہی جنمیں حرمت تصاویر پائی جاتی ہے حدیث لعب بالبنات سے منسوخ ہوں غرضکہ ایسے اختلافی مسئلہ میں جبکہ صحت نیت بھی اسکے ہمراہ ہو ایسی نکتہ چینی کی کسی مخالف کو گنجایش نہیں ہے والحمد للہ الذی ینسخ ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ ایاتہ **قولہ** صفہ رحمۃ للعلمین اور انک لعلی خلق عظیم کے خطاب والونکی یہی شان ہے کہ مخالفین مثل محمد حسین وغیرہ کو اپنے خطاب کی عزت بھی نہ دیویں مولوی روم صاحب نے کیا عمدہ کہا ہے عاشق تصویر و وہم خویشتن + کے بود چون عاشقان ذوالمنن + دو شعر جو کشفا دکھلایا گیا ہے حدیث عشق از بطال منیوش + کہ در سختی کنند یاران فراموش ـ **اقول** بابو صاحب جبکہ مخالفین محمد حسین وغیرہ کو حضرت اقدس کے خطابات سے اسقدر نفرت ہے کہ حکام تک انکی شکایت کرتے ہیں اور مقدمہ بازی میں مشغول ہو جاتے ہیں چو حجت نماند جفا جوی را + بپرخاش در ہم کشد روئے را + اور نتیجہ اس خطاب کا کوئی بھی حاصل نہیں ہوتا اور خطاب بھی لغو ہوا جاتا ہے تو پھر فرمایئے کہ وہ رحمۃ للعلمین اپنے وقت کو کیوں ضائع کرے کیا آپ نے قرآن مجید میں نہیں پڑھا کہ والذین ہم عن اللغو معرضون پھر دیکھو کہ ایسے لوگوں کے اعراض کرنیکے واسطے اللہ تعالے کا حکم

بقیہ حاشیہ صفہ من این لک ہذہ الصور فقال ان آدم سال ربہ ان یریہ الانبیاء من ولدہ فانزل علیہ صورہم وکانت فی خزانۃ آدم عند مغرب الشمس فاستخرجہا ذوالقرنین من مغرب الشمس فدفعہا الی دانیال ـ الانوار المحمدیہ صفہ و ۲۰۰ من المواہب اللدنیہ مطبوعہ بیروت ۱۳۱۰ھ ـ

حاصل ترجمہ دلائل بیہقی میں ہشام بن العاص اموی سے روایت ہے کہ میں اور ایک دوسرا آدمی بادشاہ روم کیطرف روانہ کیے گئے کہ اسلام کیطرف اسکو بلاویں اور ایک رات ہم اُسکے پاس گئے تب اُس نے ایک صندوق بڑا اور سنہری نکلوایا جسمیں چھوٹے چھوٹے خانے تھے اور جنپر ڈھکن تھے پھر اُس نے اسکو کھولا اور ایک کپڑا ریشمی سیاہ نکالا اور اُس کپڑے کو کھولا تو وہ ایک تصویر سرخ تھی آدمی کی جسکی آنکھیں دونوں بڑی بڑی تھیں اور سرین بھی دونوں بڑے بڑے تھے اور گردن ایسی بڑی تھی کہ ویسی گردن میں نے نہیں دیکھی اور بہت ہی خوبصورت گندھے ہوئے بال دونوں شانوں کی طرف لٹکے ہوئے تھے ہم سے اُس نے دریافت کیا کہ تم اس تصویر کو پہچانتے ہو کہ کسکی ہے ہم نے کہا کہ ہم نہیں پہچانتے اُس نے جواب دیا کہ یہ تصویر حضرت آدم علیہ السلام کی ہے ـ پھر اُس نے دوسرا خانہ کھولا اُسمیں سے بھی ایک کپڑا حریر سیاہ کا نکالا جسمیں ایک

لیسا تا کبھی اُس رحمۃ للعالمین کے واسطے صادر ہوا ہے جس کا یہ مسیح موعود ایک ظل ہے کما قال تعالیٰ بل ھم قوم طاغون فتول عنھم فما انت بملوم پھر آپ بتلا دیں کہ ظل اپنے ذوالظل کا کیونکر تابع نہ ہو۔ اگر کوئی کہے کہ مرزا صاحب کی پیشین گوئیوں میں تو تاریخ اور وقت اور مہینہ اور سنہ اُنکے مریدوں کے نزدیک سب کچھ پایا جاتا ہے بخلاف پیشین گوئیوں آنحضرت صلعم کے کہ کسی پیشین گوئی میں یہ تشخصات اور ایسے تعینات نہیں پائے جاتے اندریںصورت افضلیت مرزا صاحب کی اُن کے مریدوں کے نزدیک حضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم پر بھی لازم آگئی تو یہ معترض کی کج فہمی ہے کیونکہ سایہ اگرچہ اپنے اصل سے حسب ضرورت کسی وقت دراز بھی ہو جاتا ہے لیکن ایکوقت اُسپر فنا فی الاصل ہونے کا زمانہ ایسا آتا ہے کہ بالکل فنا فی الاصل ہی ہو جاتا ہے اور نیز قیام ظل کا بغیر ذوالظل کے ہرگز نہیں ہوسکتا۔ طول یا قصر سایہ کا اُس کے اختیار میں نہیں ہے بلکہ ایک اور ارادہ الٰہی کا آفتاب ہے جسکو حسب ضرورت ازمنہ و اوقات کے طویل یا قصیر کر دیتا ہے یا بالکل فنا کر کر متحد کر دیتا ہے کما قال تعالیٰ الم تر کیف مد الظل ولو شاء اللہ لجعلہ ساکنا ثم جعلنا الشمس علیہ دلیلا

سفید تصویر آدمی کی تھی جسکی دونوں آنکھیں سرخ تھیں اور سر اُس کا بہت بڑا داڑھی خوبصورت پھر اُس نے پوچھا کیا تم اسکو پہچانتے ہو ہمنے کہا کہ ہم نہیں پہچانتے اُسنے جواب دیا کہ یہ نوح علیہ السلام کی تصویر ہے پھر اُس نے تیسرا خانہ کھولا اور ایک کپڑا حریری نکالا جسمیں بھی ایک سفید تصویر تھی اور وہ تصویر تو قسم ہے اسکی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی تھی تب اُس نے کہا کہ اسکو بھی تم پہچانتے ہو ہمنے کہا ہاں یہ صورت ہمارے رسول صلعم کی ہے جو ہمارے نبی ہیں تب وہ کسی قدر دیر تک اُس صورت پر غور نظر کرتا رہا پھر کہا قسم ہے اللہ کی کہ یہ تصویر سب سے اخیر خانہ میں تھی لیکن جلدی سے تمھارے روبرو اسواسطے نکالی تا کہ میں تمھارے علم کو دیکھلوں اس حدیث میں دیگر انبیا یعنی حضرت ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ اور سلیمان وغیرہم علیہم السلام کی تصویروں کا بھی ذکر ہے۔ پھر ہمنے اُس سے کہا کہ یہ تصویریں تمکو کہاں سے ملی ہیں تب اُس نے جواب دیا کہ حضرت آدم نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی تھی کہ جو انبیا انکی اولاد میں ہونے والے ہیں اُن کی تصاویر اُن کو دکھلا دیوے تب اللہ تعالیٰ نے یہ تمام تصویریں اُنپر عیب سے اُتاری تھیں اور حضرت آدم کے تبرکات میں جو مغربی ملک میں رکھی ہوئی تھیں اور ذوالقرنین جب مغربی ملک میں گیا تھا وہاں سے اُسنے حاصل کی تھیں پھر دانیال کو بھی مل گئی تھیں پھر مجھکو پہونچیں۔ انتہیٰ۔ کتاب انوار محمدیہ از مواہب لدنیہ مطبوعہ بیروت سنہ ۱۳۱۲ حضرت آدم کا درخواست کرنا واسطے تصاویر انبیا کے اور پھر جناب باری سے قبول فرمایا جانا اور موافق درخواست تصاویر انبیا کا مرحمت ہونا جو اس حدیث سے ثابت ہوا وہ قابل غور ہے۔ محمد عبد الحق نعمانی احمدی

ثم قبضناہ الینا قبضاً یسیراً پس جبکہ تم اس مجدد کو ظل خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کا تسلیم کر چکے تھے پھر اُس کے طول یا قصر پر جو نہ مبنی سے ایسی نکتہ چینیاں بیجا کرنا اپنے تئیں مصداق انھیں اشعار کا گردانتا ہے جو آپ نے لکھے ہیں۔ اور جو معنی حدیث لا ایمان لمن لا امانۃ لہ کے ہیں وہی معنی اس کے ہیں کہ جو شخص امامت حقہ سے انکار کرے وہ باوجود داخل ہونیکے اندر دائرہ اسلام کے اُسمیں ایمان نہیں ہے کیونکہ جو شخص امانت میں خیانت کرے وہ باتفاق دائرہ اسلام میں داخل ہے معہذا آنحضرت صلعم نے حدیث مذکورہ میں اُس کے ایمان کی نفی فرمائی ہے فما ہو جوابکم فہو جوابنا۔ **قولہ** صفحہ ۵۹ و ۶۰ فصل ۲۳ چونکہ سید عبد اللہ صاحب کی صحبت کا سالہا سال اتفاق رہا لہذا نسبت عبودیت مجھپر غالب ہوگئی الی آخر الفصل۔ **اقول** ہم مولوی عبد اللہ صاحب کی بزرگی اور فضیلت کے قائل ہیں اور اُن کی نسبت نسبت عبودیت کے بھی قائل ہیں لیکن بابو صاحب کو اس مقام میں ایک بہت بڑی غلطی واقع ہوئی ہے جس کا اظہار ضروری ہے وہ یہ ہے کہ اسمیں شک نہیں ہے کہ نسبت عبودیت بندہ کے لیے ایک بڑا عالی مقام ہے کہ جس سے بڑھ کر اور کوئی مقام نہیں اشہد ان لا الہ الا اللہ و ان محمداً عبدہ و رسولہ اور بالضرور جو بندگان الٰہی مبعوث اور مامورین اللہ ہوتے ہیں اُن میں یہ شان عبودیت بھی سب سے زیادہ ہوتی ہے لیکن جو امور کہ اللہ تعالے کیطرف سے بطور انذار کے مکذبین اور مخالفین کو وہ تبلیغ کرتے ہیں لہذا اُس کے اقوال میں وہ ہیبت اور جلال ہوتا ہے جو شان کبریائی کے لیے زیبا اور مناسب ہے کیونکہ وہ انذارات اُنکی طرف سے نہیں ہوتے بلکہ اُس جبار و قہار کیطرف سے ہوتی ہیں جس کی شان ہے الذی لہ ملک السموات والارض وھو علی کل شیء قدیر انسان ضعیف البنیان کی کیا ہستی ہے جو ایسی انذاری پیشین گوئیاں اور دعاوی اپنی طرف سے کرسکے اور پھر وہ پیشین گوئیاں بڑی دھوم دھام سے پوری ہوں یہی تو انذاری پیشین گوئیاں نشان اُنکی صداقت اور راستی کا ہو جاتے ہیں دیکھو آنحضرتؐ ایکطرف تو فرماتے ہیں لا املک لنفسی نفعا ولا ضرا الا ما شاء اللہ ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء ان انا الا نذیر و بشیر لقوم یوقنون اور دوسرے مقامات پر ارشاد ہوتا ہے کہ سیہزم الجمع و یولون الدبر۔ ایضاً لئن لم ینتہ المنافقون و الذین فی قلوبہم مرض والمرجفون فی المدینۃ لنغرینک بہم ثم لا یجاورونک فیہا الا قلیلا ملعونین اینما ثقفوا اخذوا وقتلوا تقتیلا سنۃ اللہ فی الذین خلوا من قبل ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا + وغیر ذلک من الآیات الکثیرۃ - پھر مولوی عبد اللہ صاحب چونکہ مہدی اور مسیح موعود اور مبعوث من اللہ نہیں تھے تو وہ ایسا دعوی کیونکر کرسکتے تھے اور جبکہ آپ خود مقر ہیں کہ حضرت اقدس بڑے مہماں نواز ہیں خدمت اعلاء کلمۃ اللہ میں بمقابلہ مخالفین اسلام کے

سرگرم اُن کے اعتراض کے دور کرنے میں ہر وقت کمر بستہ اور دلائل قرآنی سے انکو ساکت و لاجواب اور ملزم کرنے پر طیار بلکہ تحریر ایسی جوابات میں (جو مخاطب کو حیران کردیں) لاثانی وغیرہ وغیرہ چنانچہ یہ سب فضائل حضرت اقدس کے آپ نے اس صفحہ میں لکھے ہیں تو پھر فرماتے ہیں کہ مولوی عبد اللہ صاحب میں ان فضائل کا تو عشر عشیر بھی موجود نہ تھا پس ثابت ہوا کہ باوجود ان اقراروں کے اور باوجود قرآ مجددیت حضرت اقدس کے پھر بھی مولوی عبد اللہ صاحب کا قیاس کرنا حضرت اقدس پر کیسا قیاس مع الفارق ہے ❊ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا ❊ اے بابو صاحب ایسی عظیم الشان مامور من اللہ کو واسطے اظہار شوکت دین اسلام کے اپنی مدح سرائی کی بھی ضرورت پڑتی ہے قال اللہ تعالے وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ اور واسطے شہرت دینے برکات اسلام کے اپنی شہرت دینے کے لیے بھی حاجت ہوتی ہے قال تعالے لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ دشمنان حق کے لیے برا بھلا کہنے کی بھی ضرورت ہوتی ہے قال اللہ تعالیٰ ان الذین کفروا من اهل الکتب و المشرکین فی نار جهنم خلدین فیها اولئك هم شر البریه - اللہ تعالے کے رستوں میں انفاق کرنے والوں کے لیے تعریف و تحسین بھی سنۃ اللہ اور سنۃ الرسول ہے وسیجنبها الاتقی الذی یوتی ماله یتزکی و ما لاحد عنده من نعمة تجزی الا ابتغاء وجه ربه الاعلی ولسوف یرضی - ما نفعنی مال احد قط ما نفعنی مال ابی بکر وغیر ذلك من الاحادیث مخلصین اور محبین کو واسطے انفاق فی سبیل اللہ کے ترغیب و تحریص بھی کرنا مسنون ہے، بلکہ بعض مواقع پر واجب اور فرض ہے قال اللہ تعالیٰ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ❊ اہل دنیا کی ہمت بڑھانے کے لیے اگر وہ امور دینی کی طرف کچھ بھی مائل ہوں انکا شکر گذار ہونا تعلیم اسلام میں داخل ہے قال اللہ تعالے هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ فَبِاَيِّ اٰلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ❊ غرضکہ جسقدر نکتہ چینیاں آپ نے اس فصل میں اپنی کم فہمی اور بے بضاعتی علمی سے کی ہیں وہ سب تعلیم قرآن مجید کے مخالف اور سنۃ الرسول کے معارض ہیں ولنعم ما قیل ❊ چو بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطا ست ❊ سخن شناس نئی دلبرا خطا اینجاست ❊ **قولہ** ص۲۶ فصل ۲۴ میں جو وسوسے بابو صاحب کو پیدا ہوئے ہیں انکی تلخیص کرکر جواب دیا جاتا ہے۔ **وسوسہ اول** مولوی عبد اللہ صاحب کو پہلے تو اپنی تحریرات میں بزرگ اور صالح لکھا ہے اور اب انکی توہین و تحقیر کی یہ کیسا تناقض ہے اور پھر مولوی کی توہین تعلیم اسلام کے برخلاف **الجواب** یہ آپکی بڑی کج فہمی ہے مولوی عبد اللہ صاحب کو حضرت اقدس اب بھی مرد صالح ہی جانتے ہیں جیسا کہ پہلے تحریر کر چکے ہیں لیکن وہ مرتبہ انکو نہیں دیکھتے جو ان کو حاصل نہیں تھا اللہ تعالی فرماتا ہے قد جعل اللہ لکل شیء قدرا اسی واسطے کبھی بہت خوب کہا ہے

+ گر حفظ مراتب نکنی زندیقی ۞ اسی قسم کا اعتراض فرقہ روافض اہل سنت پر کرتا ہے کہ اہل سنت اہل بیت
کے منکر ہیں باوجودیکہ اہل سنت ہرگز ہرگز اہلبیت کے فضائل کا انکار نہیں کرتے لیکن اُنکو وہ مرتبہ بھی
نہیں دے سکتے جو اُنکو حاصل نہیں تھا اسے بابو صاحب آپکا یہ وسوسہ تب قابل سماعت ہوتا کہ جب
حضرت اقدس ع مولوی عبد اللہ صاحب مرحوم کو فاسق یا فاجر فرماتے وہ تو آپ بھی اُنکو شیخ صالح ہی
فرماتے ہیں لیکن جبکہ آپ نے اُنکی مدح سرائی میں حد سے زیادہ غلو کیا تو اُس کے جواب میں حضرت
اقدس نے فرمایا ہوگا کہ محمد حسین کو سمجھاؤ تب پردہ پوشی عبد اللہ مرحوم کی ہوتی ہے الخ پس فرمایئے
کہ آپ کے غلو بیجا کا جواب اور کیا دیا جاتا ظاہر ہے کہ غلو بیجا کے مقابل میں قرآن مجید میں کیا کچھ نہیں
فرمایا گیا دیکھو عیسائیوں کے غلو کے مقابل اللہ تعالے فرماتا ہے قل فمن یملک من اللہ شیئاً
ان اراد ان یہلک المسیح ابن مریم وامہ ومن فی الارض جمیعا وللہ ملک السموات
والارض وما بینہما یخلق ما یشاء واللہ علی کل شیء قدیر۔ وغیر ذلک من الآیات اور
آیت وتلک امۃ قد خلت الآیہ آپ ہی کے اس فخر کو جو مولوی عبد اللہ مرحوم سے آپ کر رہے ہیں
رد کر رہی ہے جیسا کہ مفسرین نے لکھا ہے اور خود آیت کے مضمون سے واضح ہے کہ اہل کتاب جو
اسلام سے انکار کرتے تھے اُس انکار کی سند میں یہ بات بطور فخر کے پیش کرتے تھے کہ بنی اسرائیل میں
بڑے بڑے انبیا ہو گذرے ہیں لہذا ہمکو کچھ ضرورت آنحضرت صلعم کے دین میں داخل ہونیکی نہیں اسپر
یہ آیت نازل ہوئی کہ تلک امۃ قد خلت لہا ما کسبت ولکم ما کسبتم ولا تسئلون عما
کانوا یعملون مطلب یہ ہے کہ جبکہ حقیت دین اسلام کی اور خاتم النبیین ہونا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا بنی اسماعیل میں ہر طرح سے ثابت ہو چکا پھر یہ تمہارا انبیاء گذشتہ وفات یافتہ بنی اسرائیل
پر فخر کرنا بیجا ہے کہ اُن کے عملوں کا ثواب تم کو نہیں مل سکتا تمکو صرف تمہارے عمل ہی نجات دیسکتے
ہیں لہذا یہ فخر تمہارا گذشتہ انبیا پر محض بیجا ہے تمکو اب دین اسلام میں داخل ہونا ضروری ہے
اسی حکم مندرجہ آیت کے بموجب آپکو بھی لازم تھا کہ مولوی عبد اللہ مرحوم کا ذکر اس زندہ مہدی اور
مسیح موعود کے مقابلہ میں نہ کرتے اور اس سلسلہ الٰہیہ میں داخل ہوتے کیونکہ مولوی عبد اللہ مرحوم تو
مر چکے اور تلک امۃ قد خلت میں داخل ہو چکے پس یہ آیت تو جواب ہے تمام اُن لوگوں کے لیے
جو پہلے مجددوں یا بزرگوں پر فخر کر کر مہدی معہود اور مسیح موعود کو قبول نہیں کرتے جسکی حقیت ہر
چہار طرف سے ثابت ہو چکی ہے اور کفّوا عن مساویہم کی تعمیل تو پوری کی گئی کیونکہ حضرت اقدس
نے خود تمہارے اقرار کے بموجب تاکید فرمائی کہ محمد حسین کو سمجھاؤ کہ پردہ پوشی عبد اللہ مرحوم کی ہو
وسوسۂ دوم اللہ تعالی نے مراعات پدری کی تاکید آیات وکان ابوہما صالحا۔ وکان
ابواہ مومنین میں فرمائی ہے۔ مگر مرزا صاحب نے باوجود دعوی قرآن دانی کے خلاف تاکید

حکم الٰہی مولوی عبداللہ صاحب مرحوم شیخ صالح کی اولاد کے ساتھ ناگفتہ بہ اور قابل شرم الفاظ کے ساتھ سلوک کیا۔ **الجواب** اے بابو صاحب حضرت اقدس مرزا صاحب نے تو انھیں دونوں آیتوں پر عمل کیا ہے کیونکہ مولوی عبداللہ صاحب مرد صالح کو جو کشف میں ظاہر ہوا تھا کہ حضرت مرزا صاحب ایک نور آسمانی ہیں لہذا حضرت اقدس نے بمراعات پدری بہت کوشش کی کہ انکی اولاد بھی اُس خزانہ نور سے حصہ پاوے جو انکے باپ شیخ صالح کو کشف میں ظاہر ہوا تھا اور طرح طرح سے کوشش کی کہ اس حجابات کی دیوار کو جو انکی اولاد کے لیے اُس خزانہ نور پر حائل ہو رہی ہے گرا دیجاوے اور کسی طرح سے وہ نور انکو نظر آوے جو اُن کے باپ کو نظر آیا تھا لیکن بالآخر انکی اولاد کیطرف سے بجز کفران اور طغیان کے اور کچھ حب وقوع میں نہ آیا تو پھر اس طغیان کے دفع میں حسب الایما آیت مذکورہ بجز کلمات زجر اور توبیخ کے اور کیا ہو سکتا ہے ہاں خضر نے تو اُن والدین مومنین کی اولاد کو قتل ہی کر ڈالا تھا کما قال اللہ تعالٰی واما الغلام فکان ابواہ مومنین فخشینا ان یرھقھما طغیانا وکفرا فاردنا ان یبدلھما ربھما خیرا منہ زکوۃ واقرب رحما واما الجدار فکان لغلامین یتیمین فی المدینۃ وکان تحتہ کنز لھما وکان ابوھما صالحا فاراد ربک ان یبلغا اشدھما ویستخرجا کنزھما رحمۃ من ربک وما فعلتہ عن امری ذلک تاویل ما لم تسطع علیہ صبرا۔ اب فرمایے کہ جو تعجب اور حیرانی نمبر چار میں آپکو پیدا ہوئی ہے وہ رفع ہوئی یا نہیں۔ جب کہ قرآنی مطالب اور قرآنی قصص سے آپ ایسے ناواقف محض ہیں کہ ہر ایک نکتہ چینی برعکس تعلیم قرآنی کے کر رہے ہیں، تو کیا حضرت اقدس پر ضرور تھا کہ حضرت موسیٰ کے الہامات کے مکذبین اور اُن کی بد انجامی کے متعلق کچھ آیات قرآن مجید سے آپ پر تلاوت کرتے

قولہ صفحہ ۲۱ فصل ۲۵۔ فصل ہذا میں چند وسوسے ہیں **وسوسہ** اول مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ ملہم کے لیے عالم ہونا چاہیے حیرت افزا ہے کیونکہ آنحضرت صلعم کی نسبت کفار نے ایسی ہی شرائط پیش کی تھیں اُسکا جواب ملا کہ اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ اور پھر حضرت نے جبریل سے اول نزول قرآن کے وقت ہی کہا کہ ما انا بقاری۔ اور خود مرزا صاحب کی اول اول عربی میں کیا لیاقت تھی **الجواب** ہاں بالضرور وہ اُمیت کسی مامور من اللہ کی باعث فخر اور معجزہ ہے جو حد اعجاز تک پہونچ جاوے جیسا کہ آپ نے بھی آیت ذیل کو لکھا ہے کہ ما کنت تتلو من قبلہ من کتاب ولا تخطہ بیمینک اذا لارتاب المبطلون اس نبی کی نبوت پر ہزارہا نشانات اور اعجاز بلاغت وفصاحت قرآن مجید دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ موجود ہیں جن کے آپ بھی مقر ہونگے لیکن استفسار یہ ہے کہ آپ کے ملہم ہونے پر کونسا نشان

پیدا ہوا ہے کتاب براہین احمدیہ کے الہام آپ کے پڑھے ہوئے ہیں اور قرآن مجید بھی آپ نے پڑھا ہے اور ہر روز دفتر میں دفتر کے دفتر آپ لکھ بھی لیتے ہیں پھر وہ کونسا الہام عربی زبان کا ہے جو براہین میں آپ نے نہ پڑھا ہو یا قرآن مجید میں موجود نہ ہو پس آپ کے الہاموں کی صداقت کے لیے کیا نشان پیدا ہوا ہے جس سے آپ کو ملہم مانا جاوے ہاں اگر الہامی قوت سے کوئی کتاب بھی فصیح و بلیغ عربی زبان میں آپ لکھتے اور اسمیں تحدی بھی کرتے تو پھر آپکا ملہم ہونا تسلیم بھی کرلیا جاتا پس حضرت اقدس کا یہ ارشاد کہ ایسے ملہم کے لیے عالم ہونا بھی چاہیے کیسا سچا اور درست ہے اگر ایسے ملہم کے لیے علم کتاب و سُنّت کا ہادی نہ ہو تو اُس کے الہاموں کا نتیجہ سوا زندقہ اور الحاد کے کیا ہو سکتا ہے ولنعم ما قیل ؎ خیالات نادان خلوت نشین ٭ بہم بر کند عاقبت کفر و دین ٭ اور اگر ایسے لوگوں کے لیے اُمیت اور ان پڑھ ہونا باعث فخر ہو جاوے تو پھر وہ تمام ہدایات و ارشادات جو درباره فضائل علم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں بھری پڑی ہیں وہ کدھر جاوینگی قال اللہ تعالیٰ هل يستوى الذين يعلمون والذين لا يعلمون ايضاً والذين اوتوا العلم درجٰت ٭ ايضاً هل يستوى الاعمى والبصير افلا تتفكرون۔ وغير ذلك من الايات الكثيرة۔ ہاں حضرت مرزا صاحب کے لیے سوا اور صد ہا نشانوں کے ایک نشان عظیم الشان یہ بھی ہے کہ باوجودیکہ حسب اقرار آپ کے حمامۃ البشریٰ صفحہ میں درج ہے کہ لیاقت عربی زبان کی انکو حاصل نہیں تھی پھر بھی متحدیانہ تفسیریں اور کتابیں لکھکر تمام عرب اور عجم کو مبہوت کر دیا بس یہ نشان نہیں تو اور کیا ہے اگر آپ بھی کوئی تفسیر عربی فصیح و بلیغ میں بشرائط مقررہ بمقابلہ اعجاز المسیح ہی کے لکھکر شائع فرمادیں تو آپ کے الہامات عربیہ بھی ہم اسیطرح پر تسلیم کر سکتے ہیں جو ہم اس کتاب آیات الرحمن میں کر چکے ہیں

وسوسۂ دوم مرزا صاحب کی عربی کتابوں میں بہت سی اغلاط واقع ہوئی ہیں جنکی فہرست مولوی محمد حسین نے بھی اپنے رسالہ میں مشتہر کی ہے اور مرزا صاحب نے انکا جواب نہیں دیا۔

الجواب لعنة الله على الكذبين جو کتاب و یا تفسیر عربی زبان میں حضرت اقدس نے متحدیانہ شائع کی ہے اسمیں کونسی غلطی آجتک نکالی گئی ہے بیان کیا جاوے ؎ خوش بود گر محک تجربہ آید بمیان ٭ تا سیہ روی شود ہر کہ در و غش باشد ٭ آگے رہیں وہ اغلاط جو سہو کا تب سے ہو جایا کرتی ہیں سو اُسکی نسبت یہ گذارش ہے کہ قرآن مجید جس کی شان ہے کہ لا یاتیہ الباطل من بين يديه ولا من خلفه تنزيل من حكيم حميد کی آیتوں سے اسمیں بھی اکثر اغلاط واقع ہوتی رہتی ہیں اگر آپ ایسی اغلاط سے اعتراض کریں گے تو اس اعتراض سے تو قرآن مجید بھی نہ بچے گا ونعوذ باللہ من هذا القول مثل البول ناظرین بابو صاحب کی چال عیارانہ کو ملاحظہ کریں کہ یہ

بھی فرماتے جلتے ہیں کہ خیر یہ تو (یعنی اغلاط مرزا صاحب کی نکالنا) مولویان و عالمان کا فال وحال ہے عاجز اُمی محض کو اس سے کیا بحث ہے انتہیٰ اے ناظرین یہ دورخی چال اسواسطے اختیار کی گئی ہے کہ حضرت اقدس کی کتب متحدیانہ میں کوئی عالم عرب یا عجم کا غلطی تو نکال نہیں سکتا اور جینے اپنی کج فہمی اور جہالت سے کوئی غلطی نکالی اُسمیں آخر کو وہ آپ پشیمان ہوا لہٰذا اب یہ دورخی چال اختیار کی جاوے کہ نہ اینکار میکنم و نہ انکار می کنم بابو صاحب یہی تو آپ کا دجل ہے جو حقکو باطل کے ساتھ تلبس کیا جاتا ہے و نعوذ باللہ من ھذہ التلبیسات آپنے اتنا تو کیا ہوتا کہ چند اغلاط محمد حسین کی نکالی ہوئی بطور نظیر کے پیش کردی ہوتیں و الی لکم ھذا - پس آخر فصل میں جو آپ نے الہام لکھے ہیں اگر انکا الہام ہونا تسلیم کیا جاوے تو وہ رد ہیں آپکے اُن خیالات فاسدہ کا جو آپ حضرت اقدس کی نسبت رکھتے ہیں کہ مرزا صاحب کو لیاقت نہیں کمال علمی نہیں وغیرہ وغیرہ کیوں - اسواسطے سہ داد حق را قابل شرط نیست ؛ بلکہ شرط قابلیت داد اوست ؛ ایضًا واللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ و الحمد للہ الذی ینسخ ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ ایاتہ **قولہ** صفحہ ۲۲ و ۲۳ - اس فصل میں بابو صاحب نے اسبات پر زور دیا ہے کہ ملہم کا عالی خاندان سے ہونا کچھہ ضرورت نہیں اور شرف* خاندان کی کوئی حقیقت شریعت میں نہیں ہے فقط **الجواب** بابو صاحب کے اس زور دینے سے واسطے رد کرنے شرف خاندان کے ناظرین کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ کچھہ نہ کچھہ دال میں کالا ضرور ہے یعنی حضرت مرزا صاحب تو عالی خاندان معلوم ہوتے ہیں اور بابو صاحب کے خاندان میں شاید کوئی قصور ہوگا جب ہی تو یہ زور دیا جاتا ہے اسواسطے ہمکو اسجگہ پر ان دونوں پہلو دمیں بحث کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہی صرف اظہار اُن اغلاط کا کرنا باقی ہے جو بابو صاحب کو اسمقام پر واقع ہوئی ہیں - یہ مقدمہ تو مسلم ہے کہ کسی فضیلت کے ساتھہ ناز کرنا اور فخر کرنا یا اللہ تعالےٰ پر منت رکھنا انسان کو ہرگز درست نہیں ہے - دیکھو اسلام سے بڑھ کر تو اور کوئی فضیلت نہیں ہے لیکن اُس کے ساتھہ بھی منت رکھنا اللہ تعالےٰ پر جائز نہیں ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے یمنون علیک ان اسلموا قل لا تمنوا علیَّ اسلامکم بل اللہ یمن علیکم ان ھداکم للایمان ان کنتم صٰدقین لیکن اس کے یہ معنے نہیں ہیں کہ اسلام فی نفسہ کوئی فضیلت نہیں و نعوذ باللہ من ذلک علیٰ ھذا القیاس کسی عمل نیک کے ساتھہ بھی مباہات کرنا جائز نہیں اور یہی معنے ہیں اس آیت کے فلا تزکوا انفسکم ھو اعلم بمن اتقیٰ - لیکن اس سے یہ مراد نہیں کہ اعمال صالحہ میں کوئی فضیلت نہیں بلکہ تمام فضیلت اعمال صالحہ ہی سے ہوتی ہے اسی طرح شرف خاندانی جو ایمان اور عمل صالح کے سا نہ ہو تو وہ بھی نور علیٰ نور ہے لیکن معہذا اُس کے ساتھہ فخر یا مباہات کرنا جائز نہیں مگر اسکا

* اگر شرف خاندان کوئی چیز نہیں تو مولوی عبد اللہ مرحوم کو سید باوجود سید نہ ہونے کے آپ نے کیوں لکھا ہے ؟ منکرے بودن و ہمرنگ مستان زیستن ؛ سراج الحق نعمانی

یہ نتیجہ نہیں ہے کہ شرف خاندانی کوئی فضیلت ہی نہیں کیونکہ شرف خاندانی جو ایمان اور عمل صالح کے ساتھ ہو بالضرور اسلام نے اسکو فضیلت میں شمار کیا ہے اور آخرت میں بھی کارآمد ہے فرمایا اللہ تعالی نے والذین امنوا واتبعتہم ذریتہم بایمان الحقنا بہم ذریتہم وما التنٰہم من عملہم من شیٔ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اولاد مومنین کاملین کی اپنے باپ دادوں مومنین کاملین کے درجوں میں قیامت کے روز شامل ہو جاوے گی پس اگر حسب ونسب بایمان کوئی فضیلت نہیں رکھتا ہے تو پھر اس الحاق کے کیا معنی ہیں کہ اولاد بایمان ناقص الاعمال کو باپ دادوں مومنین کامل الاعمال کے درجوں میں ملحق کر دیا جاوے گا اور انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد احادیث صحاح میں اس نسب کی فضیلت کو ظاہر فرمایا ہے عن واثلۃ ابن الاسقع قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اللہ اصطفٰی کنانۃ من ولد اسمٰعیل واصطفٰی قریشا من کنانۃ واصطفٰی من قریش بنی ہاشم رواہ مسلم و فی روایۃ للترمذی ان اللہ اصطفٰی من ابراھیم اسمٰعیل واصطفٰی من ولد اسمٰعیل بنی کنانۃ۔ وانا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب۔ وغیر ذلك۔

اگر شرف خاندانی اسلام میں کوئی فضیلت نہ رکھتا ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس فضیلت کو بلفظ اصطفٰی کیوں بیان فرماتے اور محدثین اس حدیث کو باب فضائل سید المرسلین صلعم میں کیوں داخل کرتے اسقدر تو بابو صاحب کو بھی مسلم ہے کہ حسب ونسب سلسلہ نبوۃ ورسالت میں ایک فضیلت مسلمہ ہے۔ اور نیز فطرۃ انسانی بھی حسب ونسب کو فضائل میں شمار کرتی ہے پس جو حدیث آپ نے لکھی ہے کہ ان اللہ اذھب عنکم عبیہ الجاھلیۃ وفخرھا بالآباء الحدیث اُسکا مطلب یہی ہے کہ مباہات اور تفاخر اس فضیلت کے ساتھ مومن کو نہیں چاہیے نہ یہ کہ فی نفسہ شرف نسب کوئی چیز نہ ہو۔ ورنہ کلام مخبر صادق میں تناقض واقع ہوگا۔ لیکن چونکہ اکثر انسانوں نے اس فضیلت میں ایک بڑی افراط کردی ہے اور جو مسلمان یہ شرف نسب نہ رکھتے ہوں اُن کو بنظر حقارت دیکھتے ہیں لہذا تعلیم اسلام نے ایسی افراط کو مذموم قرار دیا ہے اور تمام کرامت اور بندگی کا دارمدار تقوی کو فرمایا ہے کما قال تعالٰی یا ایہا الناس انا خلقناکم من ذکر وانثی وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم ان اللہ علیم خبیر اس آیت سے چند فوائد حاصل ہوے اول یہ کہ وہ تفاخر بالانساب جو دوسرے مومنوں کو بسبب نہ ہونے عالی خاندان کے محقر جانا جاوے کچھ حقیقت نہیں رکھتا دوم یہ کہ خاندان اور قبائل اللہ تعالی کے مقرر کیے ہوے ہیں جو بلفظ جعلناکم محل مدح میں اور امتنانا فرمایا گیا ہے اور نیز انکی حفاظت بھی منظور نظر الٰہی ہے تاکہ معرفت اور تعارف باہمی محفوظ رہے پس حفاظت نسب کی

بھی پسندیدہ ہے تاکہ مضمون لتعارفوا کا جو اس جعل سے مقصود آلہی ہے پورا حاصل ہو اور دار مدار کرامت عند اللہ کا تقویٰ ہی ہے اور عند اللہ اتقیٰ ہونا کسی کا ہر ایک کو نہیں معلوم اسکا علم اللہ تعالےٰ ہی کو ہے یا جسکو اللہ تعالےٰ اسکا علم دیوے پس خلاصہ یہ ہے کہ باوجود تسلیم اس امر کے کہ نبوت اور رسالت میں فضیلت حسب و نسب بھی چاہیے جیسا کہ بابو صاحب نے ص۹۲ سطر ۔ میں اقرار کیا ہے اور باوجود اس کے کہ فضیلت حسب اور نسب کی اسلام میں اعتبار کی گئی ہے پھر بھی یہ کہنا کہ ان اتباع انبیا کے لیے جو علی وجہ البصیرۃ دعوۃ خلق اللہ کے لیے مبعوث ہوے ہوں جیسا کہ مہدی معہود اور مسیح موعود اسکے لیے حسب و نسب کا ہونا کچھ ضرورت نہیں کیسا تناقض ہے اور مخالف ہے اُس حکیم مطلق کی حکمت کے جس کا کوئی فعل اور قول خالی از حکمت نہیں ہے اور قطع نظر خلاف حکمت آلہیہ ہونے کے فطرت انسانی بھی اس امر کو تسلیم نہیں کرتی کہ انبیا اور مرسلین جو مصلح اور مطاع خلق ہوتے ہیں وہ قوم اراذل سے مبعوث ہو ویں اور پھر تمام خلق کو اپنی اطاعت کے لیے دعوت کریں اور پھر اس خلاف حکمت اور فطرت پر واللہ یختص برحمتہ من یشاء اور یخرج الحی من المیت و یخرج المیت من الحی اور وھو علی کل شیء قدیر ۔ وغیرہ کو شاہد گردانا مثل لا تقربوا الصلوٰۃ کے عدم جواز نماز کے لیے دلیل گردانا بڑی جہالت اور سفاہت ہے مختصر بیان اسکا یہ ہے کہ اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اللہ تعالےٰ کسی ذلیل قوم جولاہے وغیرہ کو رسول مفترض الطاعۃ کر کر خلقت کی اصلاح کراوے بلکہ یہ معنی تو منافی ہیں مضمون آیت کے کیونکہ یہ آیت جواب اُن کفار کا ہے جو کہتے تھے کہ جب تک رسولوں کی مانند خود ہمکو معجزات نہ دیے جاوینگے تب تک ہم ایمان نہیں لاوینگے کما قال تعالےٰ واذا جاءتھم آیۃ قالوا لن نؤمن حتی نؤتی مثل ما اوتی رسل اللہ یعنی مکذبین خود رسول بننا چاہتے تھے اُس کے جواب میں ارشاد ہوا کہ تم میں لیاقت اور استعداد رسول ہونے کی نہیں ہے بلکہ اللہ تعالےٰ ہی نفوس انسانی کی استعدادوں کا علم تامہ رکھتا ہے کہ کونسا نفس قابل رسالت جمیع فضائل انسانیہ کا ہے جو استعداد و قابلیت رسالت کی رکھتا ہو پس اُسی کو جو اللہ تعالےٰ کے علم میں جمیع فضائل انسانیہ کا ہے رسول گردانتا ہے اس آیت میں رسول کے لیے نفی فضیلت نسب و حسب کی جو مقتضائے حکمت آلہیہ ہے کب کی گئی ہے* اور دوسری آیت یوں ہے واللہ یختص برحمتہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم ۔ اس آیت سے بھی ثابت ہے کہ رسول کے لیے تمام فضائل وکمالات انسانیہ ہونے ضرور ہیں ۔ دوسری آخر آیت من اللہ

* نوٹ بابو صاحب کا یہ ایک دجل ہے کہ طالوت اور لقمان کو قوم اراذل سے قرار دیا ہے اور اُن کے علو نسب کی نفی کی ہے باوجودیکہ طالوت اور لقمان عالی خاندان بنی اسرائیل سے تھے جنکی نسبت وارد ہے یا بنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم وانی فضلتکم علی العلمین ۔ وغیرہ ذلک من الآیات ۔ منہ

ذوالفضل العظیم کیوں فرمایا جاتا مطلب یہی ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ مالک فضل عظیم ہے پس لہٰذا اپنے رسول کو تمام فضائل انسانیہ سے حصہ عطا فرماتا ہے پس یہ آیت بھی منافی اُس خفیف حسب نسب کی نہیں ہے جو عین مقتضائے حکمت ہے بلکہ مثبت ہے اور آیت یخرج الحی من المیت الآیہ کے بھی معنے یہ نہیں ہوسکتے کہ قوم اراذل سے اللہ تعالیٰ رسول پیدا کرتا ہے کیونکہ خود اسکے آگے اس کے وھو العزیز الحکیم لکھا ہے پس اُسکی عزت اور حکمت کب تقاضا کرتی ہے کہ اُس کے رسول قوم اراذل سے ہوں بلکہ معنی اس کے آپ کے مذاق پر بھی یہ ہیں کہ رسولوں کے ذریعہ جاہلوں زانیوں سے مومن اہل علم پیدا کر دیتا ہے آخر تک کیونکہ اس آیت کے آخر میں و یحیی الارض بعد موتہا واقع ہے پس جیسا کہ احیاء ارض کا ذریعہ بارش کے ہوتا ہے ایسا ہی احیاء اہل ارض کا بواسطہ انبیاء اور مرسلین کے ہوا کرتا ہے پس سیاق آیت کا صریح دلالت کرتا ہے کہ یخرج الحی من المیت بذریعہ مرسلین کے کیا جاتا ہے تو مرسلین کی شان میں جملہ فضائل اور کمالات انسانیہ ہونے چاہئیں تاکہ اہالی ارض کو کوئی عذر اُن کے قبول کرنے میں باقی نہ رہے اور ایک جگہ پر اس آیت کے آگے ومن یرد بہ الاھ ہی ہے جو دلالت کر رہا ہے کہ انبیاء و مرسلین کا قوم اراذل سے ہونا اُسکی تدبیر و حکمت کے خلاف ہے۔ اور آیت کُنتُم خَیرَ اُمّۃٍ اُخرِجَت للناس الآیہ صحابہ کرام کے بہتر اور افضل ہونے پر نص صریح ہے اس آیت سے نعوذ باللہ اُنکا اراذل ہونا جو بابو صاحب نے سمجھا ہے بڑی عظیم الشان غلطی کی ہے اور آیت ما قدروا اللہ حق قدرہ بھی صریح بابو صاحب کے مدعا کو رد کر رہی ہے یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو قوم اراذل سے ہونا تجویز کرتے ہیں انھوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر جیسی کہ حق قدر کرنے کا ہے نہیں کی کیونکہ اس آیت کے آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ یصطفی من الملئکۃ رسلاً و من الناس یعنی اللہ تعالیٰ چن لیتا ہے فرشتوں اور آدمیوں میں سے رسولوں کو پس سیاق آیت کا صریح دلالت کر رہا ہے کہ انبیاء و مرسلین جامع کمالات انسانیہ کے ہوتے ہیں جو تمام آدمیوں میں سے منتخب اور مصطفیٰ کیے جاتے ہیں نہ یہ کہ قوم اراذل سے پیدا ہوں علیٰ ہذا القیاس آیت ما لکم لا ترجون للہ وقارا بھی ہمارے مدعا کے لیے مفید ہے اور بابو صاحب کے مدعا کو رد کر رہی ہے کہ وہ تو اللہ تعالیٰ کا کچھ بھی وقار نہیں کرتے کہ اُس کے رسولوں کو قوم اراذل سے ہونا تجویز کرتے ہیں۔ نعوذ باللہ من ہذہ الھفوات کیونکہ سیاق آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قد خلقکم اطواراً یعنی تمکو مختلف طور و تیر پیدا کیا ہے کہ کوئی نسب وغیرہ میں فاضل اور افضل ہے اور کوئی مفضول لیکن اُس کے رسول نسب میں بھی افضل ہوتے ہیں کہ انکو مطاع خلق کیا جاتا ہے

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا۔ آہ افسوس کہ مخاطب کو نہ علوم قرآنی سے کچھ
مس ہے اور نہ علم الحدیث سے کچھ بہرہ ہے ورنہ ایسی لغویات کیوں لکھتا دیکھو اول بخاری
میں ہے حدیث ہرقل کو ثم کان اول ما سألنی عنه ان قال کیف نسبه فیکم قلت
هو فینا ذو نسب الی قول هرقل فقال للترجمان قل له سالتك عن نسبه
فذكرت انه فیكم ذو نسب وكذلك الرسل تبعث فی نسب قومها انتهی
موضع الحاجۃ آگے رہا انبیا اور مرسلین کے آبا کا کفر یا انکا مشرک ہونا سو البتہ یہ امر منافی
انکی رسالت اور نبوت کے نہیں بیان اسکا یہ ہے کہ جو عیوب انسان میں ہوتے ہیں وہ چار
قسم کے معلوم ہوتے ہیں اول تو وہ عیوب ہیں جنکو انسان بھی برا سمجھتا ہے اور عند اللہ
بھی فحشا اور منکر میں داخل ہیں جیسا کہ فعل زنا کسی کی امہات میں صادر ہونا یا کسی کے آبا
اور اجداد میں زانی اور زانیات کا پایا جانا ایسے عیوب سے اللہ تعالے مرسلین اور انبیا
کے نسب کو بھی محفوظ رکھتا ہے کما قال تعالیٰ اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ
لِلْخَبِیْثٰتِ الآیہ اور اسی لیے ایسے عیوب کے روکنے کے واسطے شریعت اسلام میں حدود
یا تعزیرات مقرر فرمائی گئیں ہیں دوسرے وہ امور ہیں جو خلق کے نزدیک تو عیوب میں
شمار کیے جاتے ہیں لیکن اللہ تعالی کے نزدیک ہرگز ہرگز وہ عیوب میں داخل نہیں ہیں جیسا
کہ فقر اور افلاس فرمایا اللہ تعالی نے وَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ فَقَدَرَ عَلَیْهِ رِزْقَهٗ
فَیَقُوْلُ رَبِّیْ اَهَانَنِ كَلَّا۔ یہ امور خود رسالت اور نبوت کے ساتھ جمع ہو سکتے ہیں اور ان
کے آباء و اجداد میں بھی پائے جا سکتے ہیں تیسری قسم کے وہ عیوب ہیں جو عند اللہ تو سخت
عیب ہیں لیکن اکثر خلق کے نزدیک عیوب میں شمار نہیں ہوتے جیسا کہ کفر اور شرک اس
قسم کے عیوب انبیا علیہم السلام کے آباء و اجداد میں پائے جا سکتے ہیں کما قال اللہ تعالیٰ
وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً اِنِّیْ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ
فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔ چوتھی قسم کے وہ امور ہیں جو اللہ تعالے کے نزدیک آخرت میں
تو لا باس بہ ہیں لیکن خلق کے نزدیک دنیا میں موجب دناءت اور رذالت کے ہیں جیسا کہ
پیشہائے خسیس اور حرفہائے ادانی مثل دھوبی چھیپی وسقہ و خاکروب وغیرہ کے واضح ہو
کہ اللہ تعالے کی حکمت مقتضی ہے اس امر کے لیے کہ اس قسم کے امور بھی انساب مرسلین میں نہ
پائے جاویں تاکہ لوگوں پر اتمام حجت پورا ہو اور کسیکو یہ کہنے کی گنجایش نہ ہو سکے کہ ہم
ایسے شخص کے کیونکر مطیع ہو سکتے ہیں جس کا باپ دادا ایک قوم اراذل چھیپی وغیرہ میں سے
تھا فرمایا اللہ تعالی نے فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا

وما نراك اتبعك الا الذین هم اراذلنا بادی الرای اس آیت سے ثابت ہے کہ سرداران قوم نے حضرت نوح کو تو اپنے مثل ہی قرار دیا تھا لیکن ان کے متبعین کو اراذل کہکر اپنی اطاعت سے انکار کیا جو یہ ان کی بڑی غلطی تھی کیونکہ متبعین کے ادانی اور غربا ہونے سے متبوع کی ذات کیونکر لازم آسکتی ہے لیکن جبکہ انبیا علیہم السلام خود ہی قوم اراذل سے ہوں تو پھر یہ اعتراض کفار کا اور زیادہ عائد ہوگا لہذا حکمت الٰہی مقتضی ہے اس امر کے لیے کہ مرسلین ایک عالی خاندان سے مبعوث ہوں تاکہ منکرین پر اتمام حجت پورے طور پر ہو جاوے اور منکرین کے لیے کوئی عذر انکار کا باقی نہ رہے اور یہی مراد ہے اس آیت سے قل فللہ الحجۃ البالغۃ اگر اس حکمت کی رعایت نہ کیجائی تو پھر فللہ الحجۃ البالغۃ کے کچھہ معنی نہ ہوں گے۔ چونکہ آپ حضرت اقدس مرزا صاحب کو مجدد و مبعوث اور مامور من اللہ تسلیم کر چکے تھے اور بعد تسلیم و تصدیق آثار تکذیب آپ سے ظاہر ہونے لگے تھے لہذا اس شرف خاندان کا ذکر بھی کیا گیا جو دہلی بعثت اور رسالت کے مقتضائی حکمت الٰہیہ ہے جیساکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے علو نسب کو متعدد مقاموں پر بیان فرمایا ہے لہذا مامور من اللہ کو اپنی شرف نسب کا بیان کرنا بھی مسنون اور مامور بہ ہے اور الہام مندرجہ براہین کو آپ بھی تسلیم کر چکے ہیں خذوا التوحید التوحید یا ابناء الفارس اور دیگر کتابوں میں بھی حضرت اقدس اپنا فارسی الاصل ہونا ثابت کر چکے ہیں اس اظہار نسب اور اس کے اثبات سے مقصود یہی ہے کہ پیشین گوئی مندرجہ و اخرین منھم لما یلحقوا بھم جسکو ہم متعدد رسائل میں بیان کر چکے ہیں ثابت کی جاوے۔ اور یہ قول مولوی عبداللہ صاحب کا کہ در عجم نسب ہا ہیچ اقتنا نیست کلیتاً درست نہیں ہے بعض خاندان ہندوستان میں نسباً ایسے محفوظ چلے آتے ہیں کہ بمنزلہ تواتر کے انکا ثبوت ہے مثلاً سادات امروہہ کہ انکا نسب نامہ آنحضرت صلعم تک ہر ایک خورد و کلاں میراثیوں کو وہاں کے حفظ ہوتا ہے اور ادنی ادنی تقریبوں میں انکے پڑھا جاتا ہے بلکہ میراثی لوگ جب اپنی حقوق لینے کو فصل بفصل دروازوں پر سادات کے آتے ہیں تو اس خاندان سادات کا نسب نامہ اتبر پڑھا کرتے ہیں پس یہ قضیہ کلیہ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے اور چنگیز خاں کا مذہب بدہ کا ہونا یا اس کا ظالم بادشاہ ہونا حضرت اقدس کے مامور من اللہ ہونے کے لیے کچھہ مضر نہیں خواہ وہ ان کے نسب میں داخل ہو یا نہو جیسا کہ قسم سوم میں معلوم ہو چکا اور دولتمندی اور ریاست بغیر ایمان اور عمل صالح کے البتہ آخرت میں کچھہ کام نہ آویگی لیکن فی نفسہ وہ بھی ایک نعمت الٰہی ہے جسکا منکر فاسق اور فاجر نہیں کہا جاتا ہے اگر دولتمندی نعمت الٰہی نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھہ اپنے بندوں پر منت کیوں

رکھتا حتی کہ آنحضرت صلعم پر بھی منت فرمائی گئی کما قال اللہ تعالیٰ ووجدک عائلاً فاغنیٰ۔ ۹
قولہ عاجز کو ان امور میں سے کسی سے بھی تعلق نہیں۔ **اقول** چونکہ آپ مجدد نہیں ہدی نہیں مسیح نہیں مامور و مرسل نہیں لہذا ہمکو مسلم ہے کہ آپ کے لیے علو نسب کوئی ضروری امر نہیں کہ مثل مامورین من اللہ کے آپ کو بھی شرف خاندانی حاصل ہو اور آیت فلا انساب بینہم یومئذ ولا یتساءلون۔ کفار کے لیے ہے نہ مومنین کے لیے ورنہ آیت والذین امنوا واتبعتہم ذریتہم الحقنا بہم ذریتہم کے کیا معنی ہوں گے یہ آپکی سرتا پا کج فہمی ہے کہ جو آیت کفار کے حق میں وارد ہوئی ہے اسکو آپ مومنوں کے لیے قرار دیتے ہیں اور کلام الٰہی میں تعارض اور اختلاف ڈالنا چاہتے ہیں وتعالیٰ شان کلام اللہ عن ذلک علوا کبیرا۔ قال اللہ تعالیٰ ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا **قولہ** فصل ۲۷ عاجز کو اکثر بخطابات متعلق حضرت موسیٰ الہام ہوتے ہیں آخر تک۔
اقول بابو صاحب نے خود فصل ۲۸ صفحہ ۶۷ میں ان تمام الہاموں کو اپنی نسبت رد کر دیا ہے اور ان سب الہاموں کو خیالات فاسدہ قرار دیکر توبہ واستغفار بھی کی ہے چنانچہ عبارت انکی یہ ہے خدرۃ کمترین اپنے عقیدہ کی تشریح اوپر کر آیا ہے اور ایسے نازیبا و مخالف شرع خیالات پر استغفار پڑھتا ہے استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ الخ بلفظہ۔ اے ناظرین جو ملہم اپنے الہاموں کو گناہ قرار دیکر خود توبہ واستغفار کرے کیا وہ الہامات کسی وقت میں پورے ہو سکتے ہیں کلا وحاشا۔ اللہ اکبر! بابو صاحب کا یا تو آخر کتاب میں یہ لکھنا کہ امید نہیں کہ مرزا صاحب اس کتاب کا جواب باصواب دے سکیں اور یا خود ہی اپنے الہامات کو مردود اور خلاف شرع قرار دیویں صدق اللہ تعالیٰ وظنوا انہم مانعتہم حصونہم من اللہ فاتاہم اللہ من حیث لم یحتسبوا وقذف فی قلوبہم الرعب یخربون بیوتہم بایدیہم وایدی المومنین فاعتبروا یا اولی الابصار۔
اگر بابو صاحب ان اپنے الہامونکو بظن غالب بھی منجانب اللہ تصور کرتے تب بھی ہم کچھ شرح اور تفسیر ایسی کر دیتے کہ ان کے مصداق کی صحت ہو جاتی مگر جبکہ خود بابو صاحب نے اپنے الہامونکا تمام تار و پود خود ہی ادھیڑ دیا تو پھر ہم انکا کیا مصداق صحیح قرار دیویں بابو صاحب تو مانند ایک عورت عربیہ مسماۃ ریطہ بنت عمرو بن سعید بن کعب بن زید بن مناف بن تمیم کے ہو گئے ہیں جو بڑی محنت سے سوت کاتا کرتی تھی اور کچھ عرصہ کے بعد اس تمام سوت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا کرتی تھی اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں اس کے اس فعل کو بطور مثل کے بیان فرمایا ہے کما قال تعالیٰ ولا تکونوا کالتی نقضت غزلہا

من بعد قوۃ انکاثا جبکہ بابو صاحب کے الہاموں کا یہ حال ہے کہ انکو خلاف شرع اور گناہ
قرار دیکر اُن سے توبہ و استغفار کرتے ہیں تو بابو صاحب کے اُن مجتہدات یا رویا کا کیا حال
ہوگا جنمیں آپ نے نکتہ چینیاں بیجا حضرت اقدس کی نسبت کی ہیں اور پھر اُن خیالات فاسدہ
کا حال توسب سے زیادہ بدتر ہوگا جو حضرت اقدس کی نسبت وہ رکھتے ہیں لہذا ہم ایسے
کی نسبت اللہ تعالےٰ سے پناہ مانگتے ہیں اور سورۃ الناس پڑھتے ہیں قل اعوذ برب
الناس ملک الناس الہ الناس من شر الوسواس الخناس الذی یوسوس فی
صدور الناس من الجنۃ و الناس افسوس ہے اُن لوگوں پر کہ بابو صاحب تو اپنے الہامات
کی نسبت ایسا عقیدہ رکھیں اور وے لوگ بابو صاحب کے الہامات یا مجتہدات وغیرہ
کو اُس سلسلہ الٰہیہ کا جواب یا رد خیال کریں جو کتاب و سنت صحیحہ اور صدہا نشانات
آسمانی سے مشید اور مستحکم ہے **قولہ** مثلاً ۲۶ ستمبر ۱۹۰۸ء کو رویا قادیان میں ہوا کہ
میری چارپائی کے نیچے ایک چاہ ہے کہ اگر میں نیچے قدم رکھوں تو اُسمیں گر جاؤنگا۔
اقول ہاں یہ رویا تو آپ کی پوری ہوگئی چارپائی تو آپ کے لیے وہی حضرت اقدس سے
بیعت کے لیے دوچار ہونا تھا اور جب آپ نے بیعت سے تنزل اختیار کیا تو نیچے
اُس کے کنواں تھا جسمیں آپ گر پڑے ہیں **قولہ** ۵۵ اور الہام بھی ہوا کہ دعہم
و توکل علی الحی الذی لا یموت تاکید توکل کی صریح دلالت کر رہی ہے کہ ضمیر دعہم میں
مخالفین حضرت اقدس کیطرف ہے کیونکہ وہ کثرت سے ہیں اور حضرت احد اور معتقدین انکو نسبتہ
اہی قلیل ہیں اور ظلم و ایذا رسانی حضرت اقدس اور اُن کے مریدین کے لیے مستعد ہیں پس اس
الہام کے معنے اگر تسلیم کیا جاوے یہی ہے کہ حضرت اقدس کے ساتھ بیعت کرنے میں
مخالفین سے مت ڈرو اور اُنکو ترک کردو اور اللہ تعالےٰ حی و قیوم پر توکل کرو اور
جو تعبیر خواب کی آپ نے کی ہے وہ اس الہام کے بالکل مخالف ہے کیونکہ پھر الہام
لغو ہو جاوے گا کہ تاکید توکل علی الحی القیوم تو اُسی موقع پر کیجاتی ہے جہاں پر مخالفین
بڑی کثرت سے ہوں پس آپ کی تفہیم صرف القاء شیطان ہے جس سے الہام لغو ہو
جاتا ہے۔

تنبیہ کار آمد

اور ناظرین کو یہ اقرار بھی بابو صاحب کا یاد رہے کہ حدیث لو کان موسیٰ و عیسیٰ
حیین لما وسعہما الا اتباعی بابو صاحب کو مسلم ہے اور اس حدیث سے حضرت عیسیٰ
کی حیات جسمانی بالکل مردود ہوئی جاتی ہے اور جبکہ بابو صاحب خود اپنے ملہم ہونے
سے تو انکار محض کرتے ہیں بلکہ ایسے الہاموں سے وہ توبہ و استغفار کرتے ہیں حقیقۃً

حسب اقرار بابو صاحب کے کوئی وجہ مشابہت بھی نہیں پائی جاتی جس سے بابو صاحب مثیل موسیٰ ہو سکیں صرف ایک وجہ شبہ بابو صاحب نے پیدا کی تھی جو دریا میں ڈوب جانا تھا مگر ہم ثابت کر آئے ہیں کہ یہ مشابہت بھی نہیں ہو سکتی کیونکہ اگرچہ بابو صاحب حالت طفلی میں پانی میں ڈوب گئے تھے لیکن حضرت موسیٰ کا ڈوب جانا کہیں ثابت نہیں ہو سکتا اور نہ موسیٰ کے لیے کوئی پیشین گوئی احادیث میں پائی جاتی ہے کہ اس اُمت میں کوئی موسیٰ آویگا پس دعویٰ بابو صاحب کا تو بالکل لغو اور بیہودہ ہو گیا لیکن حضرت اقدس اپنا عیسیٰ محمدی ہونا صدہا دلائل سے ثابت کر چکے اور کتاب و سنت اور نشانات آسمانی سے حضرت اقدس کا مسیح موعود ہونا ثابت ہو چکا لہذا اس ایک حدیث سے ہی جو مسلمہ ہے کل فیصلہ ہمارا اور بابو صاحب کا ہو گیا اور وہ یہ کہ عیسیٰ بنی اسرائیلی وفات پا چکے اور بابو صاحب مثیل موسیٰ نہیں ہیں اور حضرت اقدس مسیح موعود ہیں وہو المدعا **قولہ** صـ۹ یہ الہام بھی ہو چکا تھا لا تبدیل لکلمات اللہ جس سے مراد ہے کہ پہلے احکام و حالت میں کچھ تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

اقول بابو صاحب نے صـ۹ سطر ۲ میں اقرار کیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کا یہ شعر مجکو الہام ہوا ہے ؎ غرض رُکتے نہیں ہرگز خدا کے کام بندوں سے ٭ کہیں خالق کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے ٭ اور یہ اشعار حضرت اقدس نے اپنے سلسلہ حقہ کے ثبات و قرار کے لیے تالیف فرمائے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے قائم کیا ہے کہ یہ سلسلہ حقہ اب کسی کے روکنے سے نہیں رُک سکتا پس اس سے ثابت ہے کہ اگر لا تبدیل لکلمات اللہ کو آپکا الہام مانا جاوے تو مراد اُس سے یہی ہے کہ آپکی تکذیب یا انکار سے اس آسمانی چشمہ میں کوئی نقصان عائد نہ ہوگا لہذا آپ کی تنبیہ و تنذیر کے لیے آپکو یہ الہام ہوا ہے اور پورا ہوتا چلا جاتا ہے کیونکہ جس قدر مخالفین اس سلسلہ کے نابود کرنے کے لیے کوشش کرتے ہیں اسی قدر یہ سلسلہ ترقی پذیر ہوتا چلا جاتا ہے اب اس جماعت کی تعداد پچاس ہزار تک تخمیناً پہونچ گئی ہے کیوں اسی لیے کہ ؎ غرض رُکتے نہیں ہرگز خدا کے کام بندوں سے ٭ کہیں خالق کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے و لا تبدیل لکلمات اللہ پس آپ نے جو اس الہام کے معنے سمجھے ہیں وہ محض غلط ہیں اور خلاف واقعہ بھی ہیں لہذا وہ معنی وساوس شیطانی ہیں و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم **قولہ** صـ۶۸ فصل ۳ **اقول** اس فصل میں بابو صاحب نے چند الہام لکھکر فرمایا ہے کہ اس کے اکثر حصص مرزا صاحب کے ہی متعلق ہیں لہذا ہم ان الہاموں کو کسی قدر شرح مختصر کر کے لکھتے ہیں۔ الہام ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ

انتخاب چٹھی بابو الٰہی بخش صاحب موسومہ بابو محمد صاحب ۱۴ اگست ۱۸۹۷ء

ید اللہ فوق ایدیہم [illegible] ہے کہ یہ الہام حضرت اقدس کو ہوا جو اکثر رسائل قدیم میں لکھا
ہوا ہے اور یہ تو اظہر من الشمس ہے کہ آجتک بابو صاحب کے یہاں کوئی سلسلہ بیعت کا
جاری نہیں ہوا بخلاف حضرت اقدس کے کہ اس الہام کے وقت سے ہزاروں آدمی بیعت حضرت
اقدس میں داخل ہوگئے پس یہ الہام حضرت اقدس ہی کے حصہ میں رہا ورنہ یہ الہام آپکی نسبت کاذب
رہے گا۔ الہام فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ یہ الہام البتہ آپ کے حصہ میں ہی کیونکہ
پہلے اس سے آپ حضرت اقدس کو ولی اور مجدد تسلیم کرچکے ہیں دیکھو اپنی چٹھی انگریزی مورخہ
۱۴ اگست ۱۸۹۷ء کو جسمیں آپ لکھتے ہیں کہ میں اُنکو ولی اور زمانہ کا مجدد سمجھتا ہوں مجھے اُن کے
ساتھ ہمدردی ہے اور اکثر اُن کے لیے دعا کی ہے جسکا جواب تسلی دہ الفاظ میں ملا ہے مثلاً آپ کی
چٹھی پہونچنے سے پہلے رات جو مصیبت کے متعلق میں نے خداوند تعالیٰ سے دعا کی تو صبحکو جو جمعہ
کا روز ۱۳ اگست تھی جواب ملا وما کید فرعون الا فی تباب انتہی موضع الحاجۃ اس چٹھی سے
ثابت ہے کہ حضرت اقدس کی نسبت آپ بالضرور ارادت رکھتے تھے جیسا کہ مرید و نکو ارادت
ہوتی ہے ہاں آپ نے عرفی بیعت نہیں کی تھی چونکہ یہ ارادت آپکی زائل ہونیوالی تھی لہذا بطور
انذار کے آپ کو یہ الہام ہوا مگر افسوس کہ آپ پھر بھی متنبہ نہوے انا للہ وانا الیہ راجعون
الہام فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم اُسی حسن ارادت کے لیے واقع ہوا ہے جو
آپکو حضرت اقدس کے ساتھ تھی۔ واللہ علیم بالمفسدین آپ کیواسطے ایک وعید اور انذار
ہے کیونکہ کسی مجدد اور ولی کی صداقت مجددیت اور ولایت ثابت شدہ کا انکار اور تکذیب کرنا
بڑا فساد ہے جسکی نسبت حدیث صحیح قدسی میں وارد ہوا ہے من عادی لی ولیا فقد اذنتہ
بالحرب۔ الہام لاحول ولا قوۃ الا باللہ سے یہ مراد ہے کہ آپ اس مجدد کی ارادت میں
ثابت قدم رہنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے اعانت چاہو اور لاحول کو اپنا وظیفہ گردانو تاکہ وسوسہ
شیطانی سے محفوظ رہو مگر آپ اسپر کاربند نہوے بلکہ اپنے جذبات نفسانی کے مغلوب ہوکر
تمام اپنا بھروسا اُنھیں وساوس نفسانی پر کرلیا اور حضرت اقدس کی ولایت اور مجددیت ثابت
شدہ کی تکذیب اختیار کی۔ الہام ان ترن انا اقل منک مالا وولدا فعسی ربی
ان یوتینی خیرا من جنتک ویرسل علیہا حسبانا من السماء فتصبح صعیدا زلقا
یہ آیت دو شخصوں کے قصہ میں وارد ہوئی ہے ایک دنیا دار تھا اور دوسرا مال کو اللہ تعالے
کی راہ میں خرچ کرنے والا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ آپ کے یہاں آجتک کوئی سلسلہ اعلاء کلمۃ اللہ
کا قائم نہیں ہوا جسقدر روپیہ ملازمت سرکاری سے آپکو وصول ہوتا ہے وہ بعد مصارف
دنیوی کے جمع رہتا ہے بخلاف حضرت اقدس کے کہ اُن کے یہاں جسقدر روپیہ چندہ مسلمانوں کا

آتا ہے وہ سب ابتلاءِ کلمۃ اللہ میں صرف ہو جاتا ہے بلکہ بسبب کثرت مصارف مہمانوں اور بصارف طبع کتب دینیہ وغیرہ کے بعض اوقات میں حاجت قرض لینے کی پڑ جاتی ہے لہٰذا اس الہام میں آپ ہی مخاطب ہیں کیونکہ جو اموال کہ اللہ تعالے کے راستہ میں صرف ہوتے ہیں وہ باعتبار انجام اور ثواب کے باقی رہتے ہیں اور جو اموال فی سبیل اللہ خرچ نہ کیے جاویں وہ بالآخر فنا ہو جاتے ہیں کما قال اللہ تعالٰی ماعندکم ینفد وماعند اللہ باق لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ الہام آپ کے خطاب میں حضرت اقدس کی طرف سے بطور حکایت کے ہوا ہے اور کسی نہ کسی وقت میں آپ پر پورا واقع ہو جاوے گا ورنہ بوقت موت تو ضرور ہی پورا ہوگا کما قال تعالٰی ما اغنٰی عنہ مالہ وما کسب۔ سب ٹھاٹھ پڑا رہ جاویگا جب لاد چلے گا بنجارا :: الہام امْ حسبت ان اصحاب الکھف والرقیم کانوا من اٰیاتنا عجبا۔ اس الہام میں بالضرور آپ مخاطب ہیں کیونکہ آپ اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں اصحاب کہف کو عجائبات روزگار سے اعتقاد کرتے ہیں حالانکہ اس صدی میں حضرت اقدس اللہ تعالے کے ایک بڑے عجائبات قدرت سے ہیں کہ اصحاب کہف میں عشر عشیر بھی اُن عجائبات قدرت کا نمونہ موجود نہیں تھا جو نشانات الٰہی اس مسیح موعود کے لیے اس زمانہ میں صادر ہوے ہیں وہ اصحاب کہف سے کب صادر ہوے تھے دیکھو تریاق القلوب وغیرہ کو لہٰذا اس اعتقاد اور خیال کے رد کیلیے یہ الہام آپکو ہوا۔ الہام کرمنا بنی ادم اور جعلنٰہ کالرمیم بھی آپکی تنبیہ کے لیے وارد ہوا ہے کیونکہ تمام میدانوں میں حضرت اقدس کے منجانب اللہ تکریم ہوئی اور مخالفین ایسے ذلیل وخوار ہوے کہ مصداق جعلنٰہ کالرمیم کے ہو گئے دیکھو واقعات کی شہادت کو ۴ الہام سنۃ من قد ارسلنا ولن تجد لسنۃ اللہ تحویلا۔ صرف آپکی انذار کے لیے ہے کیونکہ اللہ تعالی کی یہی سُنّت ہے کہ ہمیشہ اپنے مامورین کی نصرت کرتا ہے اور اُن کے مخالفین کو رسوا اور ذلیل کر دیتا ہے جیساکہ خود حضرت اقدس کا یہ الہام آپکو مسلم تھا انی مھین من اراد اھانتک وانی معین من اراد اعانتک اس الہام کے بھی واقعات پورے طور پر شہادت دے رہی ہیں۔ الہام اقم الصلوٰۃ و لاتھنوا ولا تحزنوا انتم الاعلون یہ آپ کے لیے ہدایت کی گئی ہے کہ آپ نماز میں دعائیں کریں اور اپنی حسن ارادت میں ضعیف اور سست نہوں اور کچھ خوف اور غم مخالفین کا نہ کریں انجام کو علو اور غلبہ اس صورت میں آپکو رہے گا ورنہ جعلنٰہ کالرمیم الہام موجود ہے۔ الہام قل رب زدنی علما میں آپکو ترغیب کی جاتی ہے کہ جو علوم فرقانی اور معارف قرآنی کے چشمے یہاں جاری ہو رہے ہیں اُن سے فیض حاصل کر کر اپنے علم کی

۴ اور یہی الہام حضرت اقدس کا ہوا [illegible] میں درج ہے

ترقی چاہو لیکن معہذا التاکیدات ان تمام علوم کے چشموں پر پہنچکر بے بہرہ ہو گئے یہ انکی قسمت کی خوبی ہے ونعم ما قیل ہے قسمت تو دیکھیے کہ کہاں ٹوٹی ہے کمند ؛ دو چار ہاتھ جبکہ لب بام رہ گیا ؛ اور یاد رکھیے یہ سلسلہ حقہ تو روز افزوں ترقی کر رکھا ہے آپ کا عصا اسکا سد راہ نہو سکیگا قال اللہ تعالیٰ لو اتبع الحق اھواءھم لفسدت السموات ومن فیھن بل اتینا ھم بذکرھم فھم عن ذکرھم معرضون ؛ غرض رکتے نہیں ہرگز خدا کے کام بندوں سے ✣ کہیں خالق کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے ✣ - **الہام** قل ھل ننبئکم بالاخسرین اعمالا الذین ضل سعیھم فی الحیوۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا۔ **اقول** اس الہام کی شرح میں بابو صاحب نے کشف الغطا کی عبارات پیش کی ہیں اور لکھا ہے کہ مرزا صاحب کی ۱۹ سالہ کارروائی اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے نہیں تھی بلکہ صرف واسطے تعریف مخلوق یعنی گورنمنٹ کے لیے تھی جو کشف الغطا سے یہ راز نہفتہ سر بمہر ظاہر ہو گیا وکذا وکذا - یہ نکتہ چینیاں بابو صاحب کی بسبب نادانی اور جہالت کے تعلیم اسلام و قرآنی سے کی گئیں ہیں بیان اسکا مختصر یہ ہے کہ کشف الغطا اور نیز دیگر رسائل ہیں جو کچھ خیر خواہی گورنمنٹ عالیہ کی گئی ہے اللہ تعالیٰ کے اوامر اور نواہی کی تعمیل کے لیے کی گئی ہے جو عین عبادت ہے اس اوامر اور نواہی الٰہیہ کو مخالف اسلام سمجھنا کیسی حماقت اور جہالت ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے سیپارہ ۲۸ رکوع ۸ میں لا ینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین انما ینھٰکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاھروا علی اخراجکم ان تولوھم ومن یتولھم فاولٰئک ھم الظٰلمون، پس بموجب اس ارشاد ربانی کے جو خیر خواہی گورنمنٹ کی حضرت اقدس نے کی ہے وہ موجب محبوب الٰہی ہونے کے ہے اور باوجود اس خیر خواہی گورنمنٹ کے مذہب عیسائی کا باطل کرنا اور کسر صلیب اور اثبات موت مسیح کے پیچھے پڑنا جیسا کہ بابو صاحب کو نسبت حضرت اقدس کے اسکا اقرار ہے اس زمانہ صلیب پرستی میں کس قدر عظیم الشان اعلاء کلمۃ اللہ ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی عبادت ہی نہیں ایسی کارروائی کو دو رخی قرار دینا کتنی بڑی جہالت ہے ہے ہیکار از تو آید و مرداں چنیں کنند ✣ بہرحال یہ اقرار بابو صاحب کا منصب مسیح موعود کے ثبوت کیلیے جو یکسر الصلیب ہے نشانات الٰہیہ میں سے ایک نشان ہے ہے والفضل ما شھدت بہ الاعداء ؛ باقی اور مسائل کی شرح جو صفحہ ۱۲ نمبر ۳ میں بطور اعتراض کے پیش کی گئی ہیں سابق گذر چکی - اور البتہ آپکی یہ کارروائی دو رخی بالضرور ضرور ہے کہ ادھر تو کہتے ہو کہ ہم بھی ایسی سرکار کی بدخواہی و مخالفت کا خیال نہیں کرتے الخ کیونکہ آپ ایسے مہدی کے منتظر ہیں کہ جو آتے ہی تمام عیسائیوں کو تہ تیغ کر دیگا اور چونکہ زمانہ مہدی کا باتفاق فریقین بہت ہی قریب ہے اگر یہ مہدی آپ کے وقت میں آگیا تو آپ کس کے شریک ہوں گے اپنے مہدی کے یا عیسائیوں کے

پس آپ کے لیے ہر دو مشکل ہے اگر گوئی مشکل وگرنہ گوئی مشکل ایسے عقائد کے اظہار میں تو آپ گورنمنٹ عالیہ کے بدخواہ ہوتے ہیں اور اس کے خلاف کے اظہار میں منافق ہوئے جاتے ہیں سہ ایہم رفتہ آہم رفتہ ⁂ در پے جاناں جاں ہم رفتہ ⁂ پس مصداق الہام ۱۰ جنوری ۱۸۹۸ء یوم پیر کے یعنی قل هل انبئکم بالاخسرین اعمالا الذین ضل سعیهم فی الحیٰوة الدنیا وهم یحسبون انهم یحسنون صنعا کے مصداق آپ ہی رہے اور یہ آپکا الہام آپ ہی پر وارد رہا اور جو حدیث آپنے لکھی ہے قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لتجدن اشر الناس یوم القیٰمة ذا الوجهین الذی یاتی هؤلاء بوجهه وهؤلاء بوجهه متفق علیه - قال رسول الله صلعم من کان ذا وجهین فی الدنیا کان له یوم القیٰمة لسان من نار رواه الدارمی کی وعید آپ پر پڑتی اور ہے ولنعم ما قیل چاہ کندہ را چاہ درپیش، شعر حملہ بر خود میکنی اے سادہ مرد ⁂ ہمچو آں شیرے کہ بر خود حملہ کرد ⁂ قوله صـ۷ وہ کون دانشمند تھے جنھوں نے وحشیانہ عقائد سے توبہ کی ہے اقول اے بابو صاحب اب تو چند مدت سے الحکم میں بھی مبائعین کے نام درج ہونے لگے ہیں خواہ وہ سرحدی ہوں یا غیر سرحدی پس وہی لوگ ایسے ہیں جو ایسے فاسد عقائد وحشیانہ سے توبہ کرتے چلے جاتے ہیں چونکہ ایسے لوگ ہزاروں اس سلسلہ میں داخل ہوئے اور ہوتے چلے جاتے ہیں لہذا اُن کے داخلہ کا دفتر علیحدہ ہے ہر ایک کتاب یا رسالہ میں اُن سب کے نام کیونکر درج ہو سکتے ہیں آپ الحکم کو ملاحظہ کیجیے تا کہ کالشمس فی نصف النہار آپکو اسکا ثبوت واضح ہو جاوے اور وفات مسیح کا ثبوت تو اب ایسا واضح ہو گیا ہے کہ قبر تک کا وجود بتلا دیا گیا اور اب یہ مسئلہ تو قد تبین الرشد من الغی کا مصداق ہو گیا اور آپ نے بھی اہی عصاء موسیٰ میں حدیث لو کان موسی وعیسی حیین الحدیث کو تسلیم کر لیا ہے جس سے وفات مسیح ثابت ہے اور باقی مسائل یعنی شرح لیلة القدر نزول ملائکہ تاثیر کواکب وغیرہ کی جو ہماری کتابوں تحذیر المومنین وغیرہ میں لکھی گئی ہے اُسکا جواب آجتک کسی مخالف مولوی محمد حسین وغیرہ سے بھی نہیں ہو سکا پھر آپکو شرم نہیں آتی کہ جو مسائل ہمارے لاجواب ثابت ہو چکے ہیں اُنکو بار بار بطور اعتراض کے پیش کیے جاتے ہو کچھ تو خوف اور خشیة الٰہی کو اپنے دلمیں جگہ دی ہوتی۔ قوله حاشیہ صـ۵ یہ موقع اظہار مدح و تعریف بھی قابل غور ہے یعنی کسی جگہ پر تو مسیح علیہ السلام کی یہ تعریف اور کسی جگہ مذمت اقول بریں فہم و دانش بباید گریست ⁂ اے بابو صاحب یہ دونوں امر یعنی مدح اور مذمت الزامات حسب عقائد عیسائیان بیان کی جاتی ہیں نہ اپنے مذہب اسلام کے بموجب اور یہ طریق مناظرہ کہ مسلمات خصم کے بموجب خصم کو قائل کیا جاوے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں جا بجا استعمال فرمایا ہے لہذا حضرت اقدس نے واسطے رد کرنے کفارہ وغیرہ کے اس طریقہ کو اکثر جگہ پر استعمال کیا ہے پس ناواقفی اس عمدہ طریق مناظرہ سے موجب ایسی بیجا نکتہ چینیوں کا ہوتا ہے ورنہ ہر سخن وقتی و

ہر نکتہ مقامے دارد۔ مثلاً اسجگہ پر حضرت اقدس نے مسیح کی نسبت یہ مدح کی کہ جسکو انجیل میں نور کہا گیا
وکذا وکذا اسی کی نسبت عیسائیوں کا یہ عقیدہ کہ وہ تین روز تک ملعون بھی رہا یعنی مردود خدا کا
دشمن دل سیاہ خدا سے برگشتہ معرفت الٰہی سے نابینا جو مفہوم لعنت کا ہے اُسکا مصداق ہوا کس قدر
غلطی عظیم الشان ہے یہ طرز مناظرہ کسقدر عمدہ ہے کہ کوئی عیسائی اسکا جواب دے ہی نہیں سکتا
علیٰ ہذا القیاس ضمیمہ انجام آتھم صہ ۹ و ۱۰ میں واسطے ابطال الوہیت اور ابنیت مسیح کے انہیں کے
مسلمات سے الزاماً درشت الفاظ بھی لکھے گئے تو اسمیں کیا محذور ہے۔ **قولہ** جسطرح مرزا صاحب
کے مسائل سب ہی نرالے ہیں اسیطرح آپ کا حساب بھی انوکھا اور عجیب ہی کشف الغطا مطبوعہ ۲۷
دسمبر ۹۸ء میں سرکاری خدمات کا عرصہ ۱۹ برس لکھا ہے اور ستارہ قیصرہ مطبوعہ ۲۴ اگست ۹۹ء
میں ۲۲ و ۲۳ سال لکھے ہیں اور درخواست ۲۷ دسمبر ۹۹ء میں ۲۰ سال لکھے ہیں انتہا **اقول** بابو صاحب
چونکہ آپ گورنمنٹ سے تنخواہ پاتے ہیں اسواسطے حساب تحقیقی پر زور دینا چاہتے ہیں لیکن یہاں پر مقابلہ
سنین یا شہور کے کسی صلہ کی درخواست نہیں جو حساب تحقیقی کیا جاتا بلکہ یہ حساب تخمینی اور تقریبی
ہے اور تخمینہ کا حساب بھی کُل دفاتر سرکاری میں پایا جاتا ہے اور جو اشخاص جبر مقابلہ اور اقلیدس
علم ہندسہ پڑھے ہوئے ہیں اُن کے یہاں بھی تکدمہ اور اسٹمس اور بجٹ طیار کیا جاتا ہے مگر کوئی محاسب
اور کوئی اگزیمنر ایسے فرق پر اعتراض نہیں کرتا اور جبکہ خود حضرت اقدس ۲۲ یا ۲۳ سال تحریر
فرماتے ہیں جو قرینہ ہے کہ اسجگہ پر تحقیقی حساب منظور نہیں تو اس سے صریح ثابت ہی کہ اسکا حساب
تحقیقی حضرت اقدس کے مدنظر نہیں ہے بلکہ تخمینی اور تقریبی حساب منظور نظر ہے مگر جو شخص آنکھ ہوتے
بھی اندھا ہو اور بصیرت قلبی اُسکی مفقود ہوگئی ہو تو وہ ایسے قرائن جلیہ کو کب سمجھ سکتا ہے کسی
عالم ہندسہ اور اقلیدس سے آپ دریافت فرمالیں کہ علاوہ حساب تحقیقی کے ایک تخمینہ اور تکدمہ بھی
ہوا کرتا ہے **فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون**۔ اور پھر آپ نے اتنا بھی خیال کیا
کہ حساب عدد کا نہ جاننا بھی ایک صفت اور امارت ہے اس خلیفۂ آخر الزمان کی یاد کرو **ولا یعد
عدًا رواہ مسلم** آپ نے ہمکو یہ اعتراض کرکر اس امارت کو یاد دلا دیا ؎ عدو شود سبب خیر گر
خدا خواہد۔ خمیر مایہ دکان شیشہ گر سنگ است۔ اور اسیوجہ سے وہ تکریم اور اعزاز گورنمنٹ کے
نزدیک حضرت کا ہے جو اقلیدس جبر مقابلہ علم ہندسہ و حساب پڑھے ہوئے لوگوں کا ہرگز نہیں
؎ ہیبت حق است ایں از خلق نیست۔ ہیبت ایں مرد صاحب دلق نیست۔ **قولہ** صہ ۵۳
حدیث نواس ابن سمعان میں ہے کہ ایکدن مثل سال کے اور ایکدن مثل مہینہ کے اور ایکدن مثل
جمعہ کے ہوگا۔ انتہا **اقول** اس حدیث کے نقل کرنے سے بابو صاحب کی یہ غرض ہے کہ جیسا
کہ حضرت مرزا صاحب کی اندازی پیشین گوئیوں کی میعاد کے حساب میں غلطی ہے اور یہاں پر

آٹھ ماہ کو چار سال کر دیا ہے اسیطرح پیر دجال کے زمانہ میں ہوگا یعنی حضرت مرزا صاحب بھی دجال ہیں کہ میعاد پیشین گوئیوں میں ایسا حساب کرتے ہیں جو دجال کے دنوں میں ہوگا اسیجگہ پر بابو صاحب نے اپنے خدا کو بھی دجال قرار دیدیا کیونکہ ایک دن کو مثل ایک ہفتہ کے گردانا فعل خداوندی ہے نہ فعل انسان پس جیسا کہ حضرت اقدس عم بابو صاحب کے زعم میں آٹھ ماہ کو چار سال کر دینے سے نعوذ باللہ دجال ہو گئے تو پھر بابو صاحب کا خدا ایک ہفتہ کو مثل ایک دن کے گردانے سے دجال کیونکر نہ ہوگا کہ بابو صاحب کے نزدیک علت دجالیت تو خدا میں بھی پائی جاتی ہے ونعوذ باللہ من ھذا القول مثل البول۔ اب بالآخر یہ گذارش ہے کہ جو عقائد آپ کے مہدی خونی کے بارہ میں ہیں وہ اگر آپ کے نزدیک صحیح اور درست ہیں تو مدعا حاصل و الہام بھی آپکا صحیح ہے قل ھل ننبئکم بالاخسرین اعمالا الذین ضل سعیھم فی الحیوۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا۔ کہ تمام کوشش آپکی اسی دنیا کے لیے ضائع ہوئیں اور عقائد مہدی خونی کو گورنمنٹ سے پوشیدہ کرتے رہے اور منافق بنے رہے جو ملہم ہونیکے محض مخالف ہیں کجا ملہم اور کجا منافق اور اگر وہ عقائد صحیح نہیں ہیں بلکہ جو ہم دربارہ مہدی آخر الزمان عقائد رکھتے ہیں وہ صحیح اور حق ہیں تو بسبب عدم قبول حق کے آپ گمراہ اور راندہ درگاہ الٰہی ہو گئے وماذا بعد الحق الا الضلال **قولہ** خواب میں دیکھا کہ سفید رنگ کے مضبوط بنائے ہوئے دو تین جوڑے ہوئی پتنگ معہ دور میرے سر پر کٹ کر یا ٹوٹ کر آ پڑے پھر بہت ڈور کھینچتا رہا جو بہت مضبوط تھی تو عصائے موسی کے ساتھ یہ کام کر رہا تھا اس کے بعد الہام ہوا لا یخاف لدی المرسلون سربلند۔ **اقول** اس رویا کی تعبیر جو بابو صاحب نے لکھی ہے وہ محض غلط ہے کیونکہ رسالہ ضرورۃ الامام اور مولوی عبد الکریم صاحب کا خط اور معانی انکم نکس کا تازہ نشان وہ تین پتنگ نہیں ہو سکتے جو رویا میں بابو صاحب کو دکھلائے گئے خود بابو صاحب نے دو اخیر کی نسبت لکھا ہے کہ میرا ان سے کچھ تعلق نہیں اور ضرورت الامام ایک ایسی شے ہے کہ بابو صاحب کو بھی مسلم ہے پھر وہ کیونکہ قطع ہو سکتی ہے اور آپکا عصا نہ تو موعود ہے اور نہ اسکو کسی طرح کا استقلال اور قرار ہے اس کے الہامات مندرجہ کی نسبت آپ خود معتقد انکے من جانب اللہ ہونیکے نہیں ہیں پس وہ عصا مصداق اس آیت کا ہے ومثل کلمۃ خبیثۃ کشجرۃ خبیثۃ اجتثت من فوق الارض مالھا من قرار پس جبکہ یہ تعبیر آپ کی خود آپ کے مسلمات کے بموجب غلط محض ثابت ہو چکی تو اب ہم تعبیر صحیح اسکی بیان کرتے ہیں

گوش خر بفروش و دیگر گوش خر کاین سخن را در نیابد گوش خر اس صفحہ ... آیت ...

فرماتے ہیں کہ خواب نامہ میں پتنگ کی تعبیر باد فروش و دروغگو ہی لکھی ہے پس دو تین پتنگ سے مراد آپ کے تینوں رفیق ہیں جو انتہا درجہ کے باد فروش اور دروغگو ہیں جو وہ خود بھی اپنی باد فروشی کے سبب اڑتے ہیں اور آپ کے سر پر بھی چڑھے ہوئے ہیں اور ۳۰ تار کی ڈور آپکی کتاب ہے کیونکہ ۳۰ جزو کی ہے جو آپ خود بخود اسکو قطع کرتے چلے جاتے ہیں اور مصداق مندرجہ آیت ولا تکونوا کالتی نقضت غزلہا من بعد قوۃ انکاثا کے ہوتے چلے جاتے ہیں کما مر بیانہ اور پھر آپ کے الہام لا یخاف لدی المرسلون - اور سربلند ہے - قابل غور ہیں کیونکہ آپ مرسل ہونے کا دعوی نہیں کرتے اور حضرت اقدس کا یہ دعوی تو ایسا پایہ ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ آپ خود بھی تسلیم کر چکے تھے پس اس الہام میں عالم مثال سے آپکو تنبیہ کی جاتی ہے کہ اس مرسل من اللہ کو کسی طرح کا خوف و ہراس میرے نزدیک سے واقع نہیں ہوگا اور سربلند بھی رہیگا کیونکہ کتب اللہ لاغلبن انا و رسلی وعدہ حتمی ہو چکا ہے اور پتنگ کی تعبیر میں جو آپنے لکھا ہے کہ تجربہ ہوا ہے کہ پتنگ کی تعبیر د شاید بسبب کم حوصلگی و شیخی بلند پروازی کے) سفلہ و کمینہ ہوتی ہے یہ بھی آپ کے واسطے بخوبی صادق ہے کیونکہ اس سے زیادہ اور کیا کمینہ پن اور سفلہ پن ہوگا کہ حضرت مولوی عبد اللہ صاحب مرحوم کو جو من حیث النسب سید نہیں تھے آپ جا بیجا سید ہی لکھتے چلے جاتے ہیں جسمیں آپ کی دو غرض ہیں اول تو اپنے پیر مردہ کی بڑائی اور چونکہ پوتی مولوی عبد اللہ صاحب کی آپ کے عقد نکاح میں آئی ہوئی ہے لہذا اس کا سیدانی قرار دینا مد نظر ہے تا کہ رشتہ مصاہرت کا سادات کے ساتھ آپکو حاصل ہو جاوے وانی لہ ذلک مگر افسوس کہ آپ نے ان وعیدوں کا کچھ بھی خیال نہ فرمایا جو اس انتساب بیجا کے لیے احادیث میں وارد ہوئے ہیں اور نہ قرآن مجید کی تاکید کا لحاظ کیا کہ متبنی تک کو بھی بیٹا کسی کا کہنا منہی عنہ قرار دیا گیا ہے اور جو متبنی کا اصلی باپ ہو اسی کے نام سے اسکا پکارنا مامور بہ ہے کما قال تعالی ادعوھم لآباءھم ھو اقسط عند اللہ مگر یاد رہے کہ مولوی عبد اللہ صاحب مرحوم اس گناہ سے بری اور پاک ہیں کیونکہ وہ تو خود بخود بموجب آپ کے اقرار مندرجہ عصا کی اپنی تئیں سید قرار نہیں دیتے تھے بلکہ واسطے اخفا اپنے نسب کی یہانتک کہتے تھے کہ درعجم نسب را ہیچ اعتبار نیست اس تمام تکال اور وبال کے مورد آپ ہی ہیں کہ خواہ مخواہ مولوی عبد اللہ صاحب مرحوم کو آپ سید ہی لکھتے ہیں اور ہمارے پاس انکو سید نہ ہونے کی بڑے بڑے ثبوت ہیں جو اپنے محل پر ہم انکو تحریر کریں گے بالفعل ایک کارڈ کی نقل بلفظہ کرتے ہیں جس کے کاتب ملا عبد اللہ صاحب اخوند ساکن موضع کمبد ڈ تحصیل مردان ضلع پشاور کے ہیں اور بذریعہ ڈاک سرکاری کے بنام بابو شاہدین صاحب سٹیشن ماسٹر ہوتی مردان کے پہنچا ہوا ہے اور ہمارے پاس محفوظ ہے

موجود ہے جو شخص چاہے آکر دیکھ لے وہو ہذا ۔ بعد از سلام اصلی نام اُسکا اعظم قوم کلال غلجی کمہار میں ترکی ہے جو مشہور مولوی عبد اللہ پر تھے اور زیادہ پتے اُس کے مجھکو کچھ نہیں ہے جو معلوم تھا خدمت میں تحریر کر دیا ہے اگر زیادہ کوشش در کار ہو پشاور میں جاکر کابلیوں سے دریافت کروں گا اگر حاجت ہووے جواب تحریر کرنا فقط ۲۲ دسمبر ۱۹۰۱ء مطابق ۱۱ رمضان ۱۳۱۹ھ اور الحال ایک مولوی عبد الرحمن صاحب اخوند زادہ نے جو مولوی عبد اللہ صاحب مرحوم کے احوال سے زیادہ تر واقف ہیں اور اُن کے ہموطن بھی ہیں معرفت بابو حضرت شاہدین صاحب موصوف کے ایک تحریر مجھکو دی ہے جو اُسکو بھی بلفظہ نقل کرتا ہوں وہو ہذا ۔ میں حلفاً بیان کرتا ہوں کہ جہانتک مجھکو علم ہے مولوی عبد اللہ صاحب مرحوم المعروف غزنوی کا اصلی نام اعظم تھا اور وہ غلجی قوم میں سے تھے سید ہرگز نہیں تھے اور نہیں اُنھیں موضع کوٹھہ تحصیل صوابی کے گردو نواح میں جہاں کے وہ مرید تھے کبھی سید سمجھا گیا ۔ العبد مولوی عبد الرحمن آخوند زادہ ساکن موضع دھوبیاں تحصیل صوابی ضلع پشاور ۔ آپ فرمائیے کہ جو شخص اپنے سید ہونے سے خود انکار کرتا ہو اور اُس کے ہموطن مشاہیر علما نفی سیادت نسبی مولوی عبد اللہ صاحب میں یہ بیان کریں جو اوپر مذکور ہوا معہذا آپ اُسکو اپنی اغراض فاسدہ کے حصول کے لیے سید قرار دیں تو فرمایئے کہ وبال و نکال اسکا کسپر واقع ہو گا اس موقع پر وہ الہام حضرت اقدس کا جو مدت سے ہو چکا ہے کیسا واقع ہوا کہ انی مھین من اراد اھانتک وانی معین من اراد اعانتک **قولہ** صفحہ ۷۷ ، فصل ۱۳ ۔ قادیان سے واپس آکر تو الہامات و احکامات کی بارش شروع ہو گئی ۔ **اقول** الہامات کی بارش ہونے سے آپکو کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے جبکہ نمبر ۳ میں خود آپکا یہ اقرار ہے (۳) ممکن ہے ان کے فہم میں کچھ خطا و غلطی ہو کیونکہ شاید ذو الوجوہ ہوں مجازات و استعارات وغیرہ کے سبب سے ہی متقدمین نے الہامات کو ظنی قرار دیا ہے اور اسی لیے عاجز کو ان تفہیمات پر اصرار نہیں انتہی بلفظہ جبکہ آپ کے الہامات بھی ظنیات کا ذخیرہ ہیں کما اقررتم اور انکی تفہیم بھی مشکوک پھر معہذا اکثر حصہ اُن کا براہین وغیرہ سے ماخوذ ہے تو پھر امور مشکوکہ کی نسبت قرآن پاک کا یہ فتویٰ ہے کہ ان الظن لا یغنی من الحق شیئا اور پھر چونکہ بابو صاحب کو اپنی تفہیمات پر بالکل اعتماد اور اعتبار نہیں ہے اور اُن تفہیمات میں شک در شک ہی لہذا ہمکو ضروری ہوا کہ اُنکی تفہیمات موافق کتاب وسنتہ کے بطور یقین کے لکھدیں اگر آپکو ان تفہیمات سے بسبب کبر و عناد کے کچھ فائدہ حاصل نہوا تو کسی دوسرے ہی کو نفع حاصل ہو جاوے گا **الہام اول** انما انت منذر من یخشاھا اس الہام سے آپکی تنبیہ منظور الٰہی ہے کیونکہ مدت ۲۰ یا ۲۲ سال سے آپ حضرت اقدس کے اس الہام کو

تسلیم کر چکے تھے کہ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اُسے قبول نکیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اُسکی سچائی کو ظاہر کردے گا۔ یہ آیت آپکو اسواسطے یاد دلائی گئی ہے کہ اس نذیر سے جو آپکو کچھہ نفع دینی حاصل نہوا اُس کا سبب یہی ہے کہ آپ میں خشیتہ الٰہی موجود نہیں تھی یا الہام دوم ھو دوا علی النفاق آپ معہ رفقا کے جو ایک ۔۔۔ حسن ارادت اس دنیا کے نذیر کے ساتھہ ظاہر کرتے رہے وہ مبنی علی النفاق تھی لہذا اُس ارادت ظاہری سے آپکو مطلع کیا گیا کہ فی الحقیقت وہ منافقانہ تھی نہ مخلصانہ الہام سوم کانتا رتقا ففتقنا ھما اس اپنے الہام کی تفہیم میں بابو صاحب لکھتے ہیں کہ مرزا صاحب نے مولوی عبد الکریم کی علحدگی کی تفہیم ہے اور اس تفہیم پر شاہد پیش کرتے ہیں کہ حضرت اقدس مرزا صاحب کے مضمون دعا کو مولوی عبد الکریم صاحب نے الحکم ۱۷ اگست ۹۹ء میں رد کیا ہے اور باب سوم میں اس علحدگی کا ذکر اپنے زعم میں مفصل کر کر لکھا ہے کہ یہ الہام اس علحدگی سے پورا ہو گیا اور شاید کچھہ آیندہ بھی ہو فقط **اقول** باب سوم کا جواب تو ہم اپنے محل پر یعنی رد باب سوم میں انشاء اللہ تعالےٰ مفصل و مبرہن تحریر کریں گے مگر اسجگہ پر مختصر الہام کا جواب دیا جاتا ہے تاکہ واضح ہو کہ وہ مفہوم آیت مذکورہ کا جو بابو صاحب نے اپنی کج فہمی سے سمجھا ہے وہ ہرگز ہرگز صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ آسمانوں کا جو زمین کے ساتھہ رتق اور فتق کا تعلق اور رشتہ ہے وہ قیامت تک منفک نہیں ہوگا بلکہ فیوض اور برکات خواہ جسمانی ہوں یا روحانی آسمانوں سے قیامت تک نازل ہوتے رہیں گے اور زمین اُنکو قبول کر کر نتایج اور ثمرات اُن فیوض کے دنیا کو پہونچاتی رہے گی اور یہی مطلب ہے آسمانوں اور زمین کے کھولدینے سے پوری آیت یوں ہے اولم یرالذین کفروا ان السموات والارض کانتا رتقا ففتقنا ھما اس آیت میں اللہ تعالیٰ منکرین نبوۃ کو سمجھاتا ہے کہ کیوں منکرین آسمانوں اور زمین پر نظر نہیں کرتے کہ کسطرح ہمنے اُنکو کشادہ کر دیا ہے آسمانوں سے انوار نازل ہوتے ہیں اور باران رحمت آتا ہے وغیرہ وغیرہ اور زمین ان سب امور فیضیہ کو قبول کر کر انواع انواع کے نباتات جسمانی و روحانی اپنے میں سے نکالتی ہے اور پھر اُسمیں سے چشمے اور نہریں جاری ہوتی ہیں اور اس تدبیر سے تمام انتظام روحانی و جسمانی دین و دنیا کا کیا جاتا ہے جیسا دوسری جگہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے فلینظر الانسان الی طعامہ انا صببنا الماء صبّا ثم شققنا الارض شقا فانبتنا فیہا حبا وعنبا وقضبا وزیتونا ونخلا وحدائق غلبا وفاکھۃ وابا متاعا لکم ولانعامکم پس جسطرح آسمان اور زمین کو رتق اور فتق کر کر یہ انتظام جسمانی کیا گیا ہے اُسی طرح پر فیوض روحانی یعنی برکات نبوۃ کے جو الہامات ومکالمات الٰہیہ ہیں اللہ تعالےٰ زمین پر نازل فرماتا ہے جس سے مواد قابلہ فیضیاب ہوتے ہیں نہ غیر قابلہ

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست ٭ در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس ٭ اس آیت میں مخالفت
اور تفریق یا جدا کر دینا کہ ایک دوسرے کا مخالف ہو جاوے کیونکر پایا جاتا ہے بلکہ آیت
مذکورہ تو ہدایت فرما رہی ہے کہ یہ آسمان و زمین کا رتق و فتق ارضی و سماوی ہمارا فعل ہے جس سے
انتظام دینی و دنیوی مربوط ہو رہا ہے اسکو کوئی دوسرا زائل نہیں کر سکتا اس سے یہ کیونکر
سمجھا گیا کہ مولوی عبد الکریم جیسے عاشق زار مسیح موعود سے مخالف ہو جاوینگے اور جو مخالفت اپنی کج
فہمی سے بابو صاحب نے ہر دو مضامین متحدہ و متفقہ میں سمجھی ہے وہ محض انکی کج فہمی ہے جو ہم
اپنے محل پر ثابت کریں گے انشاء اللہ تعالے ؎ چو بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطا است ٭
سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجا است ٭ اس آیت میں مخالفت اور تفریق یا جدا کر دینا کہ ایکدوسرے کا
مخالف ہو جاوے کیونکر پایا جاتا ہے بلکہ آیت مذکورہ تو ہدایت مذکورہ بالا فرما رہی ہے اور یہ آیت
الہامی تو اس سلسلہ الٰہیہ کا ثبوت دے رہی ہے اور خود حضرت اقدس کو اسی نظر سے مدت ہوئی
کہ الہام بھی ہو چکا ہے پس منکرین اور آپ کی تنبیہ کے لیے یہ آیت الہام ہوئی ہے کہ اب اس صدی میں
آسمان و زمین روحانی کھولدیے گئے ہیں اور مسیح موعود اور مہدی معہود نازل ہو چکا ہے لہذا
تمکو ضرور ہے کہ فوائد روحانی حاصل کرو اور بے نصیب اور محروم نہ ہو پس اس الہام سے اگر الہام تسلیم
کیا جاوے تو رشتہ مولوی عبد الکریم صاحب کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے دوامی معلوم
ہوتا ہے کیونکہ یہ اللہ تعالے کا فعل ہے جسکو کوئی مانع روک نہیں سکتا۔ **الہام چہارم**
واللہ خیر حافظا وهو ارحم الراحمین فسلام لك یہ بھی آپکی تنبیہ کے لیے ہے
کہ آپکا انحراف حضرت اقدس کو کچھ ضرر نہ پہونچا سکیگا اور پھر واضح ہو کہ یہ سلام وہی سلام ہے
جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کے لیے حدیث میں فرمایا ہے کہ من ادرک منکم
عیسی بن مریم فلیقرأه منی السلام اور آپ کی نسبت کوئی سلام احادیث میں موعود نہیں ہے
جس کے آپ مصداق ہوں بغیر آنحضرت کے بنائے ہوئے یا لقب آپ اپنے منہ سے میاں مٹھو نہیں بن سکتے
پس آپکو عالم مثال سے حکم ہوا ہے کہ آپکی جناب مسیحائی میں حاضر ہو کر کہو کہ واللہ خیر حافظا وهو
ارحم الراحمین فسلام لك **الہام پنجم** ان اللہ لا یہدی من هو مسرف کذاب اس
الہام کی تفہیم میں بابو صاحب حضرت اقدس کو مصداق قرار دیکر شواہد ذیل پیش کرتے ہیں (۱) اپنی اہلیہ
کے پاس بعوض پانچہزار روپیہ کی جائیداد تیس برس کے لیے رہن کر دی تاکہ ورثا محروم ہوں۔ **اقول**
یہ اعتراض ویسا ہی ہے جیسا کہ حضرت صدیق خلیفہ اول کی نسبت رافضی کرتے ہیں کہ باغ فدک
غصب کر لیا خلافت غصب کر لی وغیرہ وکذا بابو صاحب ایک ذرہ بھر تو خشیۃ الٰہی کو کام میں لائے ہوتے
اور کچھ تو ہی لا تقف ما لیس لك به علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئك كان

عنہ مسئولاً ۔ کا خیال کیا ہوتا ادنیٰ درجہ کے مومن کے ساتھ حسن ظن کرنے کا حکم تاکیدی شارع اسلام کا صادر ہے پھر آپ نے اس رہن سے یہ سوء ظن کیوں کیا کہ شرعی وارثوں کے محروم کرنے کے لیے یہ رہن کی گئی ہے جن وارثوں کی آپ وکالت کر رہے ہیں انھوں نے تو آپ سے کبھی شکایت یا حکایت بھی نہیں کی اور کیونکر کر سکتے تھے انھوں نے تو اس پانچہزار سے اضعافاً مضاعفہ حضرت اقدس کی جائیداد پر تصرف بیجا کرلیا ہے تو پھر آپ کس شرع سے فرماتے ہیں کہ حضرت اقدس کو اپنی جائیداد میں تصرف رہن وغیرہ کرنے کا اختیار نہیں تھا اللہ تعالے تو عقد رہن کی اجازت دیتا ہے فرھان مقبوضۃ اگر خوف طوالت نہ ہوتا تو میں اس جگہ پر مفصلاً وہ سب اسباب تحریر کرتا جو اس رہن کے واجبات میں داخل ہونیکے لیے موجب ہوئے ہیں۔ کما سیاتی۔ مگر چونکہ ہر ایک اہل عقل سمجھ سکتا ہے کہ ایسے اعتراض کرنا نسبت کسی شخص کی ذاتیات کے جبتک کہ پوری واقفیت اُس کے حال سے نہ ہو محض سفلگی اور کمینگی میں داخل ہے لہذا اعراض کیا جاتا ہے یہانپر صرف اللہ تعالے کی نہی پہونچا دینی کافی ہے ولا تقف ما لیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولٰئک کان عنہ مسئولاً ۔ (۲) شاہد دوم جس مقصد کے لیے لوگوں نے روپیہ دیا اُسکو بمحل صرف کیا یہ بھی اسراف ہے اقول لعنۃ اللہ علی الکذبین سواد تائید اسلام کے خواہ مصارف لنگر خانہ کے ہوں یا طبع اصرف کتب کے یا مساکین فنڈ ہوں وغیرہ وغیرہ ایک حبہ بھی یہانپر بے محل صرف نہیں ہوتا ہاں آپ کو یہاں کے ہزارہا روپیوں کے مداخل و مخارج سے حسداً لمبیسی پیدا ہو جاتا ہے جو ایسی نکتہ چینیاں کرتے ہو مگر یاد رکھو کہ آپکی اس حسد سے آپ کے ہی تمام اعمال حسنہ اگر ہوں بموجب احادیث صحیحہ کے وہ سب حبط اور ضائع اور خاکستر ہوتے چلے جاتے ہیں اور ہمکو آپ کے اس حسد سے کچھ ضرر نہیں ہو نیکا انشاء اللہ تعالے اگرچہ آپ لوگوں کو اغوا بھی کریں کما قال اللہ تعالٰی ھم الذین یقولون لا تنفقوا علی من عند رسول اللہ حتی ینفضوا وللہ خزائن السمٰوٰت والارض ولکن المنٰفقین لا یفقھون۔ (۳) شاہد سوم خود خطوط لکھکر دوسروں کے نام سے بھجواتے ہیں جو سراسر کذب ہے۔ اقولُ سلمنا کہ اگر کسی کی درخواست سے کوئی خط لکھدیا جاوے تو اسمیں کیا محذور شرعی لازم آتا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم محض اُمی تھے آپکی طرف سے جس قدر مکاتیب دعوۃ الی الحق کے لکھے گئے وہ دوسرے کاتبوں نے ہی لکھے نہ آپ نے اگر آپ کے نزدیک یہ فعل کذب میں داخل ہے تو لازم آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپ کے زعم فاسد میں نعوذ باللہ کذاب ہوں ونحن نعوذ باللہ من ذٰلک اور مولوی عبداللہ صاحب کی کشوف اور الہامات آپ خود نہیں مانتے یاد کرو وہ کشف مولوی عبداللہ صاحب کا کہ ایک نور آسمان سے

قادیان میں گرا لیکن میری اولاد اُس سے محروم رہی مرایاد ہ تر افزا موش **قولہ** وعدہ خلافی براہین و سراج منیر وغیرہ کے بارہ میں بھی کذب میں داخل ہے **اقول** براہین کی نسبت کوئی حتمی میعاد بطور وعدہ کے مقرر نہیں کی گئی تھی اور پھر حصہ چہارم براہین کے بعد صدہا براہین احمدیہ علی حقیت کتاب اللہ و النبوۃ المحمدیہ بذریعہ صدہا رسائل و کتب و اشتہارات دنیا میں شائع کی گئیں اور مخالفین اسلام کو ساکت اور مبہوت کیا گیا یہ امر کالشمس فی نصف النہار ظاہر ہے اور جس قدر الہامات براہین میں مندرج تھے وہ اس مدت تاخیر میں کامل طور پر پورے ہوئے ہیں اور ہوتے چلے جاتے ہیں گویا کہ الہامات مندرجہ براہین احمدیہ بطور فوٹو کے ایک عکس نازل ہوئے تھے جو ہو بہو اس مدت تاخیر میں ظہور پذیر ہوئے اور اس تاخیر میں حکمت الٰہیہ یہی تھی کہ اولا پیشین گوئیاں مندرجہ براہین واقع ہو کیویں تا کہ مخالفین پر ایک حجۃ بالغہ ہو جاوے تب اُس کے اتمام میں شروع کیا جاوے ولنعم ماقیل **شعر**

مدتے ایں مثنوی تاخیر شد + مہلتے بایست تا خوں شیر شد + علاوہ اسپر یہ کہ آپ جیسے شتابکاروں کے لیے چند اشتہار بھی شائع کردیے گئے ہیں کہ جن صاحبوں کو اس تاخیر میں اعتراض ہو وہ اپنا روپیہ واپس لیویں اور کتاب موصولہ واپس بھیجدیویں پھر اس میں کونسی وعدہ خلافی ہوئی پھر اسی اثناء تاخیر میں صراط مستقیم اسلام کو تمام خیالات فاسدہ کے خس و خاشاک سے جو خود اندرون اسلام کے داخل ہورہے تھے پاک وصاف کیا گیا تا کہ کسی مخالف اسلام کا طعن یا اعتراض اُسپر وارد نہ ہوسکے کیونکہ تحلیہ بفضائل سے تخلیہ عن الرذائل مقدم ہوا کرتا ہے۔ اور نیز یہ امر بھی مدنظر تھا کہ تمام اہل مذاہب باطلہ جو اسلام پر حملہ آور ہورہے ہیں اُن کے تمام اعتراضات بھی جمع ہو جاویں تا کہ انکو پھر بیخ و بنیاد سے اکھاڑ کر لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ کا نظارہ جلوہ گر کردیا جاوے کیونکہ یہ نظارہ تو اُسی وقت ہو سکتا ہے کہ تمام مذاہب باطلہ کے اعتراضات جو دین اسلام پر کج فہمی سے کیے جاتے ہیں وہ بھی پیش نظر ہوں غرضکہ بڑے بڑے مصالح الٰہیہ براہین کی تاخیر میں موجود ہوئے جنکی وجہ سے وہ چیز تاخیر میں پڑ گئی ہے اسی لیے عالم مثال سے اسکی تاخیر منانے کے واسطے آپکو تنبیہ بھی کی گئی ہے کہ بسم اللہ مجریها و مرسها کام ربانہ کیونکہ کوئی فعل الٰہی حکمت سے خالی نہیں ہوسکتا ہے فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ قضیہ مسلمہ ہے پس جب تک کہ الہامات مندرجہ براہین کا فیصلہ بطور اتمام حجت کے مخالفین پر قطعی طور پر نہ ہولے تب تک دوسرا مقدمہ کیونکر شروع کیا جاسکتا ہے مگر اب فیصلہ کا وقت موجود ہوگیا ہے قریب ہے اللہ تعالےٰ براہین کے اتمام کیطرف اپنے مسیح موعود کو متوجہ فرمادیوے گا اور ایک جزو سراج منیر کا تو شائع ہوچکی

چکلی ہے جو وہ بھی اتمام حجت کے لیے واسطے ثبوت الہامات مندرجہ براہین احمدیہ کے شائع کیا گیا
ہے اور اب توقع ہے زیادہ تر اجزا اُس کے جو تریاق القلوب وغیرہ ہیں قریب تر شائع ہوتے
چلے جاتے ہیں گویا بہت سے سراج منیر شائع ہو چکے اور ہوں گے مگر اس کا کیا علاج کو آپ نے
اپنی آنکھوں کو ان انوار الٰہیہ کے دیکھنے سے بند کرلیا ہے ۔ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ ۔ ختم اللہ علی قلوبہم وعلی سمعہم وعلی ابصارھم
غشاوۃ ۔ اور الہامات متعلق پیشین گوئی اپنے اپنے وقت میں سب پورے ہوئے اور
ہوتے چلے جاتے ہیں دیکھو سراج منیر اور تریاق القلوب وغیرہ کو اور جو دعاوی حضرت اقدس
نے کیے ہیں اُن سب کا ثبوت بشہادات سماوی وارضی ثابت ہو چکا مگر اپکی عمی یا بند
غیبی کا کیا علاج کیا جاوے ۔ بند آہن را تواں کردن جدا ۔ بند غیبی را نداند کس دوا
ہاں ضرور آپ کے الہامات یا وساوس کا پورا ہوتا تو ایک طرف رہا وہ تو اُلٹ کر آپ ہی پر وارد
ہونے چلے جاتے ہیں مثل مشہور ہے کہ آسمان کا تھوکا منہ پر آتا ہی اگر اس نظر سے پورا ہونا کہو تو
بجا ہے کہ مسیلمہ کذاب کے الہامات برعکس پورے ہوئے ہیں مثلاً یہی الہام ماتحن فیہ ہے
کہ ان اللہ لا یھدی من ھو مسرف کذاب اور آپ اس کا مصداق جو حضرت اقدس کو
سمجھ رہے ہیں سو محض غلط ہے کیونکہ جو ترقیات تبلیغ حق کی اس سلسلہ کے لیے وقتاً
فوقتاً حسب منشا الہامات سابقہ کے ہوتی چلی جاتی ہیں وہ تو اظہر من الشمس ہیں آپ نے
سنا ہوگا اور نہ سنا ہو تو اب سن لیجیے کہ تمام یورپ و امریکہ و بلاد عرب و مصر وغیرہا میں
تبلیغ حق اور دین اسلام کی بذریعہ اس سلسلہ کے ہونے والی ہے میگزین بھی یورپ و امریکہ
وغیرہ کے لیے اب قریب جاری ہونے والا ہے بلکہ ہو گیا ہے تین نمبر اس کے انگریزی میں نکل
چکے ہیں اب چوتھے نمبر کی باری ہے مقبول خلائق ہو گیا اردو میں بھی علحدہ نمبروار جاری ہو چکا ہے
اور بذریعہ رسائل و اشتہارات عربیہ کے بلاد عرب کی اصلاح بھی عنقریب بظہور پذیر ہوگی تخم
ریزی ہو چکی ہے پھر اب فرمایئے کہ کسی مسرف کذاب کو اسقدر تائید الٰہی حسب الہامات سابقہ
ہو سکتی ہے کلا و حاشا پس باقی اس سلسلہ کا تو ہرگز ہرگز مصداق مسرف کذاب کا نہیں ہو سکتا
چور کے تو پیر ہی نہیں ہوتے جو وہ اسقدر چل سکے اور یہی معنی ہیں اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِیْ مَنْ
ھُوَ مُسْرِفٌ کَذَّابٌ کے ہاں البتہ آپ بالضرور اس الہام کے مصداق ہیں کیونکہ آپ کی
ذات عنقبی صفات سے باوجود گذر نے سالہا سال کے نہ کچھ معارف قرآنی اور دقائق فرقانی
ظاہر ہوئے جو اپنے ملک ہی کے مخالفین اسلام کو اُن سے ساکت کرتے چہ جائیکہ ممالک بعیدہ
اور اقطار شاسعہ میں آپ دعوت حق کر سکیں کیوں اس لیے کہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِیْ مَنْ ھُوَ مُسْرِفٌ

کذّابٌ اور نہ آپ کو اپنے الہاموں پر کسی طرح کا وثوق ہے بلکہ اُن سب کو ایک ذخیرہ ظنیات کا خیال کرتے ہو وَاِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا۔ کیوں۔ اس لیے کہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِیْ مَنْ ھُوَ مُسْرِفٌ کَذَّابٌ اور نہ ان الہامات کی تفہیم پر آپکو کسی طرح کا اعتماد ہے کیونکہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِیْ مَنْ ھُوَ مُسْرِفٌ کَذَّابٌ۔ آگے رہے آپ کے خیالات فاسد جو اس کتاب عصا میں مندرج ہیں تو وہ کیونکر کوئی شخص مان سکتا ہے پس بالضرور آپ ہی اس الہام کے مصداق کامل ہیں اور ہم جو آپ کے الہاموں کو تسلیم کرتے چلے جاتے ہیں اُسکی وجہ یہی ہے کہ ایک الہام تو رحمانی ہوتا ہے اور دوسرا الہام شیطانی مگر اُس کی تفہیم موافق کتاب و سنۃ کے کردینا ہمپر فرض اور ضروری ہے کیونکہ آپ تو خود الہام اور اُسکی تفہیم کو شکی یا ظنی خیال کرتے ہیں مگر ہماری تفہیم چونکہ مطابق کتاب اللہ و سنتہ صحیحہ کے ہے لہذا یقینی و قطعی ہے **الہام ششم** عسیٰ ربک ان یبعثک مقاما محمودا + سہ ہیچ قومے را خدا رسوا نکرد + تا دلے صاحبدلے نامد بدرد + الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللّٰہ۔ ھل اتیٰ علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئا مذکورا۔ **اقول** بابو صاحب فرماتے ہیں کہ یہ ہر سہ الہام قابل غور ہیں لہذا ہمکو انہیں بھی غور کرنا ضروری ہوا یہ تو ظاہر ہے کہ مقام محمود ایسا مقام عالی ہے کہ اُس مقام میں سواء آنحضرت صلعم کے یا آنحضرت صلعم کے مہدی بروزی کے اور کوئی مبعوث نہ ہوگا اب دیکھنا چاہیے کہ دعوی بروز محمدی ہونے کا یعنی دعویٰ مہدویت کا کون کر رہا ہے اور اُس کے ثبوت اور شواہد مثل کسوف و خسوف بماہ رمضان المبارک وغیرہ وغیرہ کس نے پیش کیے ہیں آیا بابو صاحب نے جنکا یہ عصا مجموعہ خیالات فاسدہ کا ہے یا حضرت اقدس نے جنہوں نے اعلائے کلمۃ اللہ کا شور بذریعہ معارف قرآنی اور دقائق فرقانی کے تمام دنیا میں مچا دیا ہے اور جنکو آپ بھی مہدی معہود اور مسیح موعود مان چکے تھے اور معجزہ مندرجہ اشعار سہ الا اے دشمن نادان و بے راہ + بترس از تیغ بران محمدؐ کرامت گرچہ بے نام و نشان ست + بیا بنگر ز غلمان محمدؐ وغیرہ کو بھی تسلیم کر چکے تھے وغیرہ وغیرہ بس فرمائیے کہ مصداق اس الہام کے حضرت اقدس ہوئے یا بابو صاحب جو اپنے الہاموں کو خود وساوس خیال کر رہے ہیں اور اپنی تفہیمات کو مشکوک بینوا توجروا اور شعر مثنوی بھی آپ کے زجر کے لیے وارد ہوا ہے یعنی اس مرد خدا کے دل کو رنجیدہ مت کرو ورنہ تم کو رسوائی حاصل ہوگی چنانچہ یہ رسوائی آیات الرحمٰن سے آپکو حاصل ہوئی اور ظاہر ہے کہ الہام دوم بھی آپ کو اسی لیے ہوا ہے کہ تم کو خیال ہے کہ زمانہ دراز گذر چکا اور مسیح موعود اور مہدی معہود کے سب بشارات نازل ہو چکے اور نشانات ارضی و سماوی بھی ظاہر ہو چکے

جیساکہ اُسنے دعوی کیا تھا سہ آسماں بارد نشاں الوقت می گوید زمیں ⁂ ایں دو شاہد از پے تصدیق من استادہ اند ⁂ می درخشم چوں قمر تابم چو قرص آفتاب ⁂ کور چشم آنانکہ در انکار ہا افتادہ اند ⁂ صادقم و از طرف مولیٰ بانشانہا آمدم ⁂ صد در علم و ہدیٰ بر روئے من بکشادہ اند ⁂ الخ

تو کیا اب بھی مومنوں کے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ اللہ تعالےٰ کی یاد کے لیے اُن کے دل عاجزی اور خشوع کریں چنانچہ تفسیر ابن کثیر میں حضرت عبد اللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ تیرہ برس قرآن شریف کو اُترتے ہوے ہو گئے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ضعیف الایمان مسلمانوں کو اس آیت کے ساتھ عتاب فرمایا۔ اور عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ ہمکو مسلمان ہوے چار برس ہوے تھے کہ اللہ تعالےٰ نے ہمکو اس آیت سے عتاب فرمایا۔ اب بھی تیرہ[۱۳] برس سے زائد ہوچکے ہیں کہ متواتر نشانات الٰہیہ بذریعہ اس مسیح موعود کے نازل ہو رہے ہیں معہذا آپ کی قلب میں ایسی قسوت ہے کہ جو ظاہری حُسن ارادت منافقانہ رکھتے تھے اُسکو بھی کھویا اور ذَھَبَ اللّٰہُ بِنُورِھِمْ وَتَرَکَھُمْ فِی ظُلُمَاتٍ لَّا یُبْصِرُوْنَ کے مصداق بن گئے اور نہم الہام تیسرے کا تو بہت ہی ظاہر ہے کیونکہ براھین احمدیہ میں آپ اس الہام کو تسلیم کرچکے تھے کہ فَحَانَ اَنْ تُعَانَ وَ تُعْرَفَ بَیْنَ النَّاسِ اس الہام کا مضمون اور ھَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّھْرِ لَمْ یَکُنْ شَیْئًا مَّذْکُوْرًا کا مفہوم متحد ہے اور واقعات بھی اس اتحاد پر کیسی شہادت بیّنہ دے رہے ہیں کہ ایک تو وہ وقت تھا کہ حضرت اقدس کو پنجاب کے لوگ بھی نہ جانتے تھے اور کوئی تذکرہ اور مذکور آنحضرت عم کا دنیا میں نہ تھا اب وہ وقت ہے کہ تمام بسیط الارض میں حضرت اقدس عم کا شہرہ ہو رہا ہے کوئی شہر اور مُلک دنیا میں ایسا نہیں ہے جو وہاں کے علما وغیرہم حضرت اقدس کو نہ جانتے ہوں لیکن آپکو بجز لاہور کے چند مخالفین کے اب تک اور کوئی بھی نہیں جانتا پس الہام نزل من الحقّ کے مصداق بھی حضرت اقدس کا ہی نزول ہے لا غیر۔ **الہام ہفتم** ابو داؤد کا حال بتلاؤ کو کلاں کا حال بتلاؤ۔ **اقول** اس الہام کی تفہیم میں بابو صاحب لکھتے ہیں کہ مراد ابو داؤد سے حضرت مرزا صاحب ہیں اور مراد کو کلاں سے مولوی عبد الکریم صاحب اور لفظ ابو کا الہام میں بابو صاحب واسطے قوت اور شدت کے فرماتے ہیں۔ چونکہ یہ تفہیم آپ کی موافق کتاب و سُنت کے ہے ہم اسکو تسلیم کرتے ہیں مگر آپ نے جو اس تفہیم میں غلطیاں کی ہیں اُن کا ازالہ کیا جاتا ہے حضرت اقدس عم کو حضرت داؤد کے ساتھ بہت مناسبتیں ہیں اول تو یہ ہے کہ حضرت اقدسؑ پر اللہ تعالیٰ کے بڑے بڑے فضل دینی و دنیوی ہو رہے ہیں جیساکہ حضرت داؤد پر تھے کما قال تعالیٰ وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا یَا جِبَالُ اَوِّبِیْ مَعَہٗ وَالطَّیْرَ وَاَلَنَّا لَہُ الْحَدِیْدَ اَنِ اعْمَلْ سَابِغَاتٍ وَّقَدِّرْ فِی السَّرْدِ

واعملوا صالحا انی بما تعملون بصیر۔ ایضًا اعملوا آل داؤد شکرا و قلیل من عبادی الشکور۔ ثانیًا مناسبت یہ ہے کہ حضرت داؤد اپنی خلافت اور سلطنت میں جو تبلیغ اوامر الٰہی کرسکتے تھے مسیح موعود اس زمانہ بر امن میں تمام اقطار دنیا میں تبلیغ اسلام اُن سے بھی زیادہ کررہے ہیں اور جو لوہے کی کلیں مطبع وغیرہ کی اب طیار ہوگئی ہیں وہ حضرت داؤد اور سلیمان کے وقت میں بھی موجود نہ تھیں پہاڑی اور کابلی بھی جو نہایت درجہ سخت اور غلیظ القلب تھے وہ بھی کھچے ہوئے چلے آتے ہیں اور تقدیس و تسبیح الٰہی اور شرک نے الصفات سے توبہ یہاں آکر کررہے ہیں اور اسقدر ذرائع پیدا ہوگئے ہیں کہ جلد تر تبلیغ اسلام و توحید کی تمام دنیا میں بذریعہ چھاپہ خانہ اور ڈاک خانہ اور تار اور ریلوے کے حضرت اقدس کے ذریعہ ہی ہوتی جاتی ہے کہ گویا غدوھا شھر و رواحھا شھر کا مصداق معلوم ہوتا ہے حتی کہ یورپ تک کے سعید پرند بھی جیساکہ حضرت اقدس کا مکاشفہ تھا شکار اسلام ہونے والے ہیں کیونکہ اب بذریعہ میگزین انگریزی کے دعوت اسلام یورپ اور امریکہ وغیرہ میں قریب تر پہونچنے والی ہے لیکن بابو صاحب نے جو زن اوریا کے قصہ کے ساتھ حضرت اقدس کے قصہ الہام نکاح کیساتھ تشبیہ دی ہے وہ بالکل غلط اور قیاس مع الفارق ہے کیونکہ زن اوریا کا قصہ جیساکہ مشہور ہے اُسکو خود بابو صاحب نے غلط قرار دیا ہے پھر جب وہ قصہ ہی غلط ہے تو حضرت اقدس کی نسبت بھی جو امور بابت اس نکاح کے جو ایک نشان الٰہی ہے منسوب کیے جاتے ہیں وہ بھی غلط ہیں پھر یہ گذارش ہے کہ نکاح حضرت داؤد کا زن اوریا کے ساتھ متحدبانہ نہ تھیں بخلاف ما نحن فیہ کے جو بطور نشان آسمانی کے یہ نکاح متحدبانہ ہونے والا ہے جیساکہ اشتہاروں سے ظاہر ہے جو حقیت اسلام اور دین احمدیہ کے لیے ایک بینہ اور حجت بالغہ ہوگا انشاء اللہ تعالے پھر حضرت داؤد کے اس نکاح کی خبر کسی پہلے نبی کی پیشین گوئی میں موجود نہ تھی بخلاف حضرت اقدس کے اس نکاح کے کہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں اس نکاح کی خبر بطور پیشین گوئی کے موجود ہے دیکھو بارہ حدیث یتزوج و یولد لہ کو پس حضرت اقدس جو اس نکاح پر مُصر ہیں وہ تو محض تحمی بنا بر حقیت اسلام ہی ہے جو بطور نشان الٰہی کے واقع ہوگا پس کجا یہ نکاح اور کجا حضرت داؤد کا نکاح زن اوریا سے ؎ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا + اور بابو صاحب نے جو لفظ الیہ کا واسطے نون اور شدت کے لکھا ہے اُسکا مفہوم پورے طور پر حضرت اقدس میں صادق رہا والحمد للہ اور چونکہ حضرت داؤد کی نسبت خوش آوازی بھی مشہور ہے لہذا اللہ تعالی نے حضرت اقدس کو ایک شخص اصحاب میں سے خوش تقریر اور خوش آواز بھی عنایت فرمایا جس کا

مصداق خود بابو صاحب، مولوی عبدالکریم صاحب کو قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کوکلا ایک بلند آواز خوش گلو خاکی رنگ کی جسیم اپست قد چڑیا کا نام ہے جسکا آواز بہت خوش ہوتا ہے اور خوش آوازی سے قرآن مجید کی تلاوت کرنا اللہ تعالے کی ایک بڑی نعمت ہے چنانچہ صحیح بخاری میں موجود ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری ایک رات قرآن مجید پڑھ رہے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قراءت کا آواز سُنکر کھڑے ہو گئے اور سُنتے رہے اور انکی نسبت ارشاد فرمایا کہ داؤد کی خوش آوازیوں میں سے خوش آوازی اسکو ملی ہے اور حدیث میں موجود ہے کہ من لم یتغن بالقرآن فلیس منا پس بدیں لحاظ حضرت اقدس کے صحابہ کا خوش آواز مثل کوکلا ان کے ہونا بھی ضروری تھا تاکہ مثا بہت پوری ہو جاوے لیکن یہ آپکی بڑی غلطی ہے جو سمجھتے ہو کہ خوش آوازی مولوی عبدالکریم صاحب کی مثل کوکلان خوشش آوازے کے زبانی ہی زبانی ہے اور باطنی مذاق روحانیت اخلاص و معرفت اُنس و محبت سے مثل کوکلان کے معرا ہیں۔ کیونکہ مولوی صاحب ممدوح تو حقائق اور معارف قرآن مجید کے خوش آوازی کے ساتھ وہ بیان کرتے ہیں جو سامعین کے قلوب میں انتہا درجہ کا اثر کرتے ہیں گویا مدارج کمال عرفان پر ایسے ترقی کرتے ہیں جو بمنزلہ پروانے کے ہوتی ہے اور یہ سب پرتو اسی داؤد وقت کا ہے جس نے کہا ہے کہ ؎ در سنگ می کند اثر ایں منطقم مگر ✣ بے بہرہ ایں کساں ز کلام مؤثرم الہام ہشتم خوانا اثیما کے پورے طور پر آپ مصداق ہیں کیونکہ مدت تک آپ نے ظاہر میں تو دیانت جتلائی اور واقع میں خیانت کرتے رہے حتیٰ کہ اپنے الہام مردوا علی النفاق کے مصداق ہو گئے الہام نہم من کان فی ھذہٖ اعمیٰ فھو فی الاخرۃ اعمیٰ و اضل سبیلا بابو صاحب کو اس الہام نہم میں یہ اضطراب پیدا ہوا کہ یہ الہام شاید میرے ہی واسطے ہے اور ضرور بالضرور مصداق اس کے بابو صاحب ہی ہیں جیسا کہ ہم بیان کرتے ہیں یہ تو ظاہر ہے کہ بابو صاحب کے لیے مخبر صادق کی پیشین گوئی میں کسی جگہ پر سام موعود موجود نہیں تھا اور جب تک کسی الہام کے لیے کوئی شاہد اوپر پہلے سے موجود نہ ہو وہ الہام خود بابو صاحب کے نزدیک بھی ظنی اور شکی ہے اور نہ بابو صاحب کا دعویٰ مہدویت و مسیحائی کا ہے پس ثابت ہوا الہام بابو صاحب کا کہ سلام ملک بموجب حدیث کے اسی مسیح کے لیے ہے اور الہام تغلبون بابو صاحب کا بھی حضرت اقدس کے لیے ہی ہے کیونکہ مامور من اللہ ہونا حضرت اقدس کا شہادات ارضی و سماوی سے ثابت ہو چکا اور اللہ تعالے کا وعدہ حتمی ہے کہ کتب اللہ لاغلبن انا و رسلی پس الہام تغلبون سے بابو صاحب کو یاد دلایا گیا ہے وہی وعدہ حتمی مذکورہ پر مبنیٰ چونکہ بابو صاحب نے نہ اُن نشانات پر نظر کی جو حضرت اقدس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے ظاہر

فرماتے ہیں اور نہ اُن نشانات پر نظر کی جو حضرت اقدس کے ہاتھ پر جن کی بارش آسمان سے ہو رہی ہے اور زمین نے طرح طرح سے اُس کے لیے شہادات دیں اور نہ اُن نصوص پر نظر کی جو قرآن مجید میں اس مسیح موعود کی تصدیق کر رہی ہیں اور نہ نصوص حدیثیہ پر غور کی اور جو دلائل عقلیہ اس مجدد عظیم الشان کا ثبوت دے رہی ہیں نہ اُنکی طرف ذرہ بھر غور کی اندھا دھند حضرت عیسیٰ کو بجسدہ العنصری آسمان پر اعتقاد کر رہے ہیں اور صفات الوہیت الاٰن کما کان وغیرہ کو حضرت عیسیٰ کے لیے ثابت کر رہے ہیں ونعوذ باللہ منہ لہٰذا الہام من کان فی ھذہ اعمیٰ فھو فی الاخرۃ اعمیٰ کے پورے پورے مصداق آپ ہی ہوے نہ حضرت اقدس کہ وہ تو مصداق اس آیت کے ہیں أتقتلون رجلا یقول ربی اللہ وقد جاءکم بالبینات وان یک کاذبا فعلیہ کذبہ وان یک صادقا یصبکم بعض الذی یعدکم ان اللہ لا یھدی من ھو مسرف کذاب الہام دہم فاصدع بما تؤمر واللہ ذو الفضل العظیم لقد اٰثرک اللہ بار بار اقول یہ الہام آپکو حضرت اقدس کی تصدیق کے لیے یاد دلائے گئے ہیں ورنہ بتلائے آپ نے کس مسئلہ کی تجدید کی ہے آپ تو اُسی خیال و قیانوسی حیات مسیح کو جو تمام لوگوں کا خیال ہے پیش کر رہے ہیں فاصدع بما تؤمر اُسپر کیونکر صادق آسکتا ہے اور چونکہ واللہ ذو الفضل العظیم آیت واٰخرین منھم کے آخر میں آیا ہے وہ بھی اسی امر کی تذکیر کر رہا ہے کہ اس رجل فارسی الاصل کو جو اللہ تعالے نے مدارج مجددیت و مہدویت و مسیحائی عنایت فرمائے ہیں جیسا کہ پہلے مخبر صادق حدیث متفق علیہ کے بموجب خبر دے چکے تھے یہ سب مقتضا و اٰللہ ذو الفضل العظیم کا ہے اور سوائے اس صدی کے مجدد کے جس کے ہونے کو حدیث صحیح قطع واجب کیطور پر ثابت کر رہی ہے اور کون شخص الہام لقد اٰثرک اللہ کا مصداق ہو سکتا ہے اور اسی لیے آپ کو بار بار آگاہ کیا جاتا ہے۔ الہام یازدہم ۱۵ اکتوبر ہفتہ انی مھین من اراد اھانتک اقول بابو صاحب کو اس امر کا تو علم یقینی حاصل ہے کہ مدت مدید سے حضرت اقدس کو یہ الہام ہوتا ہے کہ انی مھین من اراد اھانتک لیکن بابو صاحب کو جو الہام ہوا اُسمیں حرف لام مَن کے اوپر داخل ہے جو خلاف محاورہ عرب کے ہے اب تحقیق طلب یہ امر ہے کہ لام کے داخل ہونے کے لفظ مَن پر کونسی ضرورت داعی ہوئی ہے کیونکہ محاورہ صحیحہ عربیہ میں اَھَانَ کا مفعول بغیر حرف لام کے مستعمل ہوتا ہے کتب لغات عرب بھی اسی کی شہادت دے رہی ہیں قطر المحیط وغیرہ میں لکھا ہے ھانَ فلان الشیٔ اھانہ اور کلام مجید میں بھی اَھَانَ بغیر صلہ لام کے ہی آیا ہے کما قال تعالیٰ فیقول ربی اھانن اور احادیث میں بھی بدون صلہ

لام کے ہی وارد ہوا ہے السلطان ظل اللہ من اھانہ فقد اھانہ اللہ بدیں وجوہ صلہ لام
کا داخل ہونا محض غلط اور خلاف محاورہ ہے ہاں کسی غرض صحیح کے واسطے دخول لام کا بھی ہوسکتا ہے
اور وہ غرض یہی ہے کہ حرف لام اکثر واسطے انتفاع کے آتا ہے ترجمہ الہام کا یہ ہوا کہ اے بابو الٰہی
بخش میں تیری اہانت کرنے والا ہوں واسطے نفع اُس شخص کے (یعنی حضرت اقدس کے) جو تیری
اہانت کا ارادہ بذریعہ آیات الرحمن کے کررہا ہے پس اصل عبارت الہام کی یوں ہوئی کہ انی
مھینك لمن اراد اھانتك اور چونکہ فضلہ کا حذف حسب قواعد نحو کے جائز ہے لہذا
کاف خطاب جس سے مراد بابو صاحب ہیں اُسکو فضلہ قرار دیکر حذف کیا گیا گویا اس الہام میں
اللہ تعالےٰ کا عتاب بابو صاحب پر اسقدر ہے کہ بار بار بابو صاحب کو مخاطب کرنا بھی اللہ تعالےٰ
کو منظور نہیں ہے لہذا بابو صاحب کو فضلہ قرار دیکر حذف کردیا گیا جسکا حذف بقواعد نحویہ درست
ہے خلاصہ یہ کہ اگر آپ اس الہام کو منجانب اللہ صحیح مانتے ہیں تو آپ کو ان معنی کا تسلیم کرنا ضروری ہے
ورنہ یہ آپ کا الہام غلط ہوا جاتا ہے اور منجانب اللہ نہیں رہتا بلکہ ایحاء شیطانی ہوا جاتا ہے جو
قابل رد و نسخ کے ہے اور حضرت اقدس کا الہام جو بدون لام کے ہے وہی صحیح اور منجانب اللہ
رہتا ہے کیونکہ محاورات عربیہ کے موافق ہے اور اسی کی شہادت واقعات کثیرہ سماوی وارضی
نے بھی دیدی ہے اور واقعات کا رد کوئی کرنہیں سکتا فینسخ اللہ ما یلقی الشیطن ثم یحکم
اللہ ایاتہ الہام دوازدہم فسیکفیکھم اللہ ان اللہ بہ علیم۔ قل کل یعمل
علی شاکلتہ فربك اعلم بمن ھو اھدی سبیلا۔ اڑجائیگی۔ اقول ظاہر ہے کہ حضرت
اقدس تو واسطے اعلاء کلمۃ اللہ کے تمام مخالفین اسلام دنیا کا مقابلہ کررہے ہیں اور ایک جہان انکا
مخالف ہے چنانچہ آپ بھی اس کے مقر تا وقت تصنیف عصا تھے اور آپ نے تو کسی مخالف
اسلام کا مقابلہ آجتک نہیں کیا پس اس جملہ الہام کے مصداق آپ کیونکر بغیر ضرورت ہوسکتے ہیں
اس کا مصداق تو وہی مجدد مسلم آپ کا ہوسکتا ہے جس کے دشمن اور مخالف تمام اسلام کے
مخالفین ہوگئے لاغیر اور جملہ دوم بھی آپ کی تنبیہ کے لیے وارد ہوا ہے اور آپ نے جو بہ تقاضائے
صفات سبعیہ و غضبیہ کے جو آپ کی جبلت میں داخل ہیں اس ماموریت من اللہ سے انحراف کیا ہے لہذا
حصہ سوم الہام کا زجراً آپ کے لیے فرمایا گیا ہے چنانچہ ایک قرینہ لفظ اھدیٰ کا بھی اسی پر
دال ہے کیونکہ مہدی معہود کا ہدایت یافتہ منجانب اللہ ہونا ضروری ہے لہذا لفظ اھدیٰ سے
اُسکی طرف اشارہ کیا گیا اور صیغہ خطاب اس لیے لایا گیا ہے کہ اس قسم کے الہام بمخاطبۂ مہدی
موعود ہم کو پہنچے ہیں جنکو تم بھی تسلیم کرچکے تھی لہذا تم اُن سے تنبیہ حاصل کرو اور اسطرح کے خطابات
اللہ تعالےٰ کیطرف سے قرآن مجید میں اکثر موجود ہیں مثلاً ایاك نعبد و ایاك نستعین کہ یہ کلام

تو اللہ تعالیٰ کا ہے لیکن بندوں کی طرف سے ارشاد فرمایا گیا ہے کہ یوں کہو۔ اور آپ کا الہام
اُڑ جائیگی بھی پورا ہو گیا کہ آیات الرحمٰن نے اُسکو اُڑا دیا اور تمام عزت آپکے عصا کی اُڑ گئی اور
ذلیل ہو گئی والحمد للہ الہام سیزدہم۔ زبان خلق کو نقارۂ خدا سمجھو قابل غور ہے۔
اقول جب ایسا غور کرنے سے معلوم ہوا کہ اگر اس الہام کے یہ معنی ہیں کہ تمام انسانوں کی زبان نقارۂ
خدا ہے تو یہ معنی غلط محض ہیں قال اللہ تعالیٰ وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک
عن سبیل اللہ وغیر ذلک من الآیات الکثیرۃ لہٰذا اس الہام کی مراد اگر اسکو الہام
مانا جاوے یہ ہوگی کہ زبان خلق ان نشانوں ارضی و سماوی کی زبان حال کو قرار دیا جاوے
جو کسی مامور من اللہ کی تصدیق کے لیے واقع ہوں اور وہی نقارہ خدا ہو سکتی ہیں کیونکہ خدا
تعالیٰ کے نقارہ کے لیے ضروری ہے کہ آواز اُس کی تمام دنیا سُن لے جیسا کہ کسوف اور خسوف
کا اجتماع بماہ رمضان المبارک ہوا کہ تمام خلق کو اس نقارہ کی آواز پہونچ گئی یا مثلاً ریلوے
کا اجرا ہے کہ اُس کا نظارہ بھی تمام خلق عرب و عجم نے مشاہدہ کر لیا ہاں البتہ زبان خلق سے
یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ قبل بعثت اُس مبعوث من اللہ کے تمام عوام اور خواص سے یہی آواز
آرہی تھی کہ صدی چہار دہم مہدی اور مسیح موعود کا زمانہ بعثت ضرور ہے گویا عالم مثال
میں مہدی موعود کے لیے نفخ صور ہو چکا تھا تب ہی تو خیالات عوام و خواص کے اسطرف
متوجہ ہو گئے تھے پس یہ ہی زبان خلق ہو سکتی ہے جو نقارہ خدا ہے لیکن وہ زبان اکثر خلق
کی جو بعد بعثت مامور من اللہ کے واقع ہوتی ہے وہ نقارہ خدا نہیں ہو سکتی کیونکہ سنۃ اللہ
یوں ہی جاری ہے کہ جو غلغلہ اور شور انتظار کا قبل بعثت کے کسی مامور کے واقع ہوا کرتا ہے
وہ بعد آنے مبعوث من اللہ کے منقلب ہو جاتا ہے کما قال تعالیٰ افکلما جاءکم رسول
بما لا تہوی انفسکم استکبرتم ففریقا کذبتم وفریقا تقتلون الی قولہ تعالیٰ
وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہ فلعنۃ
اللہ علی الکفرین ایضًا قال تعالیٰ لم یکن الذین کفروا من اہل الکتب و
المشرکین منفکین حتی تاتیہم البینۃ اس سورہ میں دو بینوں کا ذکر فرمایا گیا ہے ایک
بینہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنکی صفت ہے رسول من اللہ یتلوا صحفا مطہرۃ
فیہا کتب قیمۃ اور دوسرا بینہ حضرت عیسیٰ نبی اسرائیلی ہیں جنکی نسبت فرمایا گیا کہ وما تفرق
الذین اوتوا الکتاب الا من بعد ما جاءتہم البینۃ وما امروا الا لیعبدوا
اللہ مخلصین لہ الدین حنفاء ویقیموا الصلوۃ ویؤتوا الزکوۃ وذلک دین
القیمۃ اس دوسرے بینہ مندرجہ آیت سے مراد حضرت عیسیٰ ہی ہیں کیونکہ تفرقہ اور اختلاف

صرف اہل کتاب کا مخصوص حضرت عیسیٰ کے ہی ساتھ ہے مشرکین عرب وہاں کہاں تھے یہی وجہ
اس جگہ پر ذکر مشرکین عرب کا نہیں کیا گیا اور چونکہ حضرت عیسیٰ متبع شریعت موسوی کے تھے اور
شارع جدید نہیں تھے لہذا اہل کتاب پر یہ حجت قائم کی جاتی ہے کہ سوا، خالص عبادت اور
توحید اور اقامت صلوٰۃ اور ایتا، زکوٰۃ کے جو شریعت موسوی میں مامور بہا تھا اور کوئی نیا
حکم حضرت عیسیٰ نے جاری نہیں کیا تھا تاہم اہل کتاب مختلف اور متفرق ہو گئے کسی نے
تصدیق کی اور اکثر نے تکذیب اس بینہ کا ذکر اللہ تعالےٰ نے بطرز ایک لطیف پیشین گوئی
کے اسواسطے فرمایا ہے کہ ایک بینہ مثل عیسیٰ اس اُمت میں بھی آنے والا تھا جسکی صفات
بھی مندرجہ آیت وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ الی آخر آیت
ہونگی اور مسلمان باوجودیکہ قرآن کو مانتے ہیں تو بھی متفرق اور مختلف ہو جاوینگے جیسا کہ اہلکتاب
حضرت عیسیٰ کی تصدیق میں متفرق ہو گئے باوجودیکہ کتب توراۃ اُنکے پاس موجود تھی اور اُسی
کے قائم کرنیکے واسطے حضرت عیسیٰ مبعوث ہوئے تھے علیٰ ہذا القیاس وہ مثیل مسیح اُنہیں احکام
مندرجہ قرآن مجید کا جاری کرنے والا اور اُس شرک فی الصفات وغیرہ کا قلع قمع کرنے والا ہوگا
جو مسلمان بھی حضرت عیسیٰ کی نسبت خیال کرتے ہونگے اور علما بھی اُس کے دشمن ہو جاوینگے
جو بموجب حدیث کے شر من تحت السماء ہوویں گے کما قال تعٰ اولئك هم شر البرية
پس اس بینہ ثانی سے مراد حضرت عیسیٰ ہی ہیں کیونکہ اکثر قرآن مجید میں اور نیز احادیث میں دو
سلسلوں کا ذکر ضرور آیا ہے دیکھو سورہ جمعہ کی آیت وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ
کو اور دیکھو هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ ودین الحق کو ساتھ تتمہ آیت لیظهره
علی الدین كله کے جسکو مفسرین مسیح موعود کے زمانہ کے لیے خاص کرتے ہیں اور
دیکھو آیت استخلاف میں لفظ كَمَا کو جو چودھویں صدی میں مثیل مسیح کی خلافت پر دلالت کرتا ہے
کیونکہ حضرت عیسیٰ حضرت موسیٰ سے چودھویں صدی میں مبعوث ہوئے تھے پس مسیح محمدی
کا بھی چودھویں صدی میں ہونا برعایت لفظ كَمَا کے ضروری ہوا وغیرہ ذلک من الآیات الکثیرہ
اور دیکھو حدیث کیف تھلك امة انا فی اولها والمسیح بن مریم فی اخرها کو غرضکہ بلاغت
اور فصاحت قرآن مجید کی بھی مقتضی اسی امر کی ہے کہ دوسری بینہ مندرجہ سورہ سے مراد حضرت عیسیٰ
ہی ہوں ورنہ تکرار بے سود لازم آتا ہے اور قضیۃ التاسیس خیر من التاکید تمام علما اہل معانی
و بیان کا مسئلہ ہے الحاصل زبان خلق سے وہ زبان مکذبین مراد نہیں ہو سکتی جو بعد بعثت مامور
من اللہ کے ہوا کرتی ہے بلکہ وہی زبان خلق مراد ہے جو قبل بعثت کے ہوتی ہے جیسا کہ سورہ بینہ
اور دیگر آیات سے ثابت ہوا۔ هو المدعا فينسخ الله ما يلقي الشيطان ثم يحكم الله اياته

الہام چہاردہم اللّٰھمّ افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین۔ یارب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجوراً۔ اقول اس الہام میں تمکو اور سب مخالفین کو تاکید ہے کہ اس مسئلہ متنازعہ فیہا وفات وغیرہ کا فیصلہ قرآن مجید سے کرو اور اپنے خیالات فاسدہ یا روایات ضعیفہ وموضوعہ مخالفہ قرآن مجید کو ترک کرو کیونکہ خیر الفاتحین سواء حق تعالیٰ اور اُس کے کلام پاک کے اور کوئی نہیں ہو سکتا ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شکایت موجود ہے کہ یارب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجوراً الہام پانزدہم قل لو کنتم تملکون خزائن رحمة ربی اذا لامسکتم خشیة الانفاق۔ کان الانسان قتورا۔ اقول واسطے زجر و توبیخ کے آپ کے بخل و امساک کے سبب وارد ہوا ہے۔ اور دوسرا حملہ اس تعجیل و تکذیب کے رد میں فرمایا گیا ہے جو آپنے بعوض تصدیق کے خریدی ہے باوجودیکہ حضرت اقدس نے حسب الارشاد وسابقوا الی مغفرة من ربکم کے اس تکذیب کے گڑھے سے بچنے کے لیے ضرورة الامام تحریر فرمائی مگر آپ کو استقامت نصیب نہ ہوئی باوجودیکہ الہام فاستقم کما اُمرت بھی بار بار تاکیداً آپکو ہوا الہام شانزدہم الربّ البنات ولکم البنون۔ مالکم کیف تحکمون اقول جب کہ خود آپ ہی اپنے الہاموں کو مجموعہ شکوک اور ذخیرہ ظنیات کا حسب اقرار خود قرار دیتے ہیں پھر حضرت اقدس کے الہاموں کے ساتھ اُن کا موازنہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اُنکی حقیت کے لیے تو شواہد ارضی و سماوی موجود ہیں اور کتاب وسنتہ صحیحہ اُس کی مؤید ہیں پس یہ الہام بھی آپ کی توبیخ کے لیے وارد ہوئے ہیں کہ کیا ہو گیا ہے تمکو کہ اپنے ذخیرہ ظنیات کو الہامات حضرت اقدس کے ساتھ جنکا ثبوت شواہد اور بینات سے ہو چکا ہے مساوی کرتے ہو اور کیسے خلاف عقل و نقل حکم دیتے ہو۔ الہام ہفدہم اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون یہ الہام آپ کے رفع استبعاد کے لیے ہوا ہے کہ حضرت اقدس کا مسیح موعود ہونا مستبعد خیال کرتے ہو اور حدیث صحیح میں بھی اس تمھارے استبعاد کیطرف اشارہ فرمایا گیا ہے کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم الحدیث الہام نوزدہم رجزا من السماء علی القریة التی کانت حاضرة یہ الہام بابو صاحب کا ایسا مبہم اور مہمل ہے کہ جس پہلو سے بابو صاحب چاہیں گے اُسکو سچا اور پورا کر لیوینگے جسطرح ہندوستان میں اکثر بڑے اپنے کلمات مہملات کو ہر طرح سے سچا کر لیتے ہیں اور اگر اس الہام سے آپ کا اشارہ طرف قادیان کے ہے تو سرتاپا غلط ہے کیونکہ قادیان کی نسبت حضرت اقدس کو یہ الہام ہو چکا ہے کہ انه اوی القریة اور یہ حضرت اقدس کا الہام ذو الوجوہ بھی نہیں اپنے معنی میں محکم ہے کیونکہ معرفت بالام عہد ہے اور آپ کا الہام اگر اُسکو الہام تسلیم کیا جاوے ذو الوجوہ ہے یعنی رجزا کسی فعل محذوف غیر معلوم کا مفعول بہ واقع ہوا ہے پس یہ الہام ذو الوجوہ اور متشابہ ہوا جس کا رد کرنا طرف محکم کے واجب ہے لہذا عاقل اور فعل رجزا کا دوسرا

ترسل ہویتی وما نرسل رجزا من السماء علی القریۃ التی کانت حاضرۃ اور واقعات بھی اس معنی کی شہادت دے رہے ہیں کہ اکثر پنجاب کے حصوں میں طاعون پھوٹ پڑا لیکن قادیان کو اللہ تعالیٰ نے سطر جلی سنتناً طاعون اور اُس کے قانون سے محفوظ رکھا اور رکھے گا انشاء اللہ تعالیٰ الہام بست و ہشتم یا ایہا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک یہ الہام آپ کی تذکیر کے لیے ہوا ہے آپ جو اس جماعت اقل قلیل تھی معہٗ اللہ تعالیٰ کی وہ نصرتیں اُس کے شامل حال ہوئیں جو خارق عادت تھیں پس چونکہ جماعت مسیح موعود کی اگرچہ اقل قلیل ہے لیکن اللہ تعالیٰ کیطرف سے اسکو وہ نصرتیں پہونچیں گی جو اعجاز کا رنگ اپنے میں ہوگا چنانچہ واقعات نفس الامری بھی آج کی شہادت دے رہے ہیں اور آپ کے ساتھ تو پہلے ہی سے تمام مخالفین منتفق ہیں اور کوئی ترقی جدید نہیں ہوئی ❀ بخلاف یہاں کے کہ روزافزوں سلسلہ احمدیہ کی ترقی ہوتی چلی جاتی ہے پس یہ الہام اگر آپ کے حق میں ہے تو غلط ہوا جاتا ہے لیکن اگر حضرت اقدس کے لیے قرار دیا جائے تو پورا ہو گیا ہے اور پورا ہوتا چلا جاتا ہے اور آپ کو جو بصیغہ خطاب مخاطب کیا گیا ہے وہ اسواسطے یاد دہانی کے ہے یعنی قل للمسیح الموعود آہ الہام بست و نہم قد نری تقلب وجہک فی السماء اقول آپ کی نظر تو کبھی آسمان کیطرف جاتی ہی نہیں اور حساب ارضیات ہی میں گرفتار ہو پھر فرمایئے کہ اس الہام کے مصداق آپ کیونکر ہو سکتے ہیں اس الہام کا مصداق تو وہی شخص ہو سکتا ہے جو انا اخلصناہم بخالصۃ ذکری الدار کا مصداق ہو چنانچہ حضرت اقدس کا یہ الہام جو ۲۵ یا ۲۶ برس کا مشہور ہے الیس اللہ بکاف عبدہ جسکو عاجز نے سب سے پہلے اعلام الناس کے اول حصہ میں درج پر لکھا تھا کہ بحساب الیس اللہ بکاف عبدہ مرزا غلام احمد مسیح وقت و ہدایٰ ہم ۱۳۰۲ھ برسر این صدی پس یہ الہام بھی آپ کی تذکیر کے لیے واقع ہوا ہے اور قصہ تقلب وجہ آنحضرت یاد دلایا گیا ہے یعنی خیالات فیج اعوج جو درباره حیات ونزول مسیح اسرائیلی ہیں اُس کے رد اور پلٹنے کیلیے جو مسیح موعود دعائیں کر رہا ہے ہم اسکو دیکھ رہے ہیں اور ضرور بالضرور اس مسئلہ فیج اعوج کو ہم پلٹ دیویں گے یعنی وفات مسیح واضح ہو جاوے گی الہام سیت و دوم انا آتیناک سبعاً من المثانی والقرآن العظیم۔ رب زدنی علماً۔ معرفت تامہ۔ ناظرین پر واضح ہوگا کہ بابو صاحب نے کوئی تفسیر رسمی طور پر بھی سورۂ فاتحہ کی آجتک تحریر نہیں فرمائی پس اس الہام کے مصداق بابو صاحب تو ہرگز نہیں ہو سکتے لیکن حضرت اقدس نے ایک تفسیر تو سورہ فاتحہ کی ایسی پر معارف و حقائق تصنیف فرمائی جو تمام مخالفین اسلام پر اتمام حجت ہے اور وہ براہین احمدیہ میں درج ہے اور دوسری تفسیر متعدد بار تمام مخالفین دنیا پر اتمام حجت کے لیے کرامات الصادقین شائع کی ہے اور مخالفین اُس کے جواب سے بہیبت اللہ ساکت ہیں اور تیسری تفسیر اعجاز ی زبان عربی مع ترجمہ فارسی و اردو تصنیف فرمائی ہے جسمیں حجج بینہ سے ثابت کیا ہے کہ عیسیٰ بن مریم وفات پا چکے اور مسیح موعود و مہدی معہود

اور قلیل تھی کہ ان کی نظر حقارت سے دیکھی جاتی تھی لیکن آپ کو یہ آیت یاد دلائی گئی کہ یاد کرو وہ وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ... آپ کی جماعت بہت

میں ہی ہوں اور جو لوگ صراط مستقیم احمدیہ سے منحرف ہیں وہی مغضوب علیہم ہیں داخل ہیں لیکن صفحہ
ہٰذہ ان ہرسہ تفاسیر کو اگر دیکھو گے تب کالشمس فی نصف النہار واضح ہو جاوے گا کہ یہ الہام حضرت
اقدس کے لیے ہی ہے ہاں جو شخص حضرت اقدس کو تصدیق و تسلیم کرے اُس کے لیے بھی طفیلی طور پر
مضمون اس الہام کا صادق آسکتا ہے اور اس خطاب کا مخاطب وہ بھی ہو سکتا ہے کیونکہ جو
برکات اور فیوض امام وقت پر نازل ہوتے ہیں اُسمیں متبعین بھی اُس کے شامل ہو جاتے ہیں جیسا
کہ بذریعہ آنحضرت صلعم تمام صحابہ کرام اُن نعمتوں میں شریک ہوئے جو آنحضرتؐ کے واسطے انعام
ہوئی تھیں کما قال تعالےٰ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت
لکم الاسلام دینا۔ وغیرہ ذلک من الآیات الکثیرۃ. پس ثابت ہوا کہ رب زدنی علماً
اور معرفت تامہ کے حاصل کرنے کی آپ کو تاکید کی گئی ہے کہ یہی وہ وقت ہے کہ اس امام وقت کا
اتباع حاصل کر کر سبع مثانی کے برکات اور فیوض کو حاصل کرو ۔ ہر کس ہست اہل بشارت کہ اشارت
داند ۔ نکتہ ہا ہست بسے محرم اسرار کجاست ✢ الہام بست و سوم نزل من السماء
ماھو شفاء ورحمۃ للعلمین ولا یزید الظلمین الا تباراً اقول یہ تو ظاہر ہے
کہ اس صدی میں یا بو صاحب یا اور کسی صاحب نے دعوی مجددیت و مہدویت ایسا نہیں کیا
جسکا ثبوت شہادات آسمانی وارضی نے بھی دیا ہو اور اپنے اُس فرض منصب کو یعنی تجدید دین
اُمت جس کے زمانہ میں ضرورت ہے اُس نے ادا کیا ہو بلکہ بابو صاحب اور اُن کے ہم مشرب تو اسی
پُرانے غلط خیال پر مصر ہیں پھر دریافت طلب یہ امر ہے کہ وہ کونسی جدید بات آسمان سے نازل
ہوئی ہے جس کے لیے فرمایا گیا کہ نزل من السماء ما ھو شفاء ورحمۃ للعلمین ہر ایک
اہل عقل با انصاف بطور قطع واجب کے یہی کہے گا کہ وہ شفا اور رحمۃ جو اس وقت میں اللہ تعالےٰ
آسمان سے اُتار رہا ہے وہی الہامات تجدید ہیں جو ان مہدی معہود اور مسیح موعود پر نازل ہوتے
ہیں کہ کہیں گستاخ لیکھرام کے عذاب کیلیے الہام کہیں دیا تند سرستی کی موت کیلیے الہام وغیرہ وغیرہ اور
یہ وہی نور ہے جسکو آپ کے پیر مولوی عبد اللہ صاحب نے آسمان سے اُترتے ہوئے
قادیان کیطرف دیکھا تھا مرا یاد و ترا فراموش ہاں و لا یزید الظلمین الا تبارا کے مصداق وہ لوگ
ہی ہیں جو اس نور سے محروم ہیں ۔ اور لبئس ما قدمت یداہ ۔ لو سیرت بہ الجبال او
کلم بہ الموتی کے مصداق بھی وہی لوگ ہیں جو اس نور حق کے مقابلہ پر انکار میں ضد و ہٹ
کرنے والے ہیں الہام بست و چہارم من یعش عن ذکر الرحمن نقیض لہ قریناً
فساء قریناً یہ الہام واسطے زجر و توبیخ کے آپ کے لیے ہوا ہے کیونکہ نصوص قرآنیہ سے
بھی سلسلہ الٰہیہ کے مسائل سمجھائے گئے نصوص حدیثیہ بھی پیش کی گئیں اقوال آئمہ سے بھی تفہیم

کہا گیا وغیرہ وغیرہ لیکن مخالفین نے ان سب نصوص بینہ سے اعراض کیا اور کرتے ہیں پس سوائے مخالفین اس سلسلہ الٰہیہ کے اس آیت کا مصداق اور کون ہو سکتا ہے الہام لسبت و تفہیم ان اللہ ربی و ربکم فاعبدوہ ھذا صراط مستقیم۔ یہ آیت آپکی تنبیہ کے لیے ہے کہ حضرت عیسیٰ کے لیے جو صفات الوہیت مثل الآن کما کان اور بجسدہ العنصری آسمان پر بلا احتیاج اکل و شرب خالد و باقی ہونا وغیرہ وغیرہ ثابت کی جاتی ہیں وہ صراط مستقیم کے مخالف ہیں اور ان اللہ ربی و ربکم کے متضاد ہیں الہام لسبت و تشنیم قل اعوذ برب الناس الخ انی جاعلک للناس اماما قل رب اعوذ بک من ھمزات الشیاطین و اعوذ بک رب ان یحضرون۔ اقول انی جاعلک للناس اماما کے اول و آخر تعلیم اعوذ بھی تنبیہ کے لیے ہے کہ تمہارا خیال حصول امامت کے لیے محض وسوسہ شیطانی ہے کیونکہ اس زمانہ صدی چاردہم میں تم ایک مجدد عظیم الشان کو امام الکل گردان چکے ہو اسواسطے تم وسوسہ شیطانی سے پناہ مانگو۔ الہام لسبت و ہفتم تبارک الذی بیدہ القرآن مانثبت بہ فؤادک اقول آپ کو اس الہام سے یہ تذکیر کی گئی ہے کہ تمام فیج اعوج کا عقیدہ ثبت حیات عیسیٰ بن مریم کے قرآن مجید میں کہیں مذکور نہیں بلکہ نصوص قطعیہ قرآنیہ سے اسکی وفات ثابت ہوتی ہے لہذا بمقابلہ مخالفت اس تمام فیج اعوج کے ہم نصوص قرآنیہ الہامات سے اس مجدد کے دل کی تثبیت کرتے ہیں تمھارے دل کی تثبیت بھی اگر تم قرآن مجید سے تمسک کروگے تو ہم کرنے کو موجود ہیں۔ الہام لسبت و ہشتم یا ایھا النبی حسبک اللہ و من اتبعک من المؤمنین تفہیم اس کی اسی کتاب کے صفحہ ۱۱۷ میں لکھی گئی الہام لسبت و نہم یا عیسیٰ انی متوفیک و رافعک الی و جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیمۃ۔ انما توعدون لآت۔ ناظرین کو بابو صاحب کے تمام الہامات کے مطالعہ سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ اکثر الہامات وہی ہیں جو براہین وغیرہ میں حضرت اقدس کے الہامات شائع ہو چکے ہیں الا ماشاء اللہ چنانچہ یہ الہام بھی بعینہ مندرجہ براہین ہی ہے پس ہمارا یہ قول کہ بابو صاحب کی تذکیر اور یاد دہانی کے لیے فلاں فلاں الہام ہوا ہے کیسا قول نفس الامری اور واقعی ہے ورنہ بجز استراق السمع کے اور کیا تصور کیا جاوے اگر یہ بھی نہیں تو وجہ کیا ہے کہ بابو صاحب کو وہی الہام ہوں جو مندرجہ براہین وغیرہ ہیں مثلاً یہی الہام ہے جو مدت ۲۲ یا ۲۳ سال سے حضرت اقدس کو ہو رہا ہے اور قریب پچاس ہزار خواص و عوام کے حضرت اقدس کو عیسیٰ موعود مان بھی چکے اور خود بابو صاحب بھی اس الہام کو تسلیم کر چکے تھے اور بابو صاحب نہ عیسیٰ موعود ہونیکے مدعی ہیں اور نہ کسی شخص نے عوام میں سے بھی بابو صاحب کو عیسیٰ موعود مانا ہیں

واقعات بھی صریح شہادت دے رہے ہیں کہ اس قسم کے الہامات جو بابو صاحب کو ہوئے وہ
صرف واسطے تذکیر اور یاد دہانی کے ہوئے ہیں تاکہ بابو صاحب پر واسطے تصدیق اس مسیح موعود
کے اتمام حجت کیا جاوے یا بطور استراق السمع کے ہیں اور جملہ آخری انما نعدّ ون کالت
بھی دلیل صریح ہے اس ہمارے بیان کے ثبوت کے لیے کہ جس امر کا وعدہ دیا گیا تھا وہ واقع
ہوگیا اور ہوتا جاتا ہے پس ہر ایک اہل عقل منصف سمجھ سکتا ہے کہ یہ وعدہ کس کے لیے پورا ہو
آیا بابو صاحب کے لیے یا حضرت اقدس کے لیے پس خلاصہ یہ ہے کہ اکثر الہامات بابو صاحب کے
مثبت اور مؤید دعاوی حضرت اقدس کے لیے ہی ہیں ؎ عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد ٭ خمیر
مایہ دکان شیشہ گر سنگ ہست ۔ الہام سی ام ۔ **قولہ** ایک دن عاجز مغرب کے وقت بیٹھا
رہا تھا اور اپنی نسبت بدگمانی کی لہریں دل میں جوش زن تھیں حتیٰ کہ میں نے اپنے تئیں شیخ چلی
قرار دیا اس رات الہام ہوا ن والقلم وما یسطرون ما انت بنعمۃ ربک بمجنون
ان اللہ ھو الرزاق ذو القوۃ المتین ۔ فعال لما یرید **اقول** ای بابو صاحب آپ ضرور
بالضرور شیخ چلی ہی ہیں کیونکہ اس الہام میں اشارات مصرحہ آپ کے شیخ چلی ہونے پر ضرور
ہیں کیونکہ آپ کو اقرار ہے کہ آپ سلطان القلم نہیں اعلاء کلمۃ اللہ میں کوئی ایک سطر بھی آپ
نے نہیں لکھی ۔ محنت مزدوری مشقت دنیوی سے آپکو رزق ملتا ہے پس اس الہام میں اس شخص کی
طرف سے نفی مجنون ہونے کے لیے کی گئی ہے جو سلطان القلم ہے جس کے قلم کے آگے تمام مخالفین
اسلام و دین پیرو ان کے قلم ٹوٹ گئے اور وہ اعجازانہ قلم اس کے ہاتھ سے ظاہر ہوا جیسا کہ اس نے
کہا تھا ؎ صف دشمن کو کیا ہم نے بحجت پامال ٭ سیف کا کام قلم سے ہے دکھایا ہم نے
اور کیونکر نہ ہو کہ ظہور القلم مہدی موعود کے نشانات میں سے تھا اسی لیے اعلاء کلمۃ اللہ میں ہزار ہا
اشتہار اور رسائل لکھ چکا یورپ و امریکہ وغیرہ میں تبلیغ دین اسلام کر رہا کہ ماہوار ڈیڑھ دو ہزار روپیہ
کا خرچ تائید اسلام میں اس کے یہاں ہمیشہ ہوتا رہتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی شان رزاقی
اور ذو القوۃ المتین ہونا ثابت ہوتا ہے اور جملہ آخر بھی الہام کا اسی واسطے وارد ہوا ہے کہ
اللہ تعالیٰ ایسے خوارق کے صادر کرنے پر قادر ہے کیونکہ وہ فعال لما یرید ہے پس جبکہ
آپ سے بجز اسی مزدوری دنیوی کے کوئی کام اعلاء کلمۃ اللہ کا ہو ہی نہیں سکا تو پھر آپ اس
الہام کے مصداق کیونکر ہو سکتے ہیں ؎ تکیہ بر جائے بزرگاں نتواں زد بگزاف ٭ مگر اسباب
بزرگی ہمہ آمادہ کنی اس الہام میں کسقدر اشارات واسطے تصدیق اس مسیح موعود کے موجود ہیں
مگر افسوس کہ آپکو اتنا تنبہ بھی نہیں ہوتا کہ ؎ کلاہ خسروی و تاج شاہی ٭ بہر کل کے سزد حاشا وکلا
دفعہ نمبر ۱۸ ۔ ۱۹ کا جواب گذر چکا اور اسقدر اور واضح ہو کہ تفہیم الہام ذو الوجوہ کی وہی صحیح

ونظم ہ ع ہزار نکتہ باریک تر ز مو اینجاست ٭ نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

ہوسکتی ہے جو موافق کتاب اللہ و سنتہ صحیحہ کے ہو جیسا کہ ہم نے آپ کے الہامات ذوالوجوہ کی تفہیم موافق کتاب و سنتہ کے لکھدی اور جو آپ کی تفہیم ہے وہ تو محض متضاد کتاب اللہ و سنتہ صحیحہ کے ہے اندریں صورت یا آپ کا الہام غلط ہے اور اگر صحیح ہے تو آپ کی تفہیم غلط پس آپ کی تفہیم کو کیونکر کوئی متبع کتاب و سنتہ کا تسلیم کرسکتا ہے کیونکہ ہماری تفہیم صحیح کو ترک کرنا اور تفہیم مخالف کتاب و سنتہ کو تسلیم کرنا تلک اذا قسمۃ ضیزیٰ کا مصداق ہے ؎ الہام سی و یکم اللہ ولی الذین امنوا یخرجھم من الظلمٰت الی النور ذکرھم بایام اللہ - ودوا لو تدھن فیدھنون **اقول** ظاہر ہے کہ شرک کی برابر کوئی ظلمت نہیں اور توحید کے برابر کوئی نور نہیں پس جبکہ آپ حضرت عیسی کو صفات الوہیت میں شریک گردانتے ہیں کہ الان کما کان اور کھانے پینے کی انکو احتیاج نہیں وغیرہ وغیرہ پس یہ الہام اس جماعت احمدیہ کے لیے متعین ہے علاوہ بریں یہ کہ آپ نے کونسا اخراج جدید ظلمات سے طرف نور کے کیا ہے جو آپ اور آپ کے فیج اعوج کے لیے اس الہام کے ہونے کی ضرورت واقع ہوئی آپ کے تو وہی خیالات شرکیہ ہیں جو سابق سے چلے آتے ہیں بخلاف ہماری جماعت کے کہ تمام ظلمات شرک سے ہم مسیح موعود نے نکالکر نور کیطرف پہونچادیا اور اسی واسطے یہ الہام ذیل بھی مؤید اسی تفہیم کا ہے کہ ذکرھم بایام اللہ یعنی جسطرحپر اللہ تعالے کے مامورین ہمیشہ مامور ہوتے رہے ہیں اور اُن کی مخالفت میں ایک جہان کھڑا ہوگیا ہے لیکن بالآخر تمام مخالفین ان ایام اللہ میں ذلیل اور رسوا ہوتے رہے ہیں اور نصرت اور فتح شامل حال مامورین ہی کے ہوتی رہی ہے ان ایام اللہ میں بھی اسی طرحپر سنتہ اللہ جاری رہے گی ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا اور ودوا لو تدھن فیدھنون آپ کے اُن خیالات کا رد ہے جو اکثر مخالفین کیا کرتے ہیں کہ ہم مجدد مانتے ہیں اور مقدس بھی تسلیم کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ اور سلطان القلم بھی لیکن دعوی مسیحیت اور مہدویت کا مرزا صاحب ترک کردیویں لہذا یہ الہام واسطے تنبیہ ایسے قائلین کے ہوا ہے علیٰ ہذا القیاس یہ الہام ذرھم یخوضوا و یلعبوا حتی یلٰقوا یومھم الذی کانوا یوعدون کا وہی مفہوم ہے جو حضرت اقدس کو مدت سے ہوچکا ہے کہ یا علی دعھم وانصارھم و زراعتھم اور تفہیم الہام الم یأتکم نبأ الذین ذاقوا وبال امرھم مستھم البأساء والضراء وزلزلوا فاصبحت کالصریم کے قابل غور ہے کہ دنیا پر کسقدر عذاب طاعون نازل ہوا اور ابھی تک موجود ہے اور یہ مسیح موعود چند مرتبہ بذریعہ ہزارہا اشتہاروں کے اس عذاب سے انذار فرمارہا ہے اور اکثر لوگوں کے گھربار فاصبحت کالصریم کے مصداق ہوگئے الہام سی و دوم سیقول السفہاء من الناس ما ولٰھم عن

قبلتهم التی کانوا علیها قل لله المشرق والمغرب اینما تولوا فثم وجه الله الہام ہرتینہ کے لیے ہوا ہے کہ جو خیالات دربارہ مسیح موعود تمام فیج اعوج کے تھے اور انھیں کو لوگوں نے اپنا قبلہ بنا رکھا تھا اُن تمام خیالات کی بیخ و بنیاد کو مسیح موعود نے اکھاڑ ڈالا اور سفہا ابھی تک یہی کہتے ہیں کہ ماولٰهم عن قبلتهم التی کانوا علیها لیکن آپ اپنی تفہیم کے بموجب فرمائے کہ آپ نے کون کون سے خیالات فاسدہ فیج اعوج کو دور کیا جو آپ کی تفہیم صحیح مانی جاوے یہ کہنا آپ کا صحیح ہے کہ یہ الہام لوگوں کے خیالات کے جواب میں ہے ص۲۵ سے الہام سی وسوم قل اتحاجوننا فی الله بعد اذ هدیتنا وانتم مسلمون اس الہام میں بابو صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب بعد اذ هدیتنا کے مصداق ہیں کہ انھوں نے اس طرز الہامی کا راستہ ڈالا۔ اب گذارش یہ ہے کہ حسب الارشاد وماذا بعد الحق الا الضلال کے بعد ہدایت اور حق کے سوائے ضلالت و بطلان کے اور کچھ نہیں ہو سکتا پس آپ کے الہامات اگر صحیح ہیں تو اُن کی تفہیم وہی ہے جو ہم نے مفصلاً لکھی اور آپ کی تفہیم غلط ہے کیونکہ مخالف کتاب اللہ و سنتہ صحیحہ کے ہے اور اگر صحیح منجانب اللہ نہیں ہیں تو پھر حضرت اقدس کے الہامات منجانب اللہ ہیں لہذا اتحاجوننا فی الله بعد اذ هدیتنا آپکی تنبیہ کے لیے ارشاد ہوا ہے علی ہذا القیاس جبکہ ہدایت اور حق اسی مجدد و مہدی معہود کیطرف ہے تو وقد هدان بھی اسی کے لیے خاص ہے کیونکہ مادہ ہدان اور مہدی کا واحد ہے جو ہدایت ہے اور آپ کو تو دعویٰ مہدویت بھی نہیں ہے جو اس کے مصداق ہو سکیں پس اس الہام میں آپ کے لیے تذکیر کی گئی ہے کہ باوجود اس مہدی موعود کے جس کی ہدایت منجانب اللہ شہادات ارضی و سماوی سے ثابت ہو چکی باوجود مسلمان ہونے کے جھگڑنا اور ضد و عناد میں گرفتار رہنا ہرگز نہیں چاہیے۔ الہام سی و چہارم لقد اثرك الله ان وعد الله حق۔ اس الہام کا مخاطب وہی مجدد ہو سکتا ہے جسکو تم بھی تسلیم کر چکے تھے اور چونکہ مامورین اور مرسلین ہی کا اصطفا اور اجتبا اللہ تعالیٰ کیطرف سے ہوا کرتا ہے لاغیر کما قال الله تعالیٰ الله یصطفی من الملئكة رسلا ومن الناس اور ان وعد الله حق سے وہی مہدی معہود اور مسیح موعود آپ کو یاد دلایا گیا ہے جس کے آنے کی خبر اس چودھویں صدی میں مخبر صادق صلعم نے دی تھی یس یہ آواز آسمان سے بخطاب حضرت اقدس ہو رہی ہے لقد اثرك الله ان وعد الله حق ایضاً هل هن ممسکات رحمته اقول آپ کا جو خیال ہے کہ سواء مسیح ابن مریم کے کوئی دوسرا شخص مسیح موعود نہیں ہو سکتا یہ آیت اس خیال کے جواب اور رد کے طور پر الہام ہوئی ہے۔ ایضاً الذین امنوا اشد حبا لله۔ اقول الذین امنوا کے مصداق ہی

لوگ ہیں جو صفات الوہیت کو حضرت عیسیٰ کے لیے ثابت نہیں کرتے جو اس صدی میں صرف حضرت اقدس ہی کی جماعت ہے اور وہی مصداق اشداء علی الکفار کے ہیں ایضاً قل انّنی ھدانی ربّی الی صراط مستقیم۔ **اقول** صراط مستقیم یہی ہے کہ کسی مخلوق کو صفات الوہیت میں شریک نہ کیا جاوے اور مخالفین تو حضرت عیسیٰ کو صفات الوہیت میں شریک کر رہے ہیں پس وہ یا مغضوب علیہم میں داخل ہیں یا ضالین میں۔ جو صراط مستقیم سے منحرف ہیں۔ ایضاً ملّۃ ابراھیم وجعلنی من المکرمین **اقول** ملۃ ابراہیم بھی وہی ہے کہ عبادت اللہ اور اسکی صفات میں کسی مخلوق کو شریک نہ کیا جاوے اور موحدین ہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکرمین میں داخل ہیں نہ مشرکین۔ ایضاً ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین یہ آیت آپکو اسواسطے یاد دلائی گئی ہے کہ اگر حضرت عیسیٰ زندہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ کے لیے نماز بھی پڑھتے اور قربانی بھی کرتے اور حیات جسد کے واسطے ممات بھی لازم ہے پس یہ کیسی حیات بشری ہے کہ دو ہزار برس سے الآن کما کان کے مصداق ہو رہے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وما جعلنا لبشر من قبلک الخلد افان مت فھم الخالدون خلود کا معنی یہی ہے کہ تغیرات جو موجب فنا ہر لحظہ کے ہیں کسی پر وارد نہ ہوں۔ دیکھو کتب لغات کو الخلود البقاء والدوام۔ اور جبکہ اسقدر دراز عرصہ لیے ہوئے آسمان چہارم یا دوم پر فارغ بیٹھے ہوئے ہیں تو پھر عبادت انکی اللہ تعالیٰ کے لیے کب ہوئی اور کونسی تبلیغ دین اسلام کی اس مدت دو ہزار برس میں انکی طرف سے واقع ہوئی۔ **ایضاً** قل ای شیء اکبر شہادۃ قل اللہ **اقول** اجماع کسوف وخسوف وغیرہ اور خوارق عادات جو اس مسیح موعود کے ہاتھ پر صادر ہوئے وہ سب شہادات من اللہ تعالیٰ ہی ہیں لہٰذا آپکو تنبیہ کی جاتی ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کونسی گواہی واسطے ثبوت حقیت اس مہدی موعود کے ہو سکتی ہے **ایضاً** قد جعل ربک تحتک سریا **اقول** یہ وہی چشمہ علوم قرآنی ومعارف فرقانی کا ہے جو اس مسیح موعود سے جاری ہو رہا ہے ؎ ایں آتشے کہ در من آخر زماں بسوخت ٭ از بہر چارہ اش بخدا نہر کوثرم ٭ **ایضاً** کنتم خیر امۃ اخرجت للناس **اقول** آپ نے کونسا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مخالفین اسلام کے لیے کیا ہے جو اس الہام کے مصداق آپ ہو سکتے ہیں اسکا مصداق تو وہی مہدی موعود ومسیح مسعود ہے جسکی تصدیق آپ بھی کر چکے تھے یاد کرو دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اُسے قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اُسکی سچائی کو ظاہر کر دے گا۔ ایضاً **قولہ**۔ الہام سے کہدے اسے ہاں صبا جڑے ہوئے یاروں سے چل راہ ملتی ہے کہیں

دشت کے آواروں سے ÷ لمن شاء منکم ان یستقیم۔ اس میں لفظ اُجڑے ہوئے
اُن اصحاب کی شان میں معلوم ہوتا ہے جو گھر بار اُجاڑ کر یا خانہ بدوش ہو کر مرزا صاحب کے
پاس آگئے ہیں۔ **اقول** جن لوگوں نے تائید اسلام کے لیے گھر بار چھوڑا اُن کے لیے تو اللہ
تعالےٰ فرماتا ہے والذین ہاجروا فی اللہ من بعد ما ظلموا لنبوئنہم فی الدنیا
حسنۃ ولاجر الاخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون۔ وغیر ذالک من الآیات کیونکہ ان
مہاجروں نے قرآن مجید کے ساتھ تمسک کیا ہے اور جب تک قرآن مجید کے ساتھ تمسک ہے
کبھی گمراہ نہیں ہو سکتے وہ تو اولئک ہم المفلحون میں داخل ہیں ہاں البتہ وہ لوگ جنھوں
نے قرآن مجید کو اپنا متمسک نہیں گردانا وہ ضرور بالضرور آوارہ دشت ضلالت ہونیوالے
ہیں چنانچہ وارد ایک حدیث کا حدیث ترمذی میں یوں موجود ہے من ابتغ الہدیٰ فی غیرہ
اضلہ اللہ اب غور کرو کہ درباره وفات مسیح کس فریق نے قرآن مجید کو ترک کیا ہے
پس وہی فرقہ مصداق اس شعر کا ہوگا۔ کہ راہ ملتی ہے کہیں دشت کے آواروں سے ہٰذا
لمن شاء منکم ان یستقیم کے مصداق بھی وہی ہیں جو قرآن مجید کو اپنا متمسک بہ گردانے ہوئے
ہیں۔ **قولہ** الہام۔ ختم اللہ علی قلوبہم وعلی سمعہم وعلی ابصارہم
غشاوۃ ولہم عذاب الیم **اقول** اس کے مصداق وہی ہیں جنھوں نے درباره
وفات مسیح ابن مریم وغیرہ قرآن مجید کو ترک کر رکھا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
اس شکایت کے مورد بن گئے ہیں وقال الرسول یارب ان قومی اتخذوا ہذا القرآن
مہجورا ؁ پس بالضرور ختم اللہ علی قلوبہم الآیہ کے پورے مصداق ہو گئے ہیں
اور یہ آیت آپ کے آگاہ کرنے کے لیے الہام ہوئی ہے اور واقعات بھی اسی کی شہادت دے
رہے ہیں کہ سب طرح سے اتمام حجت مخالفین پر کیا گیا لیکن کوئی اثر اُسکا اُنپر مترتب نہیں ہوا
ولنعم ما قیل ۔ سنگ آہن را تواں کردن جدا ÷ سنگ غیبتی را نداند کس دوا ÷ **ایضاً قولہ**
الہام یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواہہم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکٰفرون
اقول وہ آیات بینات جو عیسیٰ بن مریم کی وفات پر دلالت کر رہے ہیں اور نیز وہ نشانات
الٰہی جو اس مسیح موعود کے لیے محض منجانب اللہ بطور شہادۃ اللہ کے صادر ہوئے ہیں وہ سب کے
سب ایسے انوار الٰہیہ ہیں کہ مخالفین کے موہنہ کی پھونکوں سے ہرگز ہرگز بجھ نہیں سکتی اور روز
بروز یہ سلسلہ احمدیہ ترقی پذیر ہوتا رہتا ہے اگرچہ منکرین کو برا معلوم ہوتا ہو پس یہ الہام بھی
آپ کی تنبیہ کے لیے وارد ہوا ہے **قولہ** جو اور کا چیتے برا اُسکا برا ہو جاوے گا سنتہ
علی الخرطوم **اقول** انذار مامور من اللہ کو بدخواہی خلق اللہ خیال کرنا ہی تو موجب ہلاکت کا ہے،

تمام قرآن مجید کو کھول کر دیکھو کہ جن لوگوں نے انذار مرسلین کو بدخواہی سمجھا تھا وہی ہلاک ہوئے اور بے عزتی و رسوائی انھیں کی نصیب ہوئی ولقد جاءهم من الانباء ما فيه مزدجر حكمة بالغة فما تغن النذر الی قوله تعالی فكيف كان عذابی ونذر۔ **قوله** اس کتاب کے تحریر کرنے میں جو رد و قدح ہو رہا تھا اسپر یہ الہام ہوا سہ قصہ کوتہ کرد ورنہ درد سر بسیار بود۔ آہ **اقول** فی الحقیقت بموجب آپ کے الہام کے آپ کی کتاب طول ممل درد سر کی مصداق ضرور تھی جس کا قصہ آیات الرحمٰن نے کوتاہ کر دیا اندریں صورت آیات الرحمٰن ہی مصداق ہے آپ کے اس الہام کی کہ انه من سليمان وانه بسم الله الرحمن الرحيم لہذا آپکو واتونی مسلمین اپنے الہام کی تعمیل ضروری ہے آئندہ اختیار بدست مختار۔ سہ ہمارا کام سمجھانا ہے یارو ۔ اب آگے چاہو تم مانو نہ مانو ۔ اور چونکہ آپ کو دعوی مجددیت و مہدویت یا مسیحائی کا نہیں ہے اور حضرت اقدس کا دعوی معہ ادائے فرض منصب کے نشانات ارضی و سماوی سے حیز ثبوت کو پہونچ چکا ہے لہذا یہ الہام ما رميت اذ رميت و لكن الله رمى آپکی تنبیہ کے لیے ہوا ہے کہ آپ کو لازم ہے کہ حضرت اقدس کی خدمت با برکت میں با ادب گزارش کریں کہ ما رميت اذ رميت ولكن الله رمى ہاں اگر آپ دعوی مجددیت و ملہمیت کا معہ ادائے فرض منصب مجددیت کے کرتے وانی له ذلك تو پھر اس الہام کے مصداق شاید آپ بھی ہو سکتے تھے والا فلا چنانچہ اسی صفحہ میں آپ کا خود اقرار ہے کہ کمترین کو اپنی نسبت لفظ الہام کے بیان و استعمال سے بھی شرم آتی ہے ہاں بابو صاحب کچھ شرم کی بات نہیں ہے کیونکہ شرم چہ کتی است کہ پیش مرداں بیاید کیونکہ لغوی الہام نہ شرعی الہام القاء شیطانی پر بھی استعمال ہو سکتا ہے ہاں بعض الہامات آپ کی تنبیہ کیلیے منجانب اللہ بھی ہو سکتے ہیں جیساکہ بسبب آپ کی اس تغیر بلا وجہ کے یہ الہامی تعلیم آپ کو ہوئی ہے کہ الحق ما شاء الله كان وما لم يشاء لم يكن اعلم ان الله على كل شیء قدير وان الله قد احاط بكل شیء علما یعنی مراد یہ ہے کہ الله اعلم حيث يجعل رسالته لہذا ان الہامات کا مصداق حضرت اقدس کو قرار دینا آپ پر ضروری ہے جیساکہ آیات الرحمٰن نے ثابت کر دیا لیں اس بارہ میں اس عاجز کا کیا قصور ہے اور جو ایسے الہامات آپکو ہوئے ہیں جن کے مصداق حضرت اقدس ہیں اور براہین احمدیہ میں موجود ہیں وہ سب یہاں پر خود بخود پورے ہوتے چلے جاتے ہیں اور ان کو کوئی روک نہیں سکتا اور آپکو جو الہامات مندرجہ براہین احمدیہ ہوتے ہیں انکو بجز استراق السمع کے اور کیا تصور کیا جاوے خلاصۃ المقال یہ ہے کہ جس قدر اضغاث احلام یا الہام آپکو ہوئے ہیں چونکہ ان کی تفہیم میں آپ نے سخت غلطی

کی ہے لہذا ہمنے انکا مصداق حسب کتاب اللہ اور سنت صحیحہ کے بتلا دیا ہے اور دیگر مخالفین نے
جو مقدمہ بازی سے ڈرایا اور کبھی لغو افواہیں اڑا کر اس نور آلہی کو چھپانا چاہا ان سب کی
کیفیت و ماہیت اس آپ کے جامع الہام سے ظاہر ہوتی ہے ع یہ لوگ دغا باز جفا
جو و رنگ لے * کرتے ہیں ہر ایک بات میں کیا جیلے حوالے * **قولہ** ص۲۲ فصل ۲۴
مرزا صاحب کی جماعت نے بعد مطالعہ ضرورۃ الامام بنظر توہین و تحقیر الہامات عاجز
کے معنی و تفہیم اپنی سمجھہ و پسندیدگی کے موافق مع اپنے الہام و کشف و منامات وغیرہ کے
الٹ پلٹ بیان کیے ہیں اور ابتک کرتے ہیں الی آخر الفصل ص۲۵ تا ختم باب اول۔
اقول (۱) ناظرین عصای موسیٰ پر کالشمس فی نصف النہار اولاً واضح ہو کہ بابو صاحب
کو اپنے الہاموں پر بالکل اعتماد اور وثوق نہیں ہے (۲) ثانیًا اسپر علاوہ یہ ہے کہ بابو صاحب
خود نفس الہام کو حجت قرار نہیں دیتے (۳) ثالثًا اور علاوہ پر علاوہ یہ کہ بسبب فسق و
فجور ترک نماز وغیرہ کے بابو صاحب مورد الہام ربانی نہیں ہو سکتے۔ (۴) امر چہارم
یہ کہ حسب اقرار خود بابو صاحب کے نہ ان کو واقفیت علوم آلہیہ سے ہے جنکے ذرائع سے
فہم عبارات عربیہ فارسیہ کا حاصل ہوا اور نہ علوم شرعیہ سے خبر ہے جس سے توفیق و تطبیق
درمیان الہامات اور کتاب اللہ یا سنتہ صحیحہ کے کرسکیں اور نہ روح القدس کی تائید ہے
ورنہ اعجاز المسیح ہی کے مقابلہ میں اپنے گھر بیٹھے بیٹھے کوئی تفسیر لکھتے بس بلحاظ امور
چہارگانہ کے چار و ناچار ہر ایک اہل بصیرت بطور قطع و اجب کے یہ حکم کرسکتا ہے
کہ بابو صاحب کے الہامات اگر انکو الہامات ربانی ہی تسلیم کیا جاوے اس کی تفہیم حسب ارشاد
فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون کے کسی اہل ذکر سے دریافت کی جاوے
لہذا ہمنے جو بطفیل اس مسیح موعود کے اہل الذکر سے ہیں بابو صاحب کے الہامات کو خوب
علوم آلیہ اور علوم شرعیہ کے مشرح اور مفصل بیان کر دیا ہے اگر بلحاظ اقرارات چارگانہ کے ہماری
تفہیم کو قبول کریں تو مضائقہ کیونکہ اسمیں تعمیل ارشاد آلہی ہوتی ہے ورنہ اختیار بدست مختار ہے
جو شخص آپ کے ان الہامات کو آپ کی تفہیم کے بموجب تسلیم کرے گا اسوقت ہم یہی جملہ
پڑھیں گے کہ ضلوا فاضلوا۔ یا ع خیالات نادان خلوت نشیں * بہم برکند عاقبت کفر
و دین * ہاں ہمکو آپکے ان الہامات سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ جو مخالفین اس قسم کے
وقوع الہامات آیات قرآنیہ وغیرہ سے مکذب اور منکر تھے وہ اگر اس آپ کی کتاب عصای موسیٰ میں
آپ کے ہم آواز ہوں گے تو انپر الہامات قرآنی حضرت اقدس کا امکان تو ضرور بالضرور
ثابت ہو جاوے گا پھر وقوع ان کا ہماری اس کتاب آیات الرحمٰن سے بخوبی ثابت ہو جاویگا

گو یا کہ جو مخالفین حضرت اقدس سے بہت دور تھے اُن کو آپ نے کسی قدر قریب کر دیا ہے۔
سہ عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد۔ پس اس سب بیان سے ثابت ہوا کہ آپ جیسا ملہم بموجب خود آپ کے اقرار کے تحت الثری میں ہی پہونچا دیا گیا اور اُس کے مخالف یعنی ہماری جماعت عرش بریں کے نزدیک ضرور مقبول و تسلیم کی جاوے گی اور جو قاعدہ حضرت اقدس نے اشتہار ۲۰ اپریل ۱۸۹۳ء میں واسطے سمجھنے الہام کے لکھا ہے وہ اُس ملہم کے لیے ہے جسکو اپنے الہامات پر پورا وثوق ہو اور آیات سماوی وارضی بھی اُس کا ملہم ہونا تصدیق کرتے ہوں اور اُسکا نفس ایسا قدسی ہو کہ علمناہ من لدنا علما کا مصداق ہو کر تمام علوم آلہیہ اُس کے خدام ہو گئے ہوں پس اُس کے لیے وہی قاعدہ ہے کیونکہ وہ خدا تعالیٰ سے خاص طاقت پاکر اُس کے معنے کرتا ہے پس کجا آپ کے الہامات جنکو آپ خود وساوس شیطانی قرار دیتے ہیں اور کجا حضرت اقدس کے الہامات ربانی کہ جنکو وہ قطعی طور پر از امور ایمانی والہامات ربانی یقین کرتے ہیں اور نشانات سماوی وارضی اُن کے مصدق ہیں۔ ہاں یہ امر ضروری ہے کہ مکالمات آلہیہ کے مقابل میں القاء شیطانی بھی ضرور ہوا کرتا ہے چنانچہ ان الہامات ربانی کے مقابلہ میں آپکو وساوس شیطانی بھی ضرور ہی واقع ہو گئے کیونکہ یہی سنۃ اللہ ہے ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا اور اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے کلام پاک کے تلاوت کے آغاز کرنے کیلئے یہ امر فرمایا ہے واذا قرءت القران فاستعذ باللہ من الشیطان الرجیم جسکی تعمیل کے لیے ہر ایک قاری قرآن پر فرض ہے کہ اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم آغاز تلاوۃ میں پڑھ لیا کرے اور نیز آخر قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ نے بوقت ختم قرآن مجید کے وسواس خناس سے پناہ مانگنے کا حکم صادر فرمایا ہے اس سے بھی اس امر کا پتا چلتا ہے کہ بمقابل الہامات ربانی وساوس شیطانی بھی ضرور ہوتے ہیں لہذا ہم بھی واسطے پناہ مانگنے کے آپکے خیالات والقاءات شیطانی سے آخر اس باب میں سورۃ الناس تلاوت کرتے ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ مَلِکِ النَّاسِ اِلٰہِ النَّاسِ مِنۡ شَرِّ الۡوَسۡوَاسِ الۡخَنَّاسِ الَّذِیۡ یُوَسۡوِسُ فِیۡ صُدُوۡرِ النَّاسِ مِنَ الۡجِنَّۃِ وَ النَّاسِ

باب ثانی ضرورۃ الامام کے جواب کے رد میں

صفحہ ۹۰

واضح ہو کہ بابو صاحب فصل دوم میں ضرورۃ الامام کو تسلیم کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں نے امام صادق کی طلب و تلاش میں کبھی کوتاہی نہیں کی اور یہی وجہ سید عبد اللہ صاحب غزنوی مرحوم سے بیعت کی اور انکی رحلت کے بعد بھی اس بارہ میں تساہل نہیں کیا اور حضرت مرزا صاحب کے دعاوی کو بھی تسلیم کیا لیکن قطع منازل اور مراحل کے بعد حضرت مرزا صاحب کا کارخانہ سراب نظر آیا **اقول** مولوی عبد اللہ صاحب کی نسبت جو آپ بار بار سیادت نسبی ظاہر فرماتے ہیں اُس کی نسبت تو سابق میں کچھ عرض کیا گیا ہے تکرار کرنا بے سود ہے مگر یہ تو فرمایئے کہ عبد اللہ صاحب چودھویں صدی کے مجدد کیونکر ہو گئے جسکا وجود حسب پیشین گوئی مخبر صادق کے ہر صدی کے راس پر ضروری ہے اور پھر جس ابن مریم موعود اور مہدی معہود کی خبر مخبر صادق نے دی تھی اُس کے مصداق عبد اللہ صاحب کیونکر ہو سکتے ہیں نہ انھوں نے دعوی کیا اور نہ آسمانی یا زمینی شہادتیں اُن کے واسطے کوئی تصدیق واقع ہوئی۔ اور نہ فرض منصب مجددیت یا مہدویت اور مسیحائی کا انھوں نے ادا کیا پھر اُن کو اس امام الزمان سے کیا نسبت ہے سہ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا ۔ خصوصاً وہ امام جسکو آپ ہر طرح تسلیم و تصدیق کر چکے تھے چنانچہ آپ اپنی ایک چٹھی مورخہ ۱۴ اگست ۱۸۹۷ء میں جو بنام بابو محمد صاحب مقام لاہور سے انگریزی میں لکھی تھی تحریر کرتے ہیں جسکا ترجمہ یہ ہے۔

مرزا جی کے متعلق نہ اُن کے دعوی کی صداقت میں اور نہ خلاف مجھے کوئی الہام نہیں ہوا لیکن میں اُن کو ولی اور زمانہ کا مجدد سمجھتا ہوں مجھے اُن کے ساتھ بہت ہمدردی ہے اور اکثر اُن کے لیے دعا کی ہے جسکا جواب تسلی دہ الفاظ میں ملا ہے مثلاً آپکی چٹھی پہونچنے سے پہلے حالت موجودہ مصیبت کے متعلق میں نے خداوند تعالی سے دعا کی تو صبح کو جو جمعہ کا روز ۱۳ اگست تھی جواب ملا وما کید فرعون الا فی تباب ۔ انتہی اس الہام میں مراد آپ کی فرعون سے مخالف حضرت اقدس کا ہے جس نے اُنپر مقدمہ چلایا ہے اور اُسکی تباہی اور ہلاکت کی آپکو خبر دی گئی ہے پس ہر گاہ کہ حضرت اقدس مرزا صاحب آپ کے نزدیک مجدد مامور من اللہ تھے اور اُن کا مخالف فرعون تو فرمایئے کہ نسبت موسوی حضرت اقدس کو

حاصل ہوئی یا نہ ہوئی کو اور کتب عیسیٰ موسیٰ کے ستنے جو سابق میں ہمنے لکھے ہیں تا فرمانی کی
الٰہی بخشش نے حضرت موسیٰ کی آپ کے الہام کے بموجب ٹھیک ہوئے یا نہیں مگر
افسوس سے چشم باز و گوش باز و ایں ذکا ❊ خیرہ ام در چشم بندی خدا ❊ اور عبید اللہ صاحب
کے فیض صحبت و اثر و حالات و اخلاق کا مقابلہ اس مسیح موعود کے اخلاق اور حالات و نورانیت
و روحانیت کے ساتھ کیونکر ہو سکتا ہے سے چہ نسبت خاک را با عالم پاک ❊ یہ تو ایسا
ہی مقابلہ ہے جیسا کوئی نادان اُن رہبان اور درویشوں کا مقابلہ آنحضرتؐ سے کرے
جو آنحضرتؐ کے وقت میں ملہم ہو کر پیشین گوئیاں اور بشارتیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
بعثت کی دیتے تھے اور پھر بعد اس کے مکذب اور منکر بھی ہو گئے اور پھر اُلٹا یہ اعتراض
کرے کہ ان رہبان کے اخلاق و عادات بسبب ترک کردینے تمام علائق دنیاوی کے
کہیں اچھے ہیں آنحضرت صلعم کے اخلاق و عادات سے جنکے تو دس نو ازواج ہیں اور دشمنان
اسلام کے مقابلہ میں ہمہ وقت ذب و دفع کرنے کے فکر میں رہتے ہیں اور پھر اسپر یہ تفریع
کرے کہ نعوذ باللہ آنحضرتؐ کو سوا قتل کرنے مخالفین کے اور غارت کرنے اُن کے اموال و
غنائم کے اور کوئی قصہ ہی نہیں تھا ثم نعوذ باللہ منہ اے بابو صاحب جو شخص دنیا کی
اصلاح کے واسطے منجانب اللہ مامور ہو کر آتا ہے اُسکو تو تمام قویٰ عطیہ الٰہیہ کا استعمال اپنے
اپنے محل پر کرنا ضروری ہوتا ہے اور ہمہ وقت ابطال باطل اور احقاق حق میں مصروف
رہتا ہے بخلاف اُن لوگوں کے جو مسجدوں میں بیٹھکر دنیا کی اصلاح سے کوئی غرض نہیں رکھتے
مولوی عبید اللہ صاحب کا مرتبہ اسی قدر کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عالم مثال اور کشف میں مہدی
اور مسیح موعود کو آسمان کا نور بتلایا اور قبل اُسکی دعوت بعثت کے اس عالم فانی سے وہ رخصت
ہو گئے کیونکہ نہیں معلوم اگر وہ یہ زمانہ پاتے تو مثل بعض رہبان کے تکذیب کرتے یا تصدیق
اور یہ آپ کی خوبی قسمت ہے کہ حضرت اقدس کے اخلاق اور عادات سے بالآخر باوجود صحبت
طویلہ کے آپکو کچھ حصہ نہ ملا سے قسمت تو دیکھنا کہ کہاں ٹوٹی ہے کمند ❊ دو چار ہاتھ جبکہ
لب بام رہ گیا افسوس کہ اُسکی روحانیت اور نورانیت سے آپ بہرہ یاب نہ ہوئے بقول
ماقیل سے تہیدستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل ❊ کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را
جس مامور من اللہ کا فرض منصب یہ امور مذکور ہوں گے اُس سے تو اکثر خلائق بحکم ولکن لا تحبون
الناصحین کے کب خوشنود رہے گی مگر ان لوگوں کو خلائق کی خوشنودی ناخوشنودی کی
کچھ پروا نہیں ہوتی وہ تو مصداق اس آیت کے مضمون کے ہوتی ہیں کنتم خیر اُمّۃ
اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتؤمنون باللہ الآیہ

اور چونکہ ایسے ماموریں کے اعداء بہت ہوتے ہیں اور طرح طرح سے وہ اضرار کے درپے ہوتے ہیں لہذا آخر آیت میں اللہ تعالے انکی تسلی اور تسکین کے واسطے ارشاد فرماتا ہے کہ لن یضروکم الا اذی وان یقاتلوکم یولوکم الادبار ثم لا ینصرون۔

قولہ صہ ۸۸ و ۸۹ و ۹۰۔ اگر یہ امر حق ہے کہ سچی خواب یا الہام و تقوی و طہارت سے کوئی امام نہیں کہلا سکتا تو مرزا صاحب اپنی مسیحیت و مہدویت مجددیت محدثیت امام الزمانی کی بنیاد پھر کیوں انھیں امور و دعاوی پر قائم فرماتے ہیں الی آخر الفصل **اقول**

؎ آدمیت اور شے ہے علم ہے کچھہ اور شے ٭ لاکھہ طوطے کو پڑھایا پر وہ حیواں ہی رہا

تمام رسالہ ضرورۃ الامام میں بابو صاحب کی ان سب نکتہ چینیوں کا جواب مفصلاً موجود ہے لیکن بابو صاحب ہیں کہ بمثل خبط عشواء کے اپنی مرغی کی ایک ٹانگ گائے جاتے ہیں ؎ کس بشنود یا نشنود من گفتگوئے میکنم ٭ اے ناظرین بابو صاحب کو اتنی سمجھہ بھی نہیں ہے کہ مطالب اردو عبارت کے بھی سمجھہ سکیں پھر جو آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ اپنی کتاب میں موقع بیموقع ایک طوالت کے ساتھہ لکھے مارتے ہیں انکی سمجھہ انکو کیا حاصل ہوسکتی ہے شاید بابو صاحب کی غرض اس طوالت سے یہ ہے کہ عوام کالانعام آپ کو مفسر اور محدث بھی سمجھہ لیں وانی لہ ذلک اے بابو صاحب مطلب حضرت اقدس کا یہ ہے کہ امامت کے واسطے تو الہام و تقوی طہارت وغیرہ کی نہایت ضرورت ہے جیسا کہ مفصلاً حضرت اقدس نے بحث شرائط امامت میں بیان فرمایا ہے لیکن ہر ایک متقی اور ملہم کا بحکم اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ کے امام ہونا ضروری نہیں ہے یہ امام عظیم الشان کل متقیوں میں ایک ہی ہوتا ہے اور یہ مسئلہ ایک ثابت شدہ صداقت ہے جس کا اقرار خود بابو صاحب کو بھی ہے دیکھو صہ ۹ سطر ۸ سے سطر ۱۱ تک کو پس یہ آپکی نکتہ چینی کیسی بیجا ہے جو نہایت کم فہمی سے ناشی ہوئی ہے۔ پھر اس فصل میں بابو صاحب بصفحہ ۸۹ ایک دبی زبان سے یہ بھی کہتے ہیں کہ نشان کسوف و خسوف وغیرہ کا شاید میرے ہی واسطے ہو جاوے۔ بابو صاحب کو اسقدر بھی تمیز نہیں کہ اس صدی میں نشانات سماوی ہوں یا ارضی واسطے تصدیق دعاوی مہدی و مسیح موعود کے ہیں پھر بابو صاحب نے کب دعوی مہدویت یا مسیحائی کا کیا ہے جو انکے لیے یہ نشانات قرار دیئے جاویں کیونکہ اللہ تعالے کیطرف سے تصدیق دعوے کے یہی معنی ہیں کہ جب بنی نوع انسان مامورمن اللہ کے دعاوی کی تکذیب کرتے ہیں تب اللہ تعالے اسکی تصدیق کے واسطے کوئی نشان بطور خرق عادت کے صادر فرماتا ہے تا کہ اسکی حقیت کا ثبوت ہو جاوے اور یہ صدور نشان کا اللہ تعالے کیطرف سے بطور ایک شہادت کافی کے ہو جاتا ہے کما

قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ ھُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیْدًا + اب تلاش کرو کہ دعوی مہدویت و مسیحائی کس نے کیا ہے اور تکذیب اور تکفیر کسکے دعوی کی کیفیت کی گئی ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ کو ضروری معلوم ہوا کہ اس نشان کسوف و خسوف سے تصدیق کی جاوے کیونکہ تصدیق تو بعد تکذیب مخالفین کے ہوا کرتی ہے بابو صاحب کی تکذیب کس نے کی تھی جس کے واسطے اجتماع خسوف وکسوف رمضان سے اللہ تعالیٰ نے تصدیق فرمائی اور چونکہ خسوف وکسوف رمضان کا بابو صاحب کے نزدیک نشان آسمانی ہونا واسطے حقیت مجددیت و مہدویت کے مسلم ہے پس بطور قطع واجب کے متعین ہوا کہ یہ نشان خسوف وکسوف کا واسطے تصدیق دعوی حضرت اقدس کے ہے لاغیر کیونکہ ازل سے اللہ تعالیٰ نے اس اجتماع خسوف وکسوف کو رمضان میں واسطے تصدیق دعوی مہدی آخرالزمان ہی کے مقرر کر رکھا تھا جیسا کہ حدیث ان لمہدینا اٰیتین لم تکونا منذ خلق اللہ السموات والارض الحدیث سے واضح ہے۔ اور بابو صاحب جو ایسے دعاوی کو ریا سمعہ اور شرک قرار دیتے ہیں اور اُسکی مذمت میں چند احادیث لکھی ہیں افسوس کہ انکو اسقدر سمجھ بھی نہیں ہے کہ جو دعاوی بحکم الٰہی فاصدع بما تؤمر کے بتعمیل امر واَمَّا بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ کے مامورین سے واقع ہوتے ہیں وہ تو عین اوامر الٰہیہ بجالانا ہوجاتا ہے جو مامورین پر فرض اور واجب ہی نہ ریا و سمعہ اور شرک ونعوذ باللہ من ھذا القول مثل البول اور یہ جو آپ نے مذہب جبریہ اختیار کیا ہے کہ احکام بشارات الٰہیہ کے بجا آوری میں کوشش کرنا کچھ ضرور نہیں خود وہ مالک وخالق کر دیتا ہے یہ بالکل مخالف ہے تمام تعلیم اسلام اور قرآن مجید کے فرمایا اللہ تعالیٰ نے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا + تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان + وغیرذلک من الایات الکثیرۃ۔ اور جو حدیث آپ نے لکھی ہے کہ ان اللہ اذا احب عبدا دعا جبریل الی قولہ علیہ السلام ثم یوضع لہ القبول فی الارض الخ اس حدیث میں کہاں مذکور ہے کہ بندہ کو سعی اور کوشش کرنا بجا آوری احکام الٰہی میں نہیں چاہیے بلکہ خود بخود درجہ قبولیت اُسکو حاصل ہوجاوے گا و تعالیٰ شان کلام الرسول عن ہذہ اللغویات والھفوات والفضول۔ پھر نمبر ۳ ص ۹۵ میں آپ اپنی علمیت کا اظہار فرماتے ہیں کہ اگر تقوی وطہارت لازمہ امامت نہیں ہیں تو پھر کیا فسق و فجور وغیرہ لازمہ امامت ہیں۔ اے بابو صاحب بریں عقل و دانش بباید گریست آپ نے جو آیات اور احادیث تعریف تقوی میں اسمقام پر لکھی ہیں حضرت اقدس نے تو اسی واسطے تقوی اور طہارت کو

ضروریات امامت سے قرار دیا ہے جیسا کہ بحث شرائط امامت میں مذکور ہے۔ مگر اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ ہر ایک متقی کو منصب امامت کا بھی عطا کیا جاوے دیکھو آیت استخلاف میں جو اللہ تعالےٰ نے وعدہ فرمایا ہے وہاں پر بھی لفظ منکم موجود ہے جو تبعیض پر دلالت کرتا ہے یعنی بعض کو مومنین صالحین میں سے اللہ تعالےٰ خلیفہ اور امام کرے گا نہ تمام مومنین کو حضرت اقدس نے تو اس مسئلہ کو اسی رسالہ ضرورۃ الامام میں دلائل نقلیہ سے بھی ثابت کیا ہے اور دلائل عقلیہ برہانیہ بھی پیش کی ہیں مگر کیا کیجیے کہ آپ کی تو وہی مثل ہوئی جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ لھم قلوب لا یفقہون بہا ولھم اذان لا یسمعون بہا ولھم اعین لا یبصرون بہا سچ فرمایا سعدی نے

؎ اگر صد باب حکمت پیش ناداں ٭ بخوانند آیدش بازیچہ درگوش۔ پھر نمبر ۵ صد ۹۰ میں آپ فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ واجعلنا للمتقین اماما کی تفسیر بھی مرزا صاحب نے نرالی کی ہے۔ اے بابو صاحب آپ تو خود اقرار کرتے ہیں کہ (امام پیشرو آگے چلنے والے کو کہتے ہیں اور پیشرو وہ ہوگا جو دوسرے ہمراہیوں سے افضل ہوگا۔ الی آخر الاقرار) پھر فرمایے کہ ایک جماعت متقین سے جو آگے چلنے والا ہوگا وہ ایک ہوگا یا تمام جماعت متقین کی بشق اول مدعا حاصل ہے اور بشق ثانی وہ کل جماعت متقین کی امام متقین کی نہوئی لہذا غلط ٹھہرا دور مت جاؤ نماز جماعت کو ہی غور کرو کہ اسمیں ایک امام ہوتا ہے یا متعدد شق ثانی تو باطل ہے پس بشق اول جسطرح تمام نمازیوں جماعت پر اطاعت امام نماز کی واجب ہے اسی طرح امام الزمان کی اطاعت کل اُمت پر فرض ہوتی ہے۔ اور شریعت اسلام میں نظام جسمانی میں بھی توحد سے اختیار کیا گیا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے اذا بویع الخلیفتان فاقتلوا احدھما او کما قال۔ وایضًا قال اللہ تعالیٰ فان بغت احدٰھما علی الاخریٰ فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٓء الی امر اللہ آپ سے جو ایسی اغلاط فاحشہ سرزد ہوتی ہیں اُسکا سبب وہی ہے جو آپ نے خود تحریر فرمایا ہے کہ قرآن مجید کی تفسیر میں شیخی دلیری و بے باکی کے سبب ایسی ایسی لغزشیں ہو جاتی ہیں

؎ اے بسا کبر و دعاوی فطن ٭ گشتہ رہرو را چو غول راہ زن۔ نمبر ۶ صد ۹۰ میں جو آپ لکھتے ہیں کہ حضرت اقدس میں جو حالت کاملہ تامہ واسطے امامت کلی کے ہونی چاہیے وہ تو ظاہر ہی معلوم ہو رہی ہے۔ ہاں بابو صاحب ایسی معلوم اور ظاہر ہے کہ آپکے رفیق حافظ محمد یوسف صاحب ایک خط موسومہ بابو محمد صاحب میں تحریر کرتے ہیں جو محررہ ۱۱ جنوری ۱۸۹۹ء کا ہے اور ہمارے پاس موجود ہے وھوہٰذا۔ بھائی صاحب

اللہ تعالی نے جسقدر معارف اور دقائق قرآنی مرزا صاحب کو عطا فرمائے ہیں عرب اور عجم میں کسی دوسرے کو حاصل نہیں ہیں۔ انتہی بلفظہ اور دوسرے خط موسومہ انہیں بابو صاحب موصوف محررہ ۳۱ جنوری ۱۸۹۹ء میں لکھتے ہیں کہ مرزا صاحب میرے خیال میں مجدد اور سچے راست باز ہیں اور قرآن کے معانی اور معارف میں دنیا میں ایک ہی ہیں انتہی بلفظہ اور آپکے اقرارات تو ہم سابق میں لکھ چکے ہیں انکا اعادہ بے سود ہے اب فرمائیے کہ الفضل ما شہدت بہ الاعداء یہاں پر صادق ہے یا نہیں آگے رہی آپ کی تکذیب الحال کی سو ہم ثابت کر چکے ہیں کہ وہ بلاوجہ صرف باغوائے آپکی قوت بہیمیہ غضبیہ و شہویہ کے ہے سوائے اسکا کچھ علاج نہیں بجز اسکے کہ وہی آپ کا شعر لکھا ہوا پھر لکھا جائے سے اے بسا کبر و دعاوی فطن ۔ گشتہ رہ رو را چو غول راہ زن ۔ اور یہ آپ کا فرمانا بہت صحیح ہے کہ بیچارے عاجز زمینی لوگ آسمان کا حال کیا جانیں انتہی بلفظہ جبکہ بلعم باوجودیکہ ملہم ولی اور مستجاب الدعوات تھا لیکن بسبب زمینی ہونے کے اُسنے حضرت موسی کو نہ پہچانا کما قال اللہ تعالی ولو شئنا لرفعناہ بہا ولکنہ اخلد الی الارض واتبع ھواہ اور پھر اُسکی مثل اللہ تعالی نے اپنے کلام پاک میں یوں بیان فرمائی فمثلہ کمثل الکلب ان تحمل علیہ یلھث او تترکہ یلھث پس آپکو اس مسئلہ نازک میں نظر اور فکر کے ساتھ غور کرنا ضروری ہے کیونکہ اخیر میں اللہ تعالے واسطے تذکیر آپ جیسے عقلمندوں کے فرماتا ہے ذلک مثل القوم الذین کذبوا بایاتنا فاقصص القصص لعلھم یتفکرون۔ **قولہ** ص۹ فصل چار کے ذیل میں پھر آپ اپنی فہم رسا کا اظہار کر کر کہتے ہیں کہ جب کہ یہ نعمت الہام عام ہے تو پھر خود یہ دولت کیوں خاص کیے گئے۔ اے بابو صاحب اسکا جواب تو قرآن مجید میں متعدد جگہ مذکور ہے دیکھو واخرین منھم لما یلحقوا بھم وھو العزیز الحکیم ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔ ایضًا واللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ اور بابو صاحب جو اس فصل میں فرماتے ہیں کہ حضرت اقدس کی پیشین گوئیاں پوری نہیں ہوئیں اُسکا جواب بجز لعنۃ اللہ علی الکذبین کے اور کیا عرض کیا جاوے بابو صاحب کسی پیشین گوئی کے پورا ہونے کی تعیین کریں تو اُسکا جواب مشرح دیا جاوے ہاں آپ کے الہامات جیسے سے کوئی الہام مجمل اور مہمل تک بھی ابھی تک واقع نہیں ہوا جیساکہ ہم باب اول میں مفصلا بیان کر چکے **قولہ** ص۹۲ نمبر۲ عاجز اپنے الہامات مخالفہ مرزا صاحب میں کیونکر مخالفت الہامات کر سکتا ہے انتہی ملخصًا **اقول** جب کہ آپ کے الہامات بموجب خود

آپ کے اقرارات کے ذخیرہ ظنیات یا شکیات کا ہے تو پھر بمقابل امر حق اور صداقت ثابت شدہ کے امور مشکوکہ کی پیروی آپ کیونکر کرسکتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان الظن لا یغنی من الحق شیئا۔ اور حضرت اقدس کی عدم استقامت آپ کسی قول یا فعل میں ابتک نہیں دکھلا سکے اور نہ آیندہ دکھلا سکتے ہیں ہاں یہ امر آخر ہے کہ حسب الارشاد وللاخرۃ خیر لک من الاولیٰ کے ان ماموریں کی ترقیات مدارج علوم اور کشف حقائق وقتاً فوقتاً ہوتا رہتا ہے جو حسب ضرورت وقت کے منجانب اللہ انپر واردات نفحات ہوتے رہتے ہیں پس اگر کسی الہام مجمل کا بیان اعلام الٰہی سے ایک وقت میں نہ ہوا اور دوسرے وقت وہ اجمال حیز بیان میں آجاوے تو اسمیں تمام انبیا خصوصاً حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم بھی شریک ہیں تو کیا آپ آنحضرت صلعم پر بھی یہ اعتراض کرینگے قل رب زدنی علماً تو دعا تعلیم الٰہی سے ہے پھر ایسی تشریحات اور بیان اجمال کو عدم استقامت خیال کرنا کیسی کج فہمی ہے اور ناواقفی ہے علوم قرآنیہ سے باقی رہا حادثات ارضی یا سماوی سے خائف و ترساں ہونا سو یہ خوف ان ماموریں کی خواص سے ہے قال اللہ تعالیٰ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء وذلک لمن خشی ربہ۔ **قولہ** صفحہ ۹۳ متعلق فصل ۶ میں بابو صاحب کے چند وسوسے ہیں جنکا ازالہ نمبروار کیا جاتا ہے۔

وسوسہ اول اگر کوئی ملہم امام وقت سے مستغنی نہیں تو پھر مرزا صاحب اس کلیہ سے کیوں مستغنی ہوے الیٰ آخرہ **الجواب** جن مجدد دین کی تعلیم کے لیے اللہ تعالیٰ خود متکفل ہو جاتا ہے انکو کچھ ضرورت نہیں ہوتی کہ کسی دوسرے سے استفادہ علوم کا کریں اور کسی سلسلہ بیعت میں داخل ہوں اور یہ تربیت الٰہی اُسوقت میں ظہور کرتی ہے کہ جب تمام سلاسل علوم میں فساد بدعات داخل ہو جاتا ہے اور کوئی سلسلہ دنیا میں ایسا باقی نہیں رہتا جو فساد بدعت سے خالی ہو بلکہ تمام دنیا ظہر الفساد فی البر والبحر کے مصداق ہو جاتی ہے تب اللہ تعالیٰ کسی فرد کامل الاستعداد کو منتخب فرماکر تعلیم روحانی سے مشرف فرماتا ہے اور اتیناہ من عندنا رحمۃ اور علمناہ من لدنا علما کا اسکو مصداق قرار دیا جاتا ہے اور اُس کے دل صافی کے مقابل جو مثل آئینۂ مصفا کے ہوتا ہے آفتاب نبوت ہو جاتا ہے پھر اُسکو نہ کسی چراغ کی روشنی کی حاجت ہوتی ہے نہ کسی ستارے اور چاند کی۔ بابو صاحب کے الہامات جو اسی صفحہ ۹۳ میں موجود ہیں وہ اسی مسئلہ کیطرف ہدایت کررہے ہیں اور اسی وسوسہ کے دفع کے واسطے اتماماً للحجۃ بابو صاحب کو الہام ہوے ہیں دیکھو الم نشرح لک صدرک اس الہام سے بابو صاحب کو تنبیہ کیگئی ہے

کہ سورہ الم نشرح سے کیوں غافل ہو گیا تو ہم ہی آنحضرت صلعم کے شرح صدر کے لیے متکفل نہیں ہوئے تھے اور تمام علوم کا افاضہ آنحضرتؐ کے صدر مبارک میں ہمنے خود نہ کر دیا تھا کہ کسی دوسرے معلم کی حاجت ہی نہ رہی تھی اور علمنی ربی فاحسن تادیبی کا مضمون وارقع نہ ہوا تھا پس آخری خلیفہ و امام بھی بحکم اول با آخر نسبتے دارد کے ایسی ہی شرح صدر کا مصداق ہے کیونکہ اس زمانہ آخری میں کوئی سلسلہ پاک وصاف شوائب بدعات سے باقی نہیں رہا۔ علیٰ ہذا القیاس الرحمن علم القرآن اسی تنبیہ کے لیے آپ پر وارد ہوا ہے اور یہ الہام اسی مسیح کا ہے جسکو آپ تسلیم کر چکے ہیں اب پھر آپکو یاد دلایا گیا ہے علیٰ ہذا القیاس واللہ یجتبیک ربک ویعلمک من تاویل الاحادیث اس الہام میں بھی آپ کو بتلایا گیا ہے کہ وہ اجتبا جسکا دعوی مسیح موعود نے کیا ہے ؎ دگر استاد را نامے ندانم ✦ کہ خواندم در دبستان محمدؐ ؛ اس مجدد کو حاصل ہے اور چونکہ آپکو اور نیز آپ کے رفقا کو اس مسئلہ میں ایک بڑا استبعاد رہتا ہے اور بارہا یہی اعتراض پیش کرتے رہتے ہیں کہ حضرت اقدس کسی کے مرید نہیں ہیں کسی سے بیعت نہیں کی وکذا وکذا لہذا آپ پر یہ الہام زجراً و توبیخاً وارد ہوا کہ واللہ غالب علیٰ امرہ ولکن اکثر الناس لا یعلمون ہاں البتہ اس الہام میں جو ولکن اکثر الناس لا یعلمون ہے اُس کے مصداق آپ ضرور ہیں کیونکہ باوجود اسقدر تنبیہات کے پھر بھی آپ یہی اعتراض کیے جاتے ہیں اندریںصورت مالک من دون اللہ من ولی ولا نصیر کے مصداق بھی آپ ہی ہیں لہذا بصیغہ نہی تنبیہ کیگئی لا تتخذوا من دونی اولیاء اور یاد رہے کہ تینوں الہام اول کے معنے ستے آپ ہرگز ہرگز مصداق نہیں ہو سکتے کیونکہ آپ تو خود بموجب اپنے اقراروں کے تلاش اور جستجو میں کسی مرشد کی اب تک ہیں اور نہ کوئی نمونہ شرح صدر اور علم القرآن یا تاویل احادیث کا آپ میں پایا جاتا ہے وہی دقیانوسی خیالات جن سے مذہب مردہ عیسائیوں کی تائید ہو اور نیز ندہ مذہب اسلام کی توہین و تحقیر لازم آوے آپ سے ظاہر ہو رہے ہیں اور وہی پیشہ مزدوری ربانی کاموں سے دوری مسیح موعود اور مہدی مسعود سے مہجوری وغیرہ وغیرہ اسدم تک آپ کے حصہ میں ہے وبس۔ **وسوسہ دوم** اور آپ جو لکھتے ہیں کہ میرے اکثر الہامات عظیم الشان اور متحدیانہ ہیں کہ کہیں بخطاب امام پکارا جاتا ہوں اور کسی الہام میں بخطاب موسیٰ مخاطب کیا جاتا ہوں انتہی بلفظہ۔ اے ناظرین ذرہ انصاف فرمایا جاوے کہ الہامات متحدیانہ کیا ایسے ہی ہوتے ہیں کہ کبھی انکو وساوس شیطانی خیال کیا جاوے اور کبھی اُن الہامات کے مورد ہونے کیوجہ سے اپنے تئیں شیخ چلی قرار دیا جاوے اور پھر باوجود بار بار الہام

ہونگی درحقیقت شکیات اور ظنیات سے بڑھکر کسی الہام کو مرتبہ یقین کا ہرگز نہ دیا جاوے بینوا توجروا۔ بابو صاحب نے ازالہ اوہام حضرت مسیح موعود
کی ساتھ صرف دریا میں ڈوب جانا قرار دیا تھا جو حضرت موسیٰ میں وہ موجود نہیں لیکن ہم یہاں پر کچھ

تذکرۂ مناسباتِ موسوی کا مہدی و مسیح موعود کے ساتھ آیاتِ تسعہ موسوی میں لکھتے ہیں

قَالَ اللّٰہُ تعالیٰ وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰی تِسْعَ اٰیٰتٍ بَیِّنٰتٍ فَسْئَلْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ کو اُن کے نبوت کے احقاق کو اثبات کے لیے
نو نشان ایسے کھُلے ہوے دیے گئے تھے جنمیں اگر فرعون و فرعونیاں غور کرتے تو بالضرور
تصدیق نبوت موسوی کی اُنکو حاصل ہو جاتی لیکن جبکہ اُنھوں نے ان آیات بینات تسعہ کی
طرف توجہ ہی نہ کی تو بالآخر حالت تکذیب میں ہی غرق اور ہلاک ہو گئے اگرچہ حضرت موسیٰ
کو نشانات اعجازی بہت عنایت فرمائے گئے تھے لیکن یہاں پر اللہ تعالےٰ نے انھیں
نو نشانوں پر اکتفا اسواسطے کیا ہے کہ اثبات نبوت موسوی کے لیے یہی نو نشان جو غایت
عدد آحاد کا ہے کافی و وافی تھے ان آیات تسعہ کی تشخیص و تعیین میں مفسرین کا اختلاف
ہے کوئی کہتا ہے کہ وہ نشان حسب ذیل یہ تھے۔ ید بیضا۔ عصا۔ حلِ عقدۂ اللسان۔ قحط
طوفان۔ جراد۔ قمل۔ ضفادع۔ دم۔ اور کوئی مفسر ان آیات تسعہ مندرجہ آیت
مذکورہ کو علاوہ ان آیات مذکورہ کے بھی قرار دیتا ہے لہذا ہم بھی بسبب اختلاف مفسرین
کے اُن کی تعیین میں کسی ایک مفسر کے قول کی پیروی التزاماً نہیں کرسکتے بلکہ کیف ما
اتفق آیاتِ تسعہ موسوی کا اشتراک مابین موسیٰ و خاتم الخلفا محمدیہ کے بیان کرینگے
مگر اولاً واضح ہو کہ بابو صاحب حضرت اقدس کو مجدد تسلیم کرچکے تھے کما مربیانہ اور الہامات
مندرجہ براہین کے جسکو شائع ہوے عرصہ بیس بائیس برس کا ہو چکا بابو صاحب کی مصدقہ
الہامات میں سے تھے جنکو اکثر پڑھتے رہے ہیں اور اپنے مطالعہ میں رکھتے تھے اور
انھیں الہامات میں سے وہ الہامات بھی ہیں جنمیں حضرت اقدس کو بخطاب موسیٰ مخاطب
کیا گیا ہے اب ایک عرصہ دراز کے بعد بابو صاحب بھی مثیل موسیٰ ہونے کے مدعی ہوتے ہیں
اور اکثر انھیں الہامات مندرجہ براہین کا مصداق مخالفانہ رنگ میں بلا سبب ہو کر اپنے تئیں قرار دیتے
ہیں اب تحقیق طلب یہ امر ہے کہ صادق کون ہے اور کاذب کون ہے کیونکہ اگر بابو صاحب
مصدق ہو کر اور سلسلہ بیعت میں بھی داخل ہو کر اپنے تئیں مورد اُن الہامات کا قرار دیتے
تو پھر باحتمال توارد کے اس تحقیقات کی کوئی ضرورت بھی نہیں تھی لیکن درصورت تکذیب
کے تحقیق صدق وکذب کی ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا اختلاف واقع نہیں ہو سکتا درصورت وقوع

ایسے اختلاف کے ایک ہی فریق صادق ہوگا اور دوسرا کاذب کما یشیر الیہ قولہ تعالیٰ قال اللہ تعالیٰ ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ اسکا فیصلہ تو خود بابو صاحب کے اقرارات نے ہی کر دیا ہے کسی دوسرے حکم کے فیصلہ کرنیکی کوئی ضرورت باقی ہی نہیں رہی کیونکہ بابو صاحب نے کبھی اپنے الہامات کو وساوس شیطانی خیال کیا ہے اور کہیں پر ان الہامات کے مورد ہونے میں اپنے تئیں شیخ چلی قرار دیا ہے کما مر بیانہ اور پھر اگر ہم تسلیم بھی کر لیں کہ بابو صاحب کے خیالات الہامات ہی ہیں تو پھر اب اسکا کیا علاج کہ بابو صاحب کسی الہام کو درجہ شکیات اور ظنیات سے بڑھ کر کوئی مرتبہ یقین کا ہرگز دیتے ہی نہیں اور اس سب پر علاوہ یہ ہے کہ حضرت اقدس کے الہامات مندرجہ براہین وغیرہ کو ایک مدت دراز تک پڑھتے سنتے ہی رہے اندریںصورت اگر کوئی شخص فرضاً بابو صاحب کا معتقد بھی ہوگا تب بھی اُسکو یہ امر بابو صاحب کے الہامات کی تصدیق میں متشکک کر دیوے گا اور جسقدر غور کرے گا اُسی قدر اُسکا شک بڑھتا چلا جاویگا بقول شخصے جسقدر چھپا نوگے اُسیقدر کرکلا ہوگا پھر ناظرین فرماویں کہ بابو صاحب کے الہامات جدیدہ وحادثہ کو دربارۂ تکذیب الہامات قدیمہ ومصدقہ حضرت اقدس کے کوئی اہل عقل کیونکر تسلیم کر سکتا ہے اور علاوہ بریں علاوہ یہ ہے کہ درصورت تکذیب بابو صاحب کے اُن الہامات کا مہبط اُن کو قرار دینے میں کسی الہام بابو صاحب کی کل ٹھیک ہی نہیں بیٹھ سکتی جیسا کہ ہم سابق میں بیان کر چکے ہیں اسجگہ پر ہم ایک کلام کلی طور پر بابو صاحب کے اُن الہامات میں نظر کرتے ہیں جنمیں بخطابات موسوی بابو صاحب کو مخاطب کیا گیا ہے جسکی وجہ سے بابو صاحب مثیل موسیٰ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور اپنی کتاب کا نام عصی موسیٰ رکھا ہے۔ اے ناظرین یہ تو تمکو معلوم ہو چکا ہے کہ بابو صاحب نے وجہ شبہ اپنی تشبیہ کے لیے ساتھ حضرت موسیٰ کے حالت طفلی میں ڈوب جانا بیان کیا ہے لیکن یہ وجہ شبہ بھی مابین بابو صاحب وحضرت موسیٰ کے مشترک نہیں ہے کیونکہ حضرت موسیٰ کا ڈوب جانا کسی روایت سے ثابت نہیں ہے ہاں آل فرعون کا ڈوب جانا* بالضرور ثابت ہے کما قال اللہ تعالیٰ واغرقنا آل فرعون وانتم تنظرون، کما مر مراراً۔ اب ناظرین انصاف کر کر فرماویں کہ بابو صاحب کس کی مثیل ہوئے موسیٰ کے یا آل فرعون یا خود فرعون کے بیٹوا توجروا۔ اسجگہ پر ہم یہ بھی مناسب سمجھتے ہیں کہ حضرت اقدس کو جو خطابات موسوی الہامات مندرجہ براہین میں اللہ تعالیٰ نے مخاطب فرمایا ہے کچھ مناسبات حضرت اقدس کو جو حضرت موسیٰ کے ساتھ پائی جاتی ہیں بیان کریں

* ابتداء کا کوئی پیٹنا میں ڈوب جانا نقص الا بنیا میں لکھا ہے - ۱۲ منہ

تاکہ ناظرین کو ان الہامات کی تصدیق منجانب اللہ ہونے کی حاصل ہو اور بمقابلہ اُن کے بابو صاحب کے الہامات کا ایحائے شیطانی ہونا بھی واضح ہو جاوے کیونکہ یہ بھی ایک سنتہ الٰہی ہے کہ بوقت بعثت مامورین الٰہی کے القاءات شیطانی بھی ضرور واقع ہوا کرتے ہیں چنانچہ اسی سنت کو اللہ تعالیٰ نے ایک قضیہ کلیہ کے طور پر اپنے کلام پاک میں بیان فرمایا ہے کما قال اللہ تعالےٰ وکذلک جعلنا لکل نبی عدوا شیاطین الانس والجن یوحی بعضہم الی بعض زخرف القول غرورا۔ اور چونکہ اللہ تعالےٰ نے اپنے کلام پاک میں حضرت موسیٰ کے اثبات نبوۃ کے لیے بالاجمال آیات تسعہ بھی بیان فرمائے ہیں کہ و لقد اتینا موسی تسع ایات بینات فسئل بنی اسرائیل لہذا ہم بھی یہاں پر آیات تسعہ موسوی میں ہی وجوہ مناسبات اس مسیح موعود کے لیے بیان کرتے ہیں تاکہ اگر کسی شخص کو ایک دو مناسبات سے تسکین حاصل نہ ہو تو مناسبات تسعہ سے تو تسلی ضرور ہی ہو جاوے گی کیونکہ نو کا عدد انتہا احاد کا ہے

بَیَانُ مُنَاسَبَاتِ مُوسَوِی بَامَہْدِیٔ مَعْہُوْد وَمَسِیْحِ مَوْعُوْد

واضح ہو کہ خاتم الخلفاء محمدی کے لیے ضرور ہے کہ تمام انبیاؤں کی صفات کسی نہ کسی پہلو سے اُنہیں موجود ہوں ورنہ پھر وہ خاتم الخلفاء محمدی نہ ہوگا ھذا خلف کیونکہ خاتم الخلفا کے معنے یہ ہیں کہ تمام سلاسل فضائل تجدید اور کمالات اصلاح کا ختم و انتہا بطور ظلیت حضرۃ خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے اُسپر بھی ہو جاوے اور اسی لحاظ سے حضرت اقدس کا الہام مدت سے براہین میں شائع ہو چکا ہے کہ جری اللہ فی حلل الانبیاء تمام لہذا ہم یہاں پر نہایت اختصار کے ساتھ وہ مناسبات لکھے دیتے ہیں کہ جو اس مثیل موسیٰ کے مثیل کو حضرت موسیٰ کے ساتھ حاصل ہیں کیونکہ تفصیل اُن کی ہمارے رسائل میں موجود ہے بہاں پر تفصیل موجب ملالت ہوگی۔ **مناسبت اول** حضرت موسیٰ کو ایک آیت آیات تسعہ میں سے ید بیضا مرحمت ہوا تھا کما قال اللہ تعالےٰ وادخل یدک فی جیبک تخرج بیضاء من غیر سوء فی تسع ایات الی فرعون وقومہ انہم کانوا قوما فسقین

$\frac{19}{15}$ حضرت موسیٰ کے لیے ید بیضا کا نشان مرحمت ہونے میں یہی سر تھا کہ آپ کے ہاتھ سے وہ شرائع ظاہر ہوں گی کہ اُن کے انوار معنویہ انوار حسیہ سے بڑھ جاوینگے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اس مثیل مثیل موسیٰ کو بھی بمقابلہ ید بیضا کے منارہ بیضا عنایت فرمایا جیساکہ صحیح

حدیثوں میں وارد ہے کہ ینزل عند المنارۃ البیضا شرقی دمشق مگر یہ منارہ بیضا محمدی ید بیضای موسوی سے غالب ہے کیونکہ یہاں پر دو لفظ ہیں یعنی منارہ اور بیضا جو کثرت براہین انوار اسلام پر دلالت کر رہے ہیں اور وہاں پر صرف ایک لفظ بیضا کا ہی ہے وجہ یہ ہے کہ وہاں پر انوار توریت تھے اور یہاں پر انوار قرآن مجید کے ہیں جو اُس کے سینہ مبارک سے نکل رہے ہیں جو بدرجہا انوار موسوی سے اکثر اور غالب ہیں اور واقعات نے بھی شہادت دیدی کہ منارہ بیضا مسیح محمدی ید بیضا موسوی سے انوار میں زیادہ ہے دیکھو اُس کے معارف اور حقائق قرآنی کو اُسکی کتابوں میں اور اسی کی تائید میں یہ الہام ہے کہ بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم اُفتاد۔ ایضاً میں اپنی چمکار دکھاؤں گا۔ ایضاً فلما تجلی ربه للجبل جعله دکا۔ ایضاً یریدون ان یطفؤا نور الله بافواههم والله متم نوره ولو کره الکفرون۔ وغیرہ وغیرہ یہ سب الہامات براہین احمدیہ میں موجود ہیں جو کئی پہلوؤں سے پورے ہو گئے اور پورے ہوتے جاتے ہیں۔

مناسبت دوم حضرت موسیٰ کی قوم نے ایک گوسالہ بنا کر اُسکی پرستش کی تھی کما قال اللہ تعالےٰ واتخذ قوم موسیٰ من بعده من حلیهم عجلا جسدا له خوار الم یروا انه لا یکلمهم ولا یهدیهم سبیلا اتخذوه وکانوا ظٰلمین۔ حضرت موسیٰ نے اس گوسالہ کو جلا کر اور خاکستر کر کر دریا کے پانی میں اُڑا دیا تھا کما قال اللہ تعالےٰ لنحرقنه ثم لننسفنه فی الیم نسفا۔ جیسا کہ یہ قصہ گوسالہ پرستی کا حضرت موسیٰ کے وقت میں واقع ہوا تھا مثیل موسیٰ کے وقت میں بھی واقع ہوا دیکھو آئینہ کمالات اسلام وغیرہ کو جسمیں بطور پیشین گوئیوں کے اس قصہ کی تفصیل کی گئی ہے اور قوم ہنود نے جو بقیہ قوم قبط ہیں لیکھرام کو اپنا معبود قرار دے لیا تھا اُس کے واسطے اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں یہ الہام موجود ہے عجل جسد له خوار۔ له نصب وعذاب اور جسطرح جبر گوسالہ زمانہ موسوی عید کے دنوں میں نیست و نابود کیا گیا تھا دیکھو توریت خروج باب ۳۲۔ اسیطرح جبر یہ گوسالہ ہنود اور قوم قبط عید کے دنوں میں ہی حسب پیشین گوئی عظیم الشان ہلاک و نابود کیا گیا جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے ایک نشان عظیم الشان ہے دیکھو تفصیل اس کی سراج منیر وغیرہ میں اور گوسالہ کے ہلاک و نابود ہونے کیطرف احادیث میں بھی تذکرہ موجود ہے دیکھو مسک العارف وغیرہ کو اور جسطرح حضرت موسیٰ کے ہاتھ سے ایک قتل قبطی اتفاقی طور پر واقع ہو گیا

تھا جسمیں وہ بے قصور تھے اور قبطیوں نے حضرت موسی کے قتل کرنے میں کوشش کی تھی اور اللہ تعالے نے اس قتل قبطیوں سے اُن کو محفوظ اور مصئون رکھا تھا جس کا اشارہ اس آیت میں ہے قال رب انی قتلت منھم نفسا فاخاف ان یقتلون۔ اِسوقت کے قبطیوں نے جو جان توڑ کوششیں حضرت اقدس کے قتل میں کیں وہ سب پر ظاہر اور باہر ہیں چونکہ انکی یہ سب کوششیں بیجا اور ناحق تھیں لہذا اللہ تعالے نے ان قبطیوں کو بھی اسبارہ میں محض ناکام رکھا یہ بھی ایک مناسبت جلیہ ہے

مناسبت سوم حضرت موسی کی قوم پر بسبب اُن کی سرکشی اور تحریف و تکذیب آیات الٰہی کے طاعون بھی نازل ہوا تھا کما قال اللہ تعالے فبدل الذین ظلموا قولاً غیر الذی قیل لھم فانزلنا علی الذین ظلموا رجزا من السماء بما کانوا یفسقون لفظ رجز کے معنے سب مفسرین طاعون کے لکھتے ہیں۔ اس مثیل مثیل موسیٰ کے زمانہ میں بھی روایات متضمن امارات مسیح موعود میں وقوع طاعون کا بھی لکھا ہوا ہے اور اب چند برسوں سے دنیا میں طاعون پھیل بھی رہا ہے اور یہ مسیح موعود مدت سے مکذبین اور فاسقین کو اس عذاب سے انذار فرما رہا ہے ہاں اسکی بستی کے لیے یہ الہام مدت سے شائع ہو چکا ہے کہ انہ اوی القریۃ، ایضًا لولا الاکرام لھلک المقام وغیرہ وغیرہ اور اُس کے مکاشفات و رویا بھی اس عذاب طاعون کی نسبت مدت سے شائع ہو چکے ہیں دیکھو ایام الصلح وغیرہ کو بلکہ براہین کو امراض الناس وبرکاتہ وغیرہ وغیرہ اور جیساکہ قوم موسی تحریف وتبدیل کلام الٰہی کی مرتکب ہوئی تھی اسیطرح پر اسوقت اسکی قوم بھی توفی وغیرہ کلمات الہیہ میں تحریف کر رہے ہیں اور طرح طرح کے ظلم کے ساتھ پیش آرہے ہیں اور فسق و فجور کے مرتکب ہیں جس سے بما کانوا یفسقون کے مصداق بنگئے ہیں اب ہے کوئی پنجاب میں گدی نشین یا کوئی عالم علما میں سے جو اپنی بستی کے لیے ایسا الہام شائع کرے

مناسبت چہارم۔ (حل عقدۃ اللسان) ہے توضیح اُسکی یہ ہے کہ جب حضرت موسی کو حکم ہوا کہ فرعون کے پاس جاکر تبلیغ احکام الٰہی اور مناظرہ احقاق حق کرو۔ چونکہ انکی زبان میں کسی قدر لکنت واقع تھی جس کی وجہ سے وہ فصاحت اور بلاغت کے ساتھ مناظرہ نہیں کر سکتے تھے لہذا یہ دعا کی رب اشرح لی صدری و یسر لی امری واحلل عقدۃ من لسانی یفقھوا قولی ۱۲ اور یہ دعا اُن کی مقبول ہوئی کما قال تعالے قد اوتیت سؤلک یاموسیٰ۔ یہاں پر اس مثیل مثیل

موسیٰ کے لیے اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا یا احمد فاضت الرحمۃ علے شفتیک۔ اور باوجودیکہ آپ عجمی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کو منظور تھا کہ وہ فصاحت اور بلاغت زبان عربی میں عطا فرمائی جاوے کہ جس کی تحدی کے روبرو کوئی عربی یا عجمی اُس کا مقابلہ نہ کرسکے چنانچہ یہ الہام مشعر اعجاز فصاحت و بلاغت کے براہین میں موجود ہیں کہ ان ھذا الا قول البشر واعانہ علیہ قوم اٰخرون۔ قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین۔ ھذا من رحمۃ ربک یتم نعمتہ علیک لتکون اٰیۃ للمؤمنین۔ یعنی فصاحت اور بلاغت جو تمکو دی گئی ہے یہ اللہ تعالیٰ کیطرف سے ایک رحمت ہے اور اس رحمت سے اللہ تعالیٰ اپنی نعمت کو بھرپور اکرے گا اور مومنین کیلیے یہ فصاحت اور بلاغت ایک نشان الٰہی ہوگی۔ دیکھو یہ پیشین گوئی کس تحدی کے ساتھ واقع ہو گئی ہے کہ عجیب وغریب کتابیں بہت کثرت سے نظم و نثر زبان عربی میں تحدیانہ بلاغت اور فصاحت کے ساتھ لکھی گئی ہیں جنکا مقابلہ آجتک کوئی نہیں کرسکا حتی کہ پانچ پانچ ہزار روپے کا انعام بھی درصورت مقابلہ دینا اختیار کیا گیا لیکن مخالفین ایک سطر تک یا ایک شعر تک بھی اُن کے مقابلہ میں نہ لکھ سکے۔ اب دیکھو کہ اس نشان کو حضرت موسیٰ کے نشان سے کسقدر زیادت ہے کیونکہ حضرت موسیٰ نے تو دعا کی تھی تب وہ دعا قبول ہوئی اور یہاں پر محض رحمت الٰہیہ کے تقاضے سے خود بخود الہام ہوا کہ یا احمد فاضت الرحمۃ علی شفتیک وغیرہ وغیرہ۔ حضرت موسیٰ نے اپنی زباندانی میں فرعون کے ساتھ تحدی نہیں فرمائی اور یہاں پر معجزہ محمدی یعنی اعجاز بلاغت وفصاحت محمدیہ کو تحدیانہ طور پر تازہ کیا گیا اور ایسی ہی مناسبات کیوجہ سے اس مسیح موعود کو کسی جگہ بنام موسیٰ مخاطب کیا گیا ہے جیساکہ براہین میں یہ الہام موجود ہے کہ تو حکم علیہم انت فیھم بمنزلۃ موسیٰ۔ اور کہیں پر اُن کلاموں کے ساتھ مخاطب کیا گیا ہے جن سے حضرت موسیٰ کو خطاب کیا گیا تھا جیساکہ لاتخف انک انت الاعلیٰ۔

مناسبت پنجم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں سواء فرعون و ہامان کے ایک مکذب قارون بھی تھا جسکا یہ زعم تھا کہ تقدیرات اور تصرفات الٰہی کوئی چیز نہیں ہیں صرف اپنے علم عقل اور تدبیر سے ہم سب کچھ کرسکتے ہیں کما حکی اللہ تعالیٰ عنہ قال انما اوتیتہ علی علم عندی۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے فاسد اعتقاد کی سزا میں اُسکو زمین میں دھنسا دیا تھا چنانچہ فرماتا ہے فخسفنا بہ وبدارہ الارض فما کان لہ من فئۃ ینصرونہ من دون اللہ وما کان من المنتصرین۔ اس مہدی موعود کے

زمانہ ہمارا بھی دجا علیہ شیاطین ایسے ہی عقائد فاسدہ رکھتے ہیں اور اپنے علوم طبعیات کے زور میں تمام تصرفات خدائی اور تقدیرات الٰہیہ کے منکر ہیں اور اکثر ملکوں میں خسف بھی واقع ہوچکے ہیں دیکھو تفصیل اسکی ہمارے رسائل شمس بازغہ وغیرہ میں اور اسی مناسبت کے لحاظ سے روایات حدیثیہ میں بھی آیا ہے کہ زمانہ مسیح موعود میں خسف واقع ہوں گے اور چونکہ ماموربن اللہ کی حقیت کیلیے زمین و آسمان شہادت دیا کرتے ہیں اس لیے یہ حادثات ارضی و سماوی اسی کیطرف منسوب ہو جاتے ہیں چنانچہ حضرت اقدس کے یہ الہامات بھی ہیں جو مدت سے شائع ہوچکے ہیں الارض والسماء معک کما ھو معی قل لی الارض والسماء اور عالم کشف میں زمین نے حضرت اقدس سے یہ گفتگو بھی کی ہے یا ولی اللہ کنت لا اعرفک دیکھو سراج منیر وغیرہ کو اور یہی سر ہے کہ خسوف وکسوف کا اجتماع جو رمضان شریف ۱۳۱۱ھ میں واقع ہوا وہ مسیح موعود کی خاص آیات سے قرار دیا گیا ہے دیکھو تفصیل اسکی مسک العارف وغیرہ میں پس یہ تمام الہامات جو مدت سے شائع ہوچکے تھے اور مصادیق ان کے واقع بھی ہوچکے اور احادیث میں بھی یہ حادثات ارضی و سماوی اسکی علامات میں سے قرار دیے گئے تھے لہذا واقعات سے بڑھ کر اسکی حقیت وثبوت کے لیے اور کونسی شہادت ہوسکتی ہے کما قال اللہ تعالیٰ وکفی باللہ شہیدا۔ ولنعم ما قیل ؎ جملہ ذرات زمین و آسمان لشکر حق اند گاہ امتحان ✦ **مناسبت ششم** حضرت موسیٰ کی آیات تسعہ میں سے ایک عصا بھی تھا کہ جو بوقت مقابلہ فراعنہ کے سانپ دوڑنے والا ہوجاتا تھا باایں ہمہ پھر حضرت موسیٰ کے لیے موجب انواع انواع فوائد اور طرح طرح کے مقاصد کا سامان بھی تھا کما قال اللہ تعالیٰ قال القھا یموسیٰ فالقھا فاذا ھی حیۃ تسعیٰ قال خذھا ولا تخف سنعیدھا سیرتھا الاولیٰ اب تحقیق طلب یہ امر ہے کہ اس عصا کے حیۃ تسعیٰ ہونے میں کیا سر تھا سو ظاہر ہے کہ ایسے سانپ میں جو حیۃ تسعیٰ کا مصداق ہو دو خاصیتیں متضادہ موجود ہوتے ہیں ایک کمال درجہ کی سمیت جو مہلک انسان کی ہے اور دوسرے اسی درجہ کی تریاقیت بھی ہوتی ہے جو اطبا پر مخفی نہیں کیونکہ لنسخجات تریاق الافاعی اطبا کے نزدیک مشہور و معروف ہیں اور اسی لیے عربی میں اسکا نام حیہ بھی ہے جو حیات پر دلالت کرتا ہے اس مثیل مثیل موسیٰ کے لیے بھی ایک ایسا ہی عصا دعا کا دیا گیا ہے کہ الدعاء سلاح المؤمن او کما قال جس میں یہ دونوں خواص موجود ہیں یعنی مکذبین اور منکرین کے لیے تو وہی عصا دعا مصداق ہے کلا یجعل لکافر ان یجد ریح نفسہ الامات کا اور وہی ڈر اور تیزی کے ساتھ سعی بھی ہو

ہے جو عصائے موسوی میں تھی کیونکہ یہ تینہی نفسہ جیسا کہ یہی طرح حدیث صحیح میں وارد ہے چنانچہ واقعات
ہلاکت لیکھرام و آتھم اور دیانند وغیرہ وغیرہ اسپر شہادت دیرہی ہیں اور الہام اجیب کل دعائک الا فی شرکائک
بڑت سی مشہور ہو چکا ہے اور دوسری خاصیت یعنی اتوکاء علیہا واھش بہا علی غنمی ولی فیہا مآرب اخریٰ
بھی موجود ہے کہ تمام بھروسہ اور تکیہ اُسکا اسی عصائے دعا پر ہے کیونکہ حدیث میں بھی وارد
ہے کہ الدعاء سلاح المومنین اور بنی اسرائیل کی بھیڑوں کے لیے بھی غذائے روحانی
دیتا ہے کہ اھش بہا علی غنمی ؎ چوں مرا نورے پے قوم مسیحی دادہ اند ؛ این
مریم مصلحت را نام من بنہادہ اند ؛ اور طرح طرح کے دیگر مقاصد اسی عصائی دعا سے
حاصل ہوتے ہیں جو حقیقت برکات الدعا کی اس مہدی موعود کے وقت میں ظاہر اور
واضح ہوتی ہے۔ ازمانہ فیج اعوج میں تمام گم ہو چکی تھی دیکھو رسائل برکات الدعا اور ایام
الصلح وغیرہ کو۔ اور الہام حضرت اقدس لا تخف انک انت الاعلیٰ بھی اسی کیطرف
ناظر ہے اور قصہ عصا موسوی کیطرف اشارہ کر رہا ہے۔

مناسبت ہفتم۔ حضرت موسیٰ کے مقابلہ میں فرعون اور فرعونیوں نے چند اقوال بیہودہ
کیے تھے جنکا ذکر پروردگار جل وعلا نے اپنے کلام پاک میں کیا ہے قالوا ھذا سحر مفتری
ما سمعنا بھذا فی اباءنا الاولین اور اپنے علم پر بھی بڑا غرور کیا تھا حتی کہ فرعون نے
یہ بھی کہا کہ ما علمت لکم من الہ غیری فاوقد لی یا ھامان علی الطین فاجعل
لی صرحا لعلی اطلع الی الہ موسیٰ مطلب فرعون کا اس مقولہ سے یہ تھا کہ جبکہ
میرے علم میں باوجودیکہ میں سب سے زیادہ علم رکھتا ہوں کوئی اور معبود اس میں نہیں ہے
تو ایک محل عالی شان اور رفیع ہی بنایا جاوے جسپر چڑھ کر اطلاع ہو کہ آسمان پر بھی کوئی الہ موجود
ہے اور میں تو موسیٰ کو محض کاذب سمجھتا ہوں کیونکہ اگر فرض بھی کیا جاوے کہ کوئی الہ آسمان پر
ہو تو پھر بھی اُس نے پیسے زمین کے اُسے جو میں ہوں کیا تعلق حکومت اور ولایت کا ہو سکتا ہے
یہ مطلب فرعونی ما حصل ہے آیات قرآنی کا بالآخر فرعون اور تمام فرعونی لوگ ذلت اور رسوائی
سے ہلاک کیے گئے اب دیکھو کہ اس مثیل موسیٰ کے وقت میں بھی محمد حسین اور نذیر حسین کی
طرف سے بھی اقوال بادنیٰ تغیر پیش ہوئے دیکھو اُس قول مثل بول کو کہ میں نے ہی تمکو چڑھایا
تھا اور میں ہی تمکو نیچے گراؤں گا یہ قول کس قدر مشعر دعوی الوہیت کا ہے پھر اُن کے فتوے
پر اگر نظر کی جاوے تو بلا تغیر وہی فرعونی اقوال تھے اور پھر واقعات پر بھی اگر نظر کیجاوے
تو ثابت ہو کہ ریویو محمد حسین کا کلُوہ کام کر چکا تھا جو فرعون نے تربیت میں موسیٰ کے کیے تھے
یہ ہی سب مناسبات ہیں اور اسی تکبر اور غرور کی بنا پر فتوی تکفیر طیار کیا گیا لطف یہ کہ ان فتنہ تکفیر کی

خبر متعدد الہاموں میں جو براہین میں موجود ہیں پائی جاتی ہے چنانچہ ایک یہ الہام ہے واذ یمکر بك الذی کفر اوقد لی یاھامان لعلی اطلع الٰہ موسیٰ وانی لاظنہ من الکاذبین اور یہ الہام مصدقہ مولوی محمد حسین کا ہے اور اُس کے ہاتھوں سے یہ تمام کوشش اس آگ کے مشتعل کرنے میں صادر ہوئی تھی اور آخر الہام میں دوسرا جملہ یہ ہے تبت یدا ابی لھب وتب ماکان لہ ان یدخل فیھا الا خائفا ۔ آہ ۔ جو اُنکی تمام کوششوں کے ناکام ہونے پر دلالت صحیحہ کر رہا ہے چونکہ اب مضمون اس الہام کا بھی اُسکو مشاہدہ ہو گیا یعنی بجز ذلت وخواری کے اور کچھ اُسکو حاصل نہ ہوا لہذا یہ الہام من اولہ الی اٰخرہ بسبب عین الیقین ہونے کے نسبت محمد حسین اور اُس کے متبعین کے ایک حجت قاطعہ اور نشان الٰہی ہے جس کے تسلیم کرنے میں کوئی مفر باقی نہیں رہتا کیونکہ عین الیقین یا حق الیقین کے نفی کرنے کی کسیکو مجال نہیں ہو سکتی ہے اور نیز دوسرے الہام بھی اُس کی کوششوں کے نیست ونابود کرنے کے لیے دلالت کر رہے ہیں جیساکہ الفتنۃ ھھنا فاصبر کما صبر اولوالعزم فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکا ۔ اور نیز فبراہ اللہ مما قالوا وکان عند اللہ وجیھا فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکا ۔ اور واللہ موھن کید الکافرین ولنجعلہ اٰیۃ للناس ورحمۃ وکان امرا مقضیا اور جیساکہ حضرت موسیٰ حالت صغر میں بسبب خوف قتل فرعون کے صندوق میں رکھکر دریا میں ڈالدیے گئے تھے چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اذ اوحینا الی امك ما یوحیٰ ان اقذفیہ فی التابوت فاقذفیہ فی الیم فلیلقہ الیم بالساحل یاخذہ عدولی وعدو لہ ۔ اسی طرح حالت صغر وابتداء دعوی مسیحائی میں یہ مسیح موعود بھی طوفان تکفیر میں ڈالے گئے اور جسطرح بعد اس کے حضرت موسیٰ کی محبت سب کے دلوں میں ڈالدی گئی تھی جیساکہ فرمایا اللہ تعالےٰ نے والقیت علیك محبۃ منی اسی طرح پر بعد اس تکفیر کے ہزاروں انسانوں کے دلوں میں اُنکی محبت بھی داخل کی گئی اور اس سلسلہ الٰہیہ میں ساٹھہ ہزار آدمیوں کے قریب بعد تکفیر کے داخل ہو چکی لہذا اُسپر یہ کلام الٰہی مذکورہ نازل ہوا جو براہین میں مندرج ہے اور دوسرا الہام یہ ہے انت وجیہ فی حضرتی اخترتك لنفسی غرضکہ یکالمات الٰہیہ جو براہین میں مدت سے درج ہو چکے ہیں اس حملہ وقصہ تکفیر اور پھر براءت عن التکفیر اور وجاہت اور اکرام علی رغم انف المخالفین پر دلالت صریحہ کر رہے ہیں ۔ **مناسبت ہشتم** حضرت موسیٰ کے وقت میں مکذبین اور فرعونیوں پر قحط بھی واقع ہوا تھا کما قال اللہ تعالےٰ ولقد اخذنا اٰل فرعون بالسنین ونقص من الثمرات لعلھم یذکرون ۔ اس قحط کو بھی معترضین نے آیات تسعہ

موسوی میں ہے سے لکھا ہے اور اس قحط سے مراد الٰہی یہی تھی کہ فرعونیوں کو اللہ تعالیٰ کیطرف کچھ رجوعات ہو اور جو اُن کے لیے اصرار تکذیب پر آیندہ عذاب آنے والا ہے اس قحط سے تذکر حاصل کریں اور سخت عذاب آنے والے سے اپنے تئیں بچاویں کیونکہ جملہ لعلہم یذکرون اس کیطرف اشارہ کر رہا ہے مگر وہ باز نہ آئے یالآخر ہلاک ہو گئے - اسی طرح جبر زمانہ اس مسیح موعود میں بھی بروایات صحیحہ اس مثیل موسیٰ کی علامات سے قحط کا وقوع بھی مندرج ہے جسکی تفصیل ہم نے شمس بازغہ میں بخوبی کی ہے اور واقعات نے بھی وقوع اس قحط پر قبل طاعون کے شہادت دیدی ہے پس اس آیت الٰہی سے انکار کرنا بجز فرعونیوں کے اور کس کا کام ہے۔

مناسبت نہم حضرت موسیٰ کے وقت میں ایک شخص تھا جو عالم علم کتاب کا تھا بعد اس کے وہ ایسا مرتد ہو گیا جسکو غاوی فرمایا گیا یعنی جسکا ہدایت کیطرف رجوع ہونا نہایت دشوار ہے کیونکہ لغت میں غوی کے معنے منہمک فی الجہل کے ہیں جس کے رجوع رشد اور ہدایت کیطرف نہ ہوسکے اور اپنی ہوا و نفس کا بھی تابع رہے اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے اُسکی مثل کتے کی فرمائی ہے جو اپنی زبان کو ہر حالت میں نکالے ہوئے شدت سے ہانپتا رہتا ہے یعنی حالت علم کتاب میں بھی ہواء و ہوس دنیوی میں ہی پھنسا ہوا ہے اور ہانپتا ہے اور بوقت منسلخ ہونے اپنے کے علم اُن آیات سے بھی ہانپتا ہے اور سفلیات ارضی ہی کیطرف جھکا جاتا ہے اُس شخص کے قصہ کیطرف اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں بڑی تاکید سے توجہ دلائی ہے کہ اسمیں خوب تفکر کریں چنانچہ فرمایا واتل علیھم نبأ الذی اتیناہ ایاتنا فانسلخ منہا فاتبعہ الشیطان فکان من الغاوین اور پھر آخر میں قصہ کے مکرر فرمایا کہ فاقصص القصص لعلھم یتفکرون مقصود الٰہی اس تفکر اور تذکر قصہ سے یہی ہے کہ جو راہب ابو عامر وغیرہ باوجود علم بشارات مندرجہ کتاب توریت کے جنمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور نبوت ثابت ہوتی تھی اور دیگر علما اپنے اس علم کی رو سے سخت منتظر ظہور بعثت حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے رہتے مگر بعد ظہور کے اکثر اُن کے مرتد و مکذب اور کافر ہو گئے اُنکی مثال اُسی بلعم کی سی ہے جو حضرت موسیٰ کے وقت میں تھا خلاصہ مراد الٰہی یہ ہے کہ جیسا کہ حضرت موسیٰ کے وقت میں ایک عالم علم کتاب کا حضرت موسیٰ سے مرتد ہو گیا تھا اگر مثیل موسیٰ کیوقت میں بھی ابو عامر راہب وغیرہ باوجود علم بشارات محمدیہ مندرجہ کتاب کے مرتد ہو جاویں تو کچھ استبعاد کرنا نہ چاہیے بلکہ اُس سے عبرت پکڑنی چاہیے اب چونکہ زمانہ خاتم الخلفا کا بھی علی منہاج النبوۃ ہے کیونکہ وہ بھی مثیل موسیٰ ہے لہٰذا یہ زمانہ آخری بحکم اول باآخر نسبتے دارد

اُس واقعات موسوی کے دوبارہ یاد دلانے کا مقتضی تھا بنا براین اس زمانہ میں بھی وہی واقعہ پیش آیا کہ بعض نام کے علماء براہین کا ریویو لکھکر اور تصدیق تمام الہامات مندرجہ براہین کی کرکر بھی مرتد ہوگئے اور اُن کا ارتداد بطور نشان الٰہی کے اسواسطے ہوا کہ اُن کے ارتداد کیطرف الہامات مندرجہ براہین اشارہ کر رہے ہیں دیکھو الہام جحدوا بہا واستیقنتہا انفسہم وغیرہ کو بس یہ الہامات چونکہ حسب مضمون خود واقع ہوگئے اور مکذبین اُنکی تصدیق کرچکے تھے تو گویا اُن الہاموں کا مضمون مکذبین کے لیے بھی بمنزلہ عین الیقین کے ہوگیا جو نیز ایک بڑی حجت ہے اب ناظرین کی خدمت میں اپیل کی جاتی ہے کہ ان مناسبات آیات تسعہ موسوی میں غور کامل فرماویں اور پھر بابو صاحب کی مناسبت میں بھی جو ڈوب جانا ہے نظر تامل کرکر فیصلہ اخیر ہمارا یا انصاف کریں کہ آیا بابو صاحب مثیل موسیٰ ہیں یا حضرت اقدس مہدی معہود اور مسیح موعود بحکم جری اللہ فی حلل الانبیاء کے حلہ موسوی پہنے ہوے ہیں مجھکو تو ناظرین منصفین سے بھی اُمید ہے کہ حضرت اقدس کو ہی مثیل موسیٰ قرار دیکر بابو صاحب کے حق میں وہی فیصلہ دیویں گے جو قرآن مجید دیچکا ہے کما قال اللہ تعالیٰ وکذلک جعلنا لکل نبی عدوا شیاطین الانس والجن یوحی بعضہم الی بعض زخرف القول غرورا۔ وایضاً اقول فبای حدیث بعدہ یومنون + اب ہم تذکرہ مناسبات موسوی کو ختم کرتے ہیں تاکہ سامعین کو طوالت سے ملالت نہو اور اصل کلام کی طرف پھر رجوع کرتے ہیں کہ بابو صاحب کا اقرار ہے کہ امام پیشرو اور آگے چلنے والا ہوتا ہے اور پیشرو وہ ہوگا جو دوسروں سے افضل ہوگا۔ الخ پھر بابو صاحب ایسا شخص بھی اس تعریف کا مصداق ہوسکتا ہے جو بجا آوری رکن اول اسلام میں بھی مصداق واذا قاموا الی الصلوۃ قاموا کسالیٰ کا ہو بیٹا تو جروا۔ اور آیا وہ شخص مثیل عیسیٰ یا موسیٰ ہوسکتا ہے جسکو حضرت موسیٰ کے ساتھ نہ صرف ڈوب جانے میں ہی مشابہت ہو اور پھر اُسپر لطف یہ کہ حضرت موسیٰ کا ڈوب جانا کسی موضوع روایت سے بھی ثابت نہیں ہاں آل فرعون اور قبطیوں کا ڈوب جانا نصوص قرآنیہ سے ثابت ہے کما قال اللہ تعالیٰ واغرقنا آل فرعون وانتم تنظرون کما مر مرارا۔ نعم ما قیل شعر

خیالات نادان خلوت نشیں ❊ بہم برکند عاقبت کفر و دیں ❊ اگر باوجود اس بیان ثابت شدہ کے کوئی نادان بابو صاحب کو پھر بھی امام یا موسیٰ قرار دیوے اور الہامات بابو صاحب کو منجانب اللہ کہے تو سوائے مصداق شیخ چلی ہونے کے اور اُسکو کیا کہہ سکتے ہیں جیساکہ خود اُن کا اقرار ہے۔ **وسوسہ سوم** بمبر چار میں جو بابو صاحب الزام مسلمانوں کو

تحقیر و تبرہ بازی کا ہمیں لگاتے ہیں۔ افسوس کہ بابو صاحب نہ تو آداب مناظرہ سے واقف ہیں جو اُن سے عرض کیا جاوے کہ حضرت اقدس کی کسی تحریر میں خلاف آداب مناظرہ کے کوئی ایک کلمہ بھی نہیں ہے بلکہ وہی الفاظ تحریر ہیں جو مقتضائے علم مناظرہ کے ہوتے ہیں اور نہ ہماری جماعت کے کسی رسالہ یا اشتہار میں الفاظ خلاف آداب مناظرہ کے پائے جاتے ہیں ہاں جو شخص علم مناظرہ کے آداب سے خبردار ہی نہو تو وہ جو چاہے سو الزام لگاوے مثلاً ابھی ہماری تحریر میں لفظ شیخ چلی کا یا بابو صاحب کی نسبت یا ڈوب جانا اُسکا وغیرہ وغیرہ لکھا ہے تو بادی الرای میں ایک شخص بے خبر علم مناظرہ سے الزام خلاف تہذیب کا ہمیں لگا سکتا ہے مگر واضح ہو کہ جو نتیجہ مسلمات خصم سے پیدا ہو اُس نتیجہ کا محل اور موقع خصم کو قرار دینا ہرگز ہرگز خلاف تہذیب نہیں ہے ورنہ ابواب مناظرات بالکل مسدود ہو جاویں جو اصل الاصول افہام و تفہیم ہیں۔ دیکھو کتب آداب مناظرہ کو کہیں اس قسم کا الزام محض بیجا ہے اور بیخبری ہے آداب علم مناظرہ سے اب بالمقابل ناظرین مخالفین کی تحریرات بھی نظر کریں کہ سواء سب وشتم اور فحشاء اقوال و منکرات الفاظ کے کوئی بات اُنکی تحریرات میں نہیں پائی جاتی جسپر ہم صبر کرتے ہیں اور باوجودیکہ تعلیم اسلام میں انتقام بالمساوی لینے کی اجازت ہے کہ فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم۔ ایضاً جزاء سیئۃ سیئۃ بمثلہا مگر تاہم صبر جمیل کو کام میں لاکر نہایت استقلال کے ساتھ ہم ہرگز ہرگز انتقام نہیں لیتے اور ایسے فحشا کے مقابلہ میں معارف اور حقائق علمیہ کا بیان کرنا ہمارا کام ہے کما قال الامام الہمام علیہ السلام ؎ گالیاں سُن کے دعا دیتا ہوں اُن لوگوں کو ٭ رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے ٭ ایضاً۔ اے دل تو نیز خاطر ایشاں نگاہ دار ٭ کاخر کنند دعوٰے حب پیمبرم ٭ **وسوسہ چہارم** نمبر ۵ میں جو آپ تحریر فرماتے ہیں کہ مرزا صاحب نے اپنے الہامات میں ٹھوکر کھائے کو منہ کی قوت اور زور تحریر سے ٹھوکر نہیں مانا۔ اسکا جواب مفصل باب اول میں گذر چکا لہذا اب بجز لعنۃ اللہ علی الکذبین اور کیا کہا جاوے۔

وسوسہ پنجم۔ اور نمبر ۶ کا جواب خود آپ کے الہامات الم نشرح لک صدرک وغیرہ میں موجود ہے اور گذر چکا۔

قولہ صفحہ ۹۴ فصل ہفتم کے ذیل میں بابو صاحب کے چند وساوس ہیں جو ذیل میں نمبروار دفع کیے جاتے ہیں **وسوسہ اول** مرزا صاحب نے آیت مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کا مشار الیہ اپنے تئیں قرار دیکر رسالت اور نبوت کی مسند پر تکیہ لگایا ہے جو کسی مومن کا جگر و حوصلہ نہیں جس سے تحقیر آنحضرت اور شریعت اسلامی کی بھی

لازم آتی ہے وکذا وکذا ملخصاً۔ **الجواب** اے ناظرین غور کرنے کا مقام ہے کہ بابو صاحب اور ان کے ہم آواز اور رفقا کے عقائد کے بموجب تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت ہی ثابت نہیں ہوسکتی کیونکہ اُن کے عقائد کے بموجب تو حضرت عیسی زندہ موجود ہیں اور کس عظمت شان کے ساتھ کہ دوسرے یا چوتھے آسمان پر بصفات الوہیت **الان کما کان ولا یزول ولا یحول** متصف ہیں اور آیت مذکورہ باواز بلند اپنے منطوق سے یہ کہہ رہی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جنکا نام احمد ہے وہ بعد رسالت حضرت عیسی کے آوینگے پس درصورت زندہ ہونے عیسی رسول اللہ کے ابھی حضرت احمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہی نہیں ہوئے **فاین المفر** لیکن بموجب ہمارے عقائد کے حضرت عیسی تو بحکم **فلما توفیتنی** وغیرہ نصوص قطعیہ قرآنیہ کے وفات پاچکے اور رسالت حضرت احمد صلے اللہ علیہ وسلم متحقق ہوچکی پس اب جو کوئی مامور من اللہ ہو کر آوے گا وہ اسی احمد سے مستفیض ہو کر آوے گا اور ظاہر ہے کہ مستفیض اور مفیض میں مناسبت کا ہونا ضروری ہوتا ہے ہاں مناسبت میں کمی بیشی ضرور ہوتی رہتی ہے دیکھو جو کسی شاعر سے تربیت پاتا ہے وہ شاعر ہی کہلاتا ہے اور جو کسی خوشنویس سے استفادہ کرتا ہے وہ بھی خوشنویس کہلاتا ہے وغیرہ وغیرہ قانون قدرت میں دیکھو کہ اگر کسی آئینہ کو مقابل آفتاب کے کیا جاوے تو جو اُس آئینہ پر نظر ڈالو گے تو عکس مرئی کو بھی آفتاب ہی کہو گے پس اسی طرح جو آفتاب نبوت احمدیہ کے مقابل ہو کر فیض حاصل کرے گا اُس میں بقدر اپنی استعداد کے فیوض احمدیت آجاوینگے لیکن چونکہ مہدی موعود اور مسیح معہود کا استفاضہ اُس آفتاب نبوت احمدیہ سے نقطہ انتہائی کمال کو پہونچا ہوا ہے لہذا آیت مذکورہ میں ایک اشارہ لطیفہ اس مہدی موعود کیطرف بھی ہوا اور حدیث **یواطی اسمہ اسمی** نے اس اشارہ کو واضح کر دیا پس اگر حضرت مسیح موعود اس آیت کے مصداق ثانوی یا بالعرض ہوے تو نہایت درجہ کی عظمت شان آنحضرت صلعم اور قرآن مجید کی ثابت ہوئی نہ **نعوذ باللہ** تحقیر و توہین بلکہ تحقیر و توہین تو اس کے عکس میں لازم آتی ہے کیونکہ فیوض نبوت احمدیہ اس صورت میں بالکل منقطع ہوجاتے ہیں اور جبکہ خود بموجب اقرار آپ کے نبوت کی تقسیم کاملہ اور ناقصہ حضرت اقدس نے بیان فرمادی ہے تو پھر فرمایے کہ اب آپ کا کیا اعتراض ہے اس مسئلہ کو مفصل طور پر ہمنے رسالہ **رقیمۃ الوداد** ص۱۲۱ میں بیان کیا ہے اُسکی طرف رجوع کیا جاوے۔ **وسوسہ دوم** قرآن مجید میں احمد مذکور ہے نہ غلام احمد اگر اس آیت میں انکی طرف اشارہ ہے تو پھر غلام احمد ہی کیوں نہ مذکور ہوا اور تیرہ سو برس تک یہ نکتہ کسیکو معلوم نہ ہوا بلکہ صرف آپ پر ہی کھلا۔ باوجودیکہ قرآن مجید **تبیانا لکل شئ** اور **فصلت ایاتہ** کا مصداق ہے **الجواب** اولاً عرض ہے کہ بابو صاحب کی تقریر سے لازم آتا ہے کہ خلافت و امامت خلفاء اربعہ و آئمہ اہلبیت و مہدی و مسیح منتظر

وغیرہم کی سب باطل ہے کیونکہ قرآن مجید میں کسی کی امامت اور خلافت کا ذکر نام بنام کہیں مذکور نہیں
ہیں اُس ذات تعالے وتقدس ومالک نے دوسرے احکام دین ومدار نجات امور تو نہایت روشن
کھلے کھلے نازل فرماکر اسمیں درج فرمادیے اور اس اہم امر خلافت وامامت میں ایسا معما و خفا
رکھا کہ قیامت تک امت محمدیہ میں درمیان اہل سنت ورد افض بل خوارج کے ایک تفرقہ عظیم
ڈالدیا حتی کہ خود درمیان صحابہ ہی کے بوقت امامت خلیفہ چہارم ایک بڑا فتنہ عظیم برپا ہوا
چونکہ قرآن مجید عام ہدایت خلق اللہ کے واسطے اُس ہادی نے نازل فرمایا ہے تو کیا اُس پر
نام بنام اسماء خلفاء اربعہ و دیگر آئمہ اہل بیت ومہدی ومسیح موعود کے معہ ایسے تعیین و
تشخیص کے درج کرنے کچھہ دشوار تھے جو کسیکو اُس کے فہم میں کچھہ شبہ ہے واقع ہوتا یا
نعوذ باللہ اُس ارحم الراحمین کو یہی منظور تھا کہ اس اہم امر باعث ہدایت ونجات کو بدیہی
وظاہر طور پر درج کتاب عزیز خود نہ فرماکر تذبذب اور مشکلات میں ہی ڈالا جاوے الی آخر
القول فما ہو جوابکم فہو جوابنا۔ ثانیاً عرض ہے کہ فی الحقیقت قرآن مجید تو ضرور تبیاناً
لکل شئ ہے لیکن آپ کا ذہن عالی تو تبیاناً لکلِّ شئٍ ہنیں ہے اسی واسطے
علماء کبار کو ہر قرن میں حاجت تفسیر کلام الٰہی کی پڑی ہے اور بذریعہ افراد کاملین اُمت
کے حسب ضرورت وقت اُس کی تفسیر اول ہی قرن سے شروع ہوگئی ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ
بن عباس سے بروایت صحیح بخاری متوفیك کی تفسیر ممیتك موجود ہے وغیرہ وغیرہ اور
اسی تفسیر کلام الٰہی کے لیے ہر صدی میں ایک مجدد کی ضرورت واقع ہوئی کہ ان اللہ یبعث
لہذہ الامۃ علی راس کل ماۃ سنۃ من یجدد لہا دینہا جیسا کہ آیت انا نحن
نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون اسکی طرف مشعر ہے اور نیز آیت ان علینا جمعہ وقرانہ
فاذا قراناہ فاتبع قرانہ ثم ان علینا بیانہ بھی اس مسئلہ کو بیان فرما رہی ہے۔ ثالثاً
عرض ہے کہ یہ امر بالکل باطل ہے کہ ہر ایک کس وناکس جاہل کے لیے قرآن مجید تبیاناً لکل شئ
ہے اگر ایسا کچھہ ہو تو عام علوم ضائع ہوجاویں اور کسی زمانہ میں راسخون فی العلم کی ضرورۃ
ہی نہ پڑے اور نہ ایسے علما کے رفع درجات کے کچھہ معنی ہوں جنکو فرمایا گیا ہے کہ والذین
اوتوا العلم درجات اور جو صدہا فضائل علماء ربانیوں کے کتاب اللہ اور سنت صحیحہ
میں وارد ہوے ہیں وہ بھی لغو ہوجاویں وھذا باطل بالبداہۃ۔ رابعاً عرض ہے
کہ مرسلین ومامورین کے لیے سنت اللہ یہی ہے کہ اُنکی بعثت اور رسالت کچھہ تو اللہ تعالی
اپنے قول سے بیان فرماتا ہے اور جو اُسمیں کسی قدر خفا رہ جاتا ہے اُسکو اپنے فعل سے
رفع فرماکر واضح فرما دیتا ہے اور قول وفعل الٰہی دونوں جمع ہوکر مامورین اللہ کی بعثت کیلیے

مثبت ہوجاتے ہیں اور پھر قد تبین الرشد من الغی کا مصداق واقع ہو جاتا ہے حکمت
الٰہی اسمیں یہ ہے کہ علوم بھی ضائع نہ ہوں اور راسخون فی العلم کے جو مدارج ہیں وہ بھی
قائم رہیں اور جو خوارق عادات اور الٰہی نشانات جو افعال الٰہی ہیں اُن مامورین کی تصدیق
کے لیے منجانب اللہ صادر ہوں اُن کے وقوع اور صدور سے اُس مامور کی عظمت اور تکریم
ثابت ہو کیونکہ جملہ نشانات الٰہیہ جو اُس مامور کی تصدیق کے لیے صادر ہوئے ہیں وہ فعل
الٰہی ہوتے ہیں اسواسطے کہ یہ مسئلہ اسلام میں ثابت شدہ صداقت ہے کہ خوارق اور معجزات
نبی اور ولی کے فعل الٰہی ہوتے ہیں اور اسی لیے اس مسئلہ پر یہ مسئلہ متفرع ہے کہ مدعی
کاذب کی تائید اللہ تعالےٰ کیطرف سے نہیں ہوتی یعنی یہ معجزات جو افعال الٰہی ہیں کاذب
کے لیے صادر نہیں ہوسکتے اور یہی افعال الٰہی مابین کاذب اور صادق کے وجود وعلما مابہ
الامتیاز ہوجاتے ہیں اور یہیں وجہ تمام مرسلین اور مامورین کی بعثت ورسالت اللہ
تعالےٰ ہی کیطرف اسناد کی جاتی ہے کیونکہ یہ تائیدات الٰہیہ مامورین کے لیے بمنزلہ شہادہ
اسکے ہوتی ہیں جیساکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ھو الذی ارسل رسوله بالھدٰی
ودین الحق لیظھرہ علی الدین کله وکفی باللہ شھیدا اگر اس مابہ الامتیاز
کو ملحوظ نظر نہ رکھا جاوے تو پھر دین الٰہی سے امن اُٹھا جاتا ہے اور کوئی معیار مدعی
صادق اور کاذب کا بنظر ظاہری معلوم نہیں ہوتا ہے الحاصل حضرت اقدس کی دو شانیں
ہیں اول تو استفاضہ علوم کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے جسکی طرف آیت واخرین
منھم لما یلحقوا بھم دلالت کررہی ہے کما قال ؎ دگر استاد را نامے ندانم
کہ خواندم در دبستان محمد ؏ اس نظر سے آپ کا نام غلام احمد ہوا اور دوسری شان آپکی
افاضہ علوم احمدیہ کا ہے طرف اُمت موجودہ کی پس بلحاظ اس شان کے آپ کا نام احمد ہوا
جس کیطرف آیت مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمه احمد دلالت کررہی ہے
اور حدیث یواطی اسمه اسمی نے اُس دلالت حقہ کو واضح کردیا پس آپ بلحاظ اول
غلام احمد بھی ہیں اور دوسرے اعتبار سے احمد بھی ہیں ولولا الاعتبارات
لبطلت الحکمة اور لطف پر لطف یہ ہے کہ غلام احمد قادیانی سے سن وہ
سال مجددیت کا بھی برآمد ہوتا ہے جو ۱۳۰۰ ہجریہ ہیں اب کوئی بتلادے کہ ایسے معارف
قرآنی اور حقائق فرقانی سے قرآن مجید کی عظمت وتکمیل ہوتی ہے یا نعوذ باللہ کچھ
توہین وتحقیر پس اب فرمایئے کہ اُمت محمدیہ کو باوجود ایسی شہادات کتاب وسنت کے اور
موجود ہونے تمام نشانات اور آیات الٰہیہ کے قبول نہ کرنے میں اس مسیح موعود اور مہدی

معہود کے کونسا عذر باقی رہا ہے ورنہ تمام خلفاء راشدین اور آئمہ مہدیین اُمّت کی بھی آپکو تکذیب کرنی لازم ہوگی ونعوذ باللہ من ھذہ اللغویات والھفوات **وسوسہ سوم** شیخ عبداللہ صاحب کی صحبت میں ایسے انوار و برکات تھے جو ہمکو کرای العین محسوس ہوتے تھے اور مرزا صاحب کی صحبت کا یہ حال ہے کہ یا آخر بشرطیکہ مصاحب کو کسی قسم کی حاجت و محتاجی نہو سے مرزا صاحب کی قبول دعا وغیرہ سے دست بردار ہو جاتا ہے جیسا کہ عباس علی فتح خان غلام قادر وغیرہ **الجواب** شیخ عبداللہ صاحب میں تو وہی انوار تھے جو اُنکو عالم کشف میں آسمان سے اُترتے ہوئے قادیان میں معلوم ہوئے تھے جو حضرت اقدس مرزا صاحب اُن انوار کے مصداق ہیں باقی اگر وہ انوار آپ کو نظر نہ آدیں یا عباس علی وغیرہ اُس نور کے دیکھنے سے اندھے ہو جاویں تو اُس نور کا کیا قصور ہے ؎ گر نہ بیند بروز شپ پر چشم ٭ چشمہ آفتاب را چہ گناہ ٭ اے ناظرین بابو صاحب اور اُن کے رفقا ان چند آدمیوں کے ارتداد کو معیار کذب مسیح موعود کا قرار دیا کرتے ہیں حتی کہ بعض مخلصین فدائیوں کی نسبت بھی ایسی افواہ بے سر و پا اُڑا دیا کرتے ہیں کیونکہ اپنے زعم میں سمجھتے ہیں کہ ایسی ہماری منہ کی پھونکوں سے یہ نور الٰہی بجھہ جاوے گا کلا وحاشا جیسا کہ فرمایا اللہ تعالے نے یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ المشرکون اس قسم کے حیلے پہلے مکذبین بھی ڈھونڈتے رہے ہیں فرمایا اللہ تعالی نے وقالت طائفۃ من اھل الکتاب اٰمنوا بالذی انزل علی الذین اٰمنوا وجہ النھار واکفروا اٰخرہ لعلھم یرجعون ٭ لیکن جو صداقت ثابت شدہ ہوتی ہے ایسے حیلوں سے اُسکو کچھہ ضرر نہیں پہونچ سکتا اگر چند بے بصیرت ہدایت الٰہی سے مرتد ہو جاتے ہیں تو اُس کے بالعوض اللہ تعالے ہزاروں صادقین کو اُس سلسلہ حقہ میں داخل فرما دیتا ہے چنانچہ ایک جگہ اللہ تعالے دین اسلام کے مرتدین کے بارہ میں ارشاد فرماتا ہے یا ایھا الذین اٰمنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ اذلۃ علی المؤمنین اعزۃ علی الکافرین اور یہی علامت ہے دین حق کی کہ اگر دو سے بے بصیرت مرتد ہو جاویں تو اُن کے بدلے میں اللہ تعالے اُن سے بہتر اور زائد لوگوں کو اُس سلسلہ میں داخل فرما دیتا ہے چنانچہ اس سلسلہ الٰہیہ کا یہی حال ہے کہ بعد ارتداد چند* ایلیہ کے ہزاروں دانشمند آدمی عمدہ اور اخلاص میں سب سے زیادہ اس سلسلہ میں آگئے ہیں اور یہی سنت اللہ کی طرف

* [illegible]

اللہ تعالےٰ اپنے کلام پاک میں اشارہ فرماتا ہے ماکان اللہ لیذر المؤمنین علی ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب اور جیسطرح یہ سنت اللہ سلسلہ روحانی میں جاری ہے اُسی طرح اس سنتہ اللہ کو ہم سلسلہ جسمانی میں بھی دیکھتے ہیں، دیکھو ایک باغ ہے کوکہ باغبان جب تک کہ اشجار مثمرہ باغ میں سے اشجار مضرہ ناقصہ کو اُکھاڑ کر نہ پھینک دیوے یا جو شاخیں درختوں میں خشک ہوگئی ہوں اُنکو چھانٹ کر درختوں کو پاک وصاف نہ کرے تب تک باغ سرسبز اور شاداب نہیں ہوسکتا کیا خوب کہا ہے شیخ نے ؎ زکوٰۃ مال بدر کن کہ فضلہ رز را ۔ چو باغبان ببرد بیشتر دہد انگور

قولہ ص۹۵ فصل ششم میں بابو صاحب کو یہ وسوسہ ہوا ہے کہ مجھکو مرزا صاحب کی مخالفت میں الہام ہوتے ہیں اور مرزا صاحب کو یہ عشق ہے کہ تمام دنیا میری غلام ہوجاوے جو خاصہ الوہیت ہے اور مخالف شان عبودیت کے اگر یہ امر نہ ہوتا تو مجھکو اطاعت شرعی میں کوئی کلام نہیں تھا اور مجھکو کچھہ نیابت کی آرزو نہیں ہے جو اطاعت ناجائز کردں الجواب بابو صاحب کے الہامات کا حال تو مفصل باب اول میں مذکور ہوچکا وہ تو سب کے سب بابو صاحب ہی کی مخالفت میں اور حضرت اقدس کی تائید میں ثابت ہوگئے ہاں جملہ مامورین کو یہ عشق ضرور ہوتا ہے کہ تمام بندگان خدا اُسی مولی کریم کے فرمانبردار صادق ہو جاویں اور شرک وبدعات کو ترک کرکر توحید خالص اختیار کریں اور مثل عیسائیوں کے حضرت عیسیٰ کو صفات الوہیت میں شریک نہ گردانیں غرضکہ حضرت اقدس کے ادامر وہی ہیں جو آیت وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین حنفاء ویقیموا الصلوٰۃ ویؤتوا الزکوٰۃ وذلک دین القیمۃ وغیرہ میں مذکور ہیں جو شخص بصدق دل ان اوامر کو تسلیم کرتا ہے خود حضرت اقدس بحکم سید القوم خادمھم کے اُسکے خادم وچاکر ہوجاتے ہیں چنانچہ آپ کو خود اقرار ہے دیکھو ص۱۲۴ سطر ۲ کو (الانجی تک اگر آدھی رات کو وہ یعنی مولوی عبدالکریم صاحب مانگیں تو مرزا صاحب خود اپنے ہاتھہ سے اُسی وقت حاضر کرتے ہیں جیسا کہ عاجز کے روبرو خود مولوی صاحب نے بیان کیا تھا باوجودیکہ خدمتگار بھی اُنکی خدمت کو ہروقت موجود رہتے ہیں اور مرزا صاحب سے بھی بڑھ کر اُنکا حکم مانا جاتا ہے) اب فرمایئے کہ جس شخصکو یہ عشق ہوکہ تمام دنیا کو اپنا ادنی چاکر وغلام بنالے وغیرہ وغیرہ جو آپنے لکھا کیا اُسکی ایسی ہی سیرت وعادات ہوتی ہے کہ ایک اپنا مرید مگر مخلص موحد) آدھی رات کو الانجی طلب

کرے تو وہ مراد و مرشد اُسکا آدھی رات کو اپنی آسایش و آرام میں خلل ڈالکر فوراً اُسکی حاجت کے لیے مستعد ہو جاوے اور اپنے تمام نوکروں چاکروں کو بھی بسبب کسی قدر اُس مرید کی معذوری کے اس کی خدمت کے واسطے متعین کر دیوے اور اُس کے حکم کو اپنے حکم سے مقدم رکھے۔ افسوس ہے بابو صاحب کی عقل پر کہ باوجود ایسے اقرارات کے پھر بھی یہ الزام لگایا جاتا ہے۔ ؎ چشم باز و گوش باز و این ذکا ٭ خیرہ ام در چشم بندی خدا ٭ اے بابو صاحب کیا یہ اخلاق حمیدہ آپ کے مرشدین بھی تھے ✱ کلا و حاشا کیونکر ہو سکتے تھے یہ اخلاق محمدیہ تو اُسی شخص کا حصہ تھے جو مصداق ہے یواطی اسمہ اسمی کا والفضل ما شہدت بہ الاعداء ان جملہ آپ کے اعتراضات کو اذہان منصفین کے اسطرح پھینک دیتے ہیں جیسا کہ معدہ صحیحہ مکھی کو پھینک دیتا ہے اور انکی جوابات اہل بصیرت کے نزدیک ایسے بر محل دل نشین اور چسپاں ہو جاتے ہیں کہ جسطرح حلوا اور میٹھی چیز معدہ صحیحہ کے نزدیک کہ فوراً اُسکو قبول کر لیتا ہے۔ اور ایسے مامورین کی نیابت کے مستحقین ایسے متغیر المزاج تیز طبع غلیظ القلب کب ہو سکتے ہیں جو ادنیٰ ادنیٰ امور جزویہ سے متغیر ہو کر ایک صداقت ثابت شدہ کے اعدا ہو جاویں اور پھر طرح طرح کے افترا اور بہتان ایک صادق پر لگانا چاہیں ولہم عذاب الیم بما کانوا یکذبون ؎ شنیدم کہ مردان راہ خدا ٭ دل دشمناں ہم نہ کردند تنگ ٭ ترا کے میسر شود این مقام ٭ کہ با دوستانت خلاف است و جنگ ٭ پھر اب یہ بھی ارشاد کر دیجیے کہ بحکم وجعلنا ھم ائمۃ یہدون بامرنا لما صبروا کے اللہ تعالے نے ایسے صاحب اخلاق محمدیہ کو مہدی اور مسیح موعود گردانا تو سنت اللہ کے موافق ہوا یا مخالف بینوا توجروا

قولہ ص ۴۹ فصل ہشتم کے ذیل میں بابو صاحب کو چند وساوس عارض ہوئے ہیں۔

وسوسہ اول اویس قرنی بخدمت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بسبب خدمت اپنی والدہ کے حاضر نہیں ہو سکے تھے نہ یہ کہ آفتاب نبوت کے سامنے آنا ہی اُنھوں نے سوء ادب خیال کیا ہو جیسا کہ مرزا صاحب نے لکھا۔ **الجواب** اے ناظرین کیسی بیجا نکتہ چینی ہے واضح ہو کہ اویس کی مدح حدیث صحیح سے ثابت ہے باینہمہ اُنپر ایک سخت اعتراض ہوتا تھا کہ باوجود پالینے زمانہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اُنھوں نے شرف صحبت مقدسہ نبویہ کو کیوں حاصل نہیں کیا حاضر نہ ہونے میں اُنکو کیا عذر تھا چونکہ ممدوح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مطعون نہیں ہو سکتا لہذا اس طعن کے دفع کرنے کے لیے بحکم لولا اذ ظن المومنون والمومنات بانفسہم خیراً کے محمل نیک پیدا کرنا ہمپر ضروری ہوا ہے ایک تو بطور ظاہر کے جو خدمت والدہ ہے اور دوسرا بطور روحانی کے ہے جو حضرت اقدس نے روحانی طور پر اُنکی عدم حاضری

✱ نوٹ بابو صاحب کے مرشدوں میں اگر یہ اخلاق حمیدہ ہوتے تو روپیہ کا ... [illegible]

کا سبب لکھا ہے جس کی نفی بابو صاحب کر رہے ہیں لیکن حدیث میں اس کی نفی کہاں مذکور ہے بلکہ حدیث آپکی لکھی ہوئی مؤید اسی احتمال کی ہے کیونکہ حدیث سے حضرت اویس کا مستجاب الدعوات ہونا اور رحمن کی خوشبو کا مصداق ہونا ثابت ہوتا ہے باوجودیکہ وہ فیض صحبت ظاہری آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بظاہر مستفیض نہیں ہوے تھے اس سے ثابت ہوا کہ اویس کو بذریعہ کشف روحانی اور بصیرت باطنی سے اور الہام سے آنحضرت صلعم کی عظمت شان معلوم ہو گئی تھی پس روحانی طور پر عدم حاضری کا سبب یہی معلوم ہوتا ہے جو حضرت اقدس نے تحریر فرمایا ہے کیونکہ قانون قدرت میں بھی ہر ایک سبب کے اسباب دو ہی طرح کے پائے جاتے ہیں ایک روحانی اور دوسرے جسمانی فافہم **وسوسۂ دوم** مرزا صاحب میں یہ حس اور بصیرت باطنی مفقود ہے حالانکہ فقرا اور صوفیاء زمان میں پائی جاتی ہے برعکس اس کے مرزا صاحب کو ایسی بو محسوس ہوتی ہے کہ نئی طرز کی لعنتیں عربی میں لکھنے کی ان کو تکلیف کرنی پڑتی ہے الخ **الجواب** مامورین اللہ میں دو شانیں ہوتی ہیں یہی وجہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم قرآن مجید میں بشیر و نذیر کے نام سے اکثر یاد فرمائے گئے ہیں جو لوگ کہ حضرت صلعم پر ایمان لائے اور صدق و اخلاص کے ساتھ آپ کی نصرت کی ان کے حق میں بشیر ہوے اور جو آپ کے منکر اور مکذب رہے اور انواع انواع سے آپ کو ایذا اور تکلیف دی ان کے حق میں آپ نذیر ہوے ہر مامور من اللہ کے لیے اللہ تعالے کی یہی سنت رہی ہے دیکھو تمام قصص انبیا اور ان کے مکذبین کے جو قرآن مجید میں مندرج ہیں قال اللہ تعالیٰ لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علی لسان داؤد و عیسی ابن مریم ذلک بما عصوا و کانوا یعتدون - ایضاً قال تعالے اولئک یلعنہم اللہ و یلعنہم اللاعنون - ایضاً قال تعالے اولئک علیہم لعنۃ اللہ و الملائکۃ و الناس اجمعین + وغیر ذلک من الایات الکثیرۃ التی فیہا وعیدات عقوبۃ و انذار لعنۃ - اسی طرح پر اس مسیح موعود کی یہ صفت انذار بھی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کما جاء فی الحدیث لا یحل لکافر ان یجد ریح نفسہ الامات ایضاً فیکسر الصلیب و یقتل الخنزیر وغیرہ وغیرہ پس جو لوگ مکذبین آیات اللہ کے ہیں اور اولئک شر من تحت السماء کے مصداق ہیں خواہ گدی نشین ہوں یا علماء سوء اپنے حس اور بصیرت باطنی سے اس امام کو بھی پہچان لیا ہے اور جنہیں خوشبو رحمن پائی جاتی ہے اسکا اور ساک بھی فرمالیا ہے بلکہ ان کے متبعین کے لیے قیامت تک کی پیشین گوئی بشارات کی موجود ہیں وجاعل الذین اتبعوک

فوق الذین کفروا الی یوم القیٰمۃ - وانی مھین من اراد اھانتک - وانی معین من اراد اعانتک ۔ الحاصل انذار و تبشیر عام طور پر بھی حضرت اقدس کے الہامات میں موجود ہے جو بہت سے افراد میں متحقق ہو چکا اور خاص طور پر انذار و تبشیر جو الہاما کسی فرد خاص کے واسطے ہوا تھا وہ بھی رسائل اور اشتہارات میں جو قبل سے شائع ہو چکے ہیں درج تھا جو پورا ہو گیا کما مر سابقاً اور پھر دیکھو تریاق القلوب وغیرہ کو **وسوسۂ سوم** صرف بابو الٰہی بخش کو واسطے اظہار اس حس و بصیرت باطنی کے بے شر متقی پرہیزگار کہا گیا تھا لیکن کچھ عرصہ کے بعد اس خوشبو رحمن کو بدبو کہکر اپنے قول کی تکذیب کردی - **الجواب** بابو صاحب آپ اطمینان فرماویں کہ یہ الفاظ آپ کو الہاماً نہیں کہے گئے تھے بلکہ باعتبار حسن ظن کے لکھے گئے تھے چنانچہ آخر میں واللہ حسیبہ موجود ہے جو تمام آپ کے اتقا وغیرہ پر پانی پھیرے دیتا ہے کیونکہ یہ لفظ اکثر قرآن مجید کے محاورات میں محل انذار میں فرمایا گیا ہے کما قال تعالے اقرء کتابک کفیٰ بنفسک الیوم علیک حسیبا پس اس کلمہ میں ایک اشارہ لطیفہ آپ کے اس تغیر بیجا کیطرف بھی نکلتا ہے اور اللہ تعالے آپ سے اس تغیر کا حساب لینے والا ہے کما قال تعالے ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم - **قولہ** فصل دہم کے تحت میں آپ نے چند وساوس پیش کیے ہیں اور حدیث مجددہ ان اللہ یبعث کو بالکل مٹاتا چاہا ہے -

وسوسۂ اوّل جو مسائل مرزا صاحب نے بیان کیے وہ مخالف قرآن اور حدیث کے ہیں جیسا کہ نزول ملائکہ تعریف لیلۃ القدر عدد آمد تصویر وغیرہ اس لیے مسلمان انکی امامت حقہ کے تسلیم نہ کرنے میں معذور ہیں اور ایسے مسائل کا مرزا صاحب کیطرف سے مشتہر ہونا ہی مسلمانوں کے حق میں اچھا ہوا کہ وہ مرزا صاحب کے مذہب غیر سبیل المؤمنین سے مجتنب ہو گئے **الجواب** جو مسائل اسلامی اور حقائق و معارف قرآنی اس مجدد و امام اخر الزمان نے کھولے اور واضح کر دیے ہیں اہل بصیرت کے لیے تو وہ ایسے معارف حقہ صادقہ ہیں جو مصداق ہیں وننزل من القراٰن ما ھو شفاء ورحمۃ للمؤمنین کے ہاں جو لوگ امراض صفراوی میں مبتلا ہیں انکو شہد ہائے شیریں بھی تلخ ہی معلوم ہوتے ہیں کیونکہ آخر آیت مذکورہ کا یہی ہے ولا یزید الظٰلمین الا خسارا ۔ اور یہی سنۃ اللہ تمام مرسلین اور مامورین کے وقت میں رہی ہے حتی کہ سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بھی یہی سنۃ جاری رہی کما قال اللہ تعالے یضل بہ کثیرا و یھدی بہ کثیرا وما یضل بہ الا الفاسقین الذین ینقضون عھد اللہ من بعد میثاقہ ویقطعون

ما امر الله به ان یوصل ویفسدون فی الارض اولئک هم الخاسرون
آیہ وافی ہدایہ سے ثابت ہے کہ جو لوگ سرکش اور بیحکم ہیں، قول و قرار کے نقض کرنیوالے ہیں
بجائے وصل کے فصل کرنے والے ہوتے ہیں وہی ہدایتہائے ربانی سے گمراہ کیے جاتے
ہیں ایسے مکذبین کا وجود بھی مامورین کے وقت میں بالضرور ہوتا ہے ۔ درکار خانۂ عشق
از کفر ناگزیر ست ؛ آتش کرا بسوزد گر بولہب نباشد ؛ پس ایسے بے بصیرت مکذبین کی
تکذیب سے اس سلسلہ میں کیا قصور لازم آتا ہے - اور عملدرآمد تصویر کا جو خاص حضرت اقدس
کی طرف سے بقدر جواز واسطے ضرورت کے ہوا ہے اُسکی تفصیل ہم سابق میں بصفحہ ۷۹ یا
کر چکے ہیں فلیرجع الیہ پس وہی اشعار اس مثنوی کے جو آپ نے تحریر کیے ہیں عطائے
تو بلقائے تو آپ ہی کے گل دستار ہونے کے قابل ہیں کیونکہ وجود باجود ایسے مصلحین کا حق
کہ وجود رحمۃ للعالمین کا بھی دونوں شانیں انذار و تبشیر مندرجہ اشعار اپنے اندر رکھتا ہے ونعم ما قیل۔

در حق او نور و در حق تو نار ۔ در حق او ورد و در حق تو خار
در حق او نیک و در حق تو بد ۔ در حق او خوب و در حق تو رد
در مقامے حنظل و جائے شکر ۔ در مقامے خشکی و جائے مطر

مگر یہ تو فرمایئے کہ حدیث اِنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ عَلٰی رَأْسِ کُلِّ مِائَۃِ سَنَۃٍ
مَنْ یُّجَدِّدُ لَھَا دِیْنَھَا جس کا ترجمہ حضرت اقدس نے اسجگہ پر تحریر فرمایا تھا وہ کہاں
چلے گئے کیا آپ کے مولوی عبداللہ صاحب ہی اپنی قبر میں لے کر چلے گئے ورنہ پھر بتلائیے
کہ اس صدی کا مجدد کون ہے تاکہ پیشین گوئی مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی اُس کے وجود
با جود سے پوری ہووے ورنہ پھر مخبر صادق صلعم کی پیشین گوئی غلط ہوئی جاتی ہے وھو باطل
بکل البطلان والحمد للہ کہ مومنین مخلصین و مصدقین جو اس سلسلہ الہیہ میں داخل ہوئے
اُنکی فریاد اسلام کے بارہ میں اللہ تعالے نے سنکر اپنے وقت پر اس مجدد معہود اور مہدی
ومسیح موعود کو مبعوث فرمایا اور جو حملجات مخالفین اسلام دین اسلام پر کر رہے تھے
عین وقت پر اُن کا دافع بھیجدیا لہذا اس نعمت کے شکریہ میں ہم بھی وہی پڑھتے ہیں جو آپنے پڑھا

وھو المغیث لکل مخلوقاتہ ۔ وکذا یجیب اغاثۃ اللھفان
وھو الودود یحبھم ویحبہ ۔ احبابہ والفضل للمنان

وسوسہ دوم بابو صاحب کو ایک دو الہام نہیں ہوے بلکہ دفتر کے دفتر الہاموں
کے ہوتے ہیں **الجواب** اے بابو صاحب آپکے الہام جو کچھ باب اول میں لکھے گئے
ہیں اُن کا حال تو ناظرین کو معلوم ہو چکا کہ اکثر اُن کے بطور استراق السمع کے براہین احمدیہ

سے چرائے گئے ہیں اور اگر تسلیم کیا جاوے کہ آپ اُن کے مورد بھی ہیں تو کچھ حصہ انکا واسطے
تنبیہ اور زجر و توبیخ کے اللہ تعالے کیطرف سے آپ پر وارد ہوا ہے اور کسی قدر حصہ
واسطے یاد دہانی الہامات مندرجہ براہین کے آپ پر واقع ہوا ہے تاکہ پورے طور پر آپ پر
اتمام حجت ہو جاوے مگر آپ اپنے تکبر اور خود رائی سے متنبہ نہوے اور تمام نشانات
ارضی و سماوی کی تکذیب استکبارا اور عنادا کردی بقول شاعر ؎ رفعت کبھی کسیکی گوارا
یہاں نہیں ٭ اُس سرزمیں کے ہم ہیں جہاں آسماں نہیں ٭ کیا غلبہ لنسیت عبودیت کے
یہی آثار ہوتے ہیں کہ تکذیب آیات اللہ کی جاوے اور جن نعمتوں اور رحمتوں کے ساتھ
اللہ تعالے اپنے مامورین کو مختص فرماتا ہے اُن کا کفران و انکار کیا جاوے حالانکہ ان آیتوں کو
آپ پڑھتے بھی ہیں قل ان الفضل بید اللہ واللہ یختص برحمتہ من یشاء
واللہ ذو الفضل العظیم۔ اور یاد رہے کہ اگر آپ اپنے بوستان خیال کے دفتر کے
دفتر یہاں پر پیش کریں گے اس حکم و عدل کے قول فصل کے روبرو سب آپکی ترہات
ھباء منثورا ہو جاویں گے ولنعم ما قیل ؎ صد ہزاراں دفتر اشعار بود ٭ پیش حرف امیئ
آن عار بود ٭ **قولہ** موت جاہلیت مندرجہ حدیث کا ترجمہ اندھا پن نہیں ہے جو
مرزا صاحب نے کیا ہے **اقول** بابو صاحب نے یہ اعتراض کر کر پھر آپ ہی اُس کا
رد کر دیا ہے کہ آیت ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا ونحشرہ
یوم القیمۃ اعمیٰ سے اندھا پن ثابت ہوتا ہے بابو کیا جہل آپ کے نزدیک روحانی
عمی نہیں ہے اور حضرت اقدس نے تو دونوں جملے تحریر فرمادیے ہیں اُنکی عبارت کو
اے ہمارے بابو صاحب دیکھو د جو شخص اسحالت میں خدا تعالے کیطرف آئے گا کہ اُس نے
اپنے زمانہ کے امام کو شناخت نہ کیا وہ اندھا آئے گا اور جاہلیت کی موت پر مریگا۔
پھر آخر میں آپ اعتراض کرتے ہیں کہ مرزا صاحب کسی مصیبت یا مقدمہ کے وقت خیر الحافظین
کی حفاظت و نصرت کی آیات کو نسیاً منسیاً کر کر التفات لغیر اللہ کیا کرتے ہیں۔ **اقول**
لعنۃ اللہ علی الکاذبین حضرت امام الزمان تو ایسے ہی شرک فی الاسباب کے دفع
کرنے کے لیے مبعوث ہوے ہیں ہاں البتہ بحکم تعاونوا علی البر والتقویٰ ولا
تعاونوا علی الاثم والعدوان کے اسباب ظاہری کیطرف بظاہر توجہ کرنا بھی ان
مامورین کی عادت ہوتی ہے کیونکہ اسباب عالم کو معطل کر دینے میں ابطال صفت خلق الہیہ کا
لازم آتا ہے اور یہ تو حرام بلکہ کفر ہے قال اللہ تعالے ما خلقنا السماء والارض
وما بینہما باطلا ذلک ظن الذین کفروا فویل للذین کفروا من النار۔ ہاں البتہ ور

ہر ایک سبب کے استعمال میں مسبب الاسباب انکی نظر میں رہتا ہے کما قیل۔ **شعر**
ففی کل شئی له اٰیة ＊ تدل علی انه واحد ＋ ایضاً ۔ برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ＊ ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار ＊۔

وسوسہ سوم مرزا صاحب مسرف بھی ہیں کہ عرق کیوڑہ بید مشک وغیرہ وغیرہ کی گاگریں دور و دراز سے منگواتے ہیں اور حسن کی شیشی اور استعمال برف کثرت سے کرتے ہیں۔ اور مفاتیح کنوزا اپنے پاس رکھتے ہیں اور دیگر طرح طرح کا اسراف کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالے فرماتا ہے **کذلک نجزی من اسرف** اور پھر دیکھو گزران آنحضرت صلعم اور خلفائے راشدین اور دیگر اہل اللہ عباد الرحمن کو کہ انھوں نے یہ اسراف کہاں کیا اور کہاں اسقدر زیور بنوائے **وکذا وکذا**۔ الی آخر ما قال **الجواب** بابو صاحب نے اس وسوسہ میں رہبانیت کا پہلو اختیار کر کر عوام کو دھوکا دینا چاہا ہے اور اپنے پیر مولوی عبد اللہ کی سوانح پر بھی نظر نہیں کی کہ ہر روز وہ ایک ایک مرغ قیمتی بارہ آنہ کا اور انڈا قیمتی ایک ایک آنہ کا استعمال کرتے رہتے اور وہ بھی بغرض حصول قوۃ باہ کے جو قریب سو تک وقتاً فوقتاً نکاح انھوں نے کیے تھی اور کوئی کام تائید دین اسلام کا جو ان سے ظہور میں آیا ہو آجتک ہم نے نہیں سنا اور بابو نے اسقدر بھی نہیں سمجھا کہ مسئلہ اسراف کا ایک اضافی مسئلہ ہے کیونکہ ایک شخص مفلس مثلاً دھوبی چھیبی کی نسبت بعض چیزوں میں البتہ اسراف قرار دیے جاسکتے ہیں لیکن پھر وہی مصارف ایک سلطان مثل سلیمان کی نسبت بخل اور امساک میں داخل ہو جاتے ہیں اور اسی لحاظ سے کہا گیا ہے کہ ۔ اگر غربال کند بہرام گورے ＊ و چوں پائے ملخ باشد ز مورے ＊ اور پھر انفاق مال کی وجہ سے ان مصارف میں خواہ اپنی ذاتیات کی نسبت ہوں یا اپنے اہلبیت کے لیے یا دیگر اللہ تعالے کے رستوں میں زمین و آسمان کا تفاوت ہو جاتا ہے اللہ تعالے فرماتا ہے **ضرب الله مثلاً عبداً مملوکاً لا یقدر علی شئی ومن رزقناه منا رزقاً حسناً فهو ینفق منه سراً وجهراً۔ هل یستوون الحمد لله بل اکثرهم لا یعلمون** مطلب آیت کا یہ ہے کہ ایک غلام یعنی جو اشخاص بندہ ہیں اپنی خواہشوں نفسانی کے اور بخیل و ممسک ہیں نہیں قدرت رکھتے ہیں کہ اپنے اموال کو مقاصد دینیہ اور تبلیغ توحید اسلامیہ میں خرچ کریں اور دوسرے وہ لوگ جو ہواؤں نفسانیہ شہوانیہ کے بند سے آزاد ہو گئے ہیں اور ہم نے انکو پاک رزق دیا کہ وہ اپنے اموال کو اللہ تعالے کے رستوں میں ظاہر و پوشیدہ خرچ کرتے ہیں یہ دونوں

فریق ہرگز ہرگز برابر نہیں ہوسکتے بلکہ دوسرا فریق بدرجہا پہلے فریق سے افضل ہے جسپر الحمد للہ پڑھ کر شکر الٰہی ادا کرنا واجب ہے اور اس مسئلہ کو اکثر لوگ نہیں جانتے بلکہ دوسرے فریق افضل پر اعتراض اسراف کا کر بیٹھتے ہیں کیونکہ یہ اعتراض اُن کا بہ تقاضا اُن کی صفت بخل کے پیدا ہوتا ہے۔ اس جگہ پر یہ مقدمہ ضرور یاد رکھنا چاہیئے کہ جسقدر نعمتیں اللہ تعالیٰ نے دنیا میں پیدا کی ہیں وہ صرف مومنین مخلصین کے واسطے ہیں اور غیر مومنین مخلصین جو اُن میں شریک ہوگئے ہیں اُنکی شرکت چندروزہ اور برائے نام ہے کیونکہ اُن کے حق میں تو یہ تمام نعمتیں اور انعامیں بالآخر درد و آلام ہو جاوینگے کما قال اللہ تعالےٰ قل من حرم زینة اللہ التی اخرج لعبادہ و الطیبات من الرزق قل ھی للذین امنوا فی الحیوة الدنیا خالصة یوم القیامة کذلک نفصل الایات لقوم یعلمون قل انما حرم ربی الفواحش ما ظھر منھا و ما بطن و الاثم و البغی بغیر الحق و ان تشرکوا باللہ ما لم ینزل بہ سلطانا و ان تقولوا علی اللہ ما لا تعلمون اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ زینت اللہ جو تمام دنیا کی زینتوں کو بھی شامل ہے مومنین کے لیے حرام کہنا یا رزق طیبات کو جو تمام جائز اور لذیذ چیزوں کو مشتمل ہے ممنوع قرار دینا اَن تقولوا علی اللہ ما لا تعلمون میں داخل ہے یعنی تحریم ما احل اللہ ہے جو کفر اور شرک کے برابر ہے۔ اور عورتوں کے واسطے اللہ تعالیٰ نے جو زیور کہ جائز کردیا ہے اسکو ممنوع قرار دینا بجز رہبانیت کے یا تقاضائے حسد کے اور کیا متصور ہوسکتا ہے حالانکہ لا رھبانیة فی الاسلام تعلیم اسلام ہے دیکھو سمندروں کے منافع میں اللہ تعالیٰ امتناناً فرماتا ہے وھو الذی سخر البحر لتاکلوا منہ لحما طریا و تستخرجوا منہ حلیة تلبسونھا و تری الفلک مواخر فیہ و لتبتغوا من فضلہ و لعلکم تشکرون۔ اب واضح ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ابتدائے حالات جو بظاہر ایک صورت پرست کی نظر میں عسرت اور تکالیف کے ساتھ شروع ہوئے تھے اسمیں حکمت الٰہی یہی تھی کہ آپ کا صبر و استقلال اور استقامت فی کل الاحوال ہر کہ ومہ پر واضح اور روشن ہو جاوے جسکا نتیجہ یہ ہو کہ کلمہ لا الہ الا اللہ و محمد رسول اللہ کا ایک ثبوت بین پیدا ہو جاوے کہ ایک ایسا شخص بے بس بیکس بے پر بے زر بالآخر شاہنشاہوں کا ملجا ہو گیا اور بڑے بڑے اُس کے کل مخالف شاہنشاہ پست اور ذلیل اور جزیہ دینے والے ہوگئے لہذا اُن کے معبودات باطلہ باطل تھے اور قادر

مطلق وہی ایک خدا محمد صلعم کا ہی جس کی شان ہے لا الٰہ الا اللہ اور یہ معنی بہوت سچا راست باز اور صادق ہے جس کی شان ہے محمد رسول اللہ ہمیں یہ مشیت الٰہی نہیں تھی کہ یہ تمام عسر اور تنگی ہمیشہ آپ کے لازم حال رہے ونعوذ باللہ من ھذا القول مثل البول بلکہ اللہ تعالے بطور پیشین گوئی کے فرماتا ہے تبارک الذی ان شاء جعل لک خیرا من ذلک جنت تجری من تحتہا الانہار ویجعل لک قصورا + اہل علم تواریخ وعلم جغرافیہ پر واضح ہو کہ مصداق اس پیشین گوئی کا آغاز تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات ہی میں ہو گیا تھا اور ظہور اسکا خلفاء راشدین کے وقت سے شروع ہوا ہے لیکن اس قرن میں جس کا مالک یہ مجدد سلیمان شان ہے انتہا کو پہونچا ہوا ہے اور جیسا کہ اس آیت میں باغات وانہار اور عالی شان محل وغیرہا کا عطا فرمایا جانا حسب مشیت الٰہیہ کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے مندرج تھا وہ پورا ہو گیا بعد مشک عرق کیوڑہ وغیرہ کے استعمال کی نسبت جو بابو صاحب کا اعتراض ہے سوا حسد وتارت طبیعیا بغض وعداوت کے اسکا باعث اور کیا ہو سکتا ہے کیونکہ یہ کل چیزیں اسی واسطے پیدا کی گئی ہیں کہ قوائے دماغیہ اور علمیہ کو ان کے استعمال سے تقویت دیکر ان قوی سے الٰہی کام لیے جاویں اور ضعف واعراض دماغی وغیرہ کو رفع کیا جاوے کما قال اللہ تعالے ینبت لکم بہ الزرع والزیتون والنخیل والاعناب ومن کل الثمرات ان فی ذلک لایۃ لقوم یتفکرون اس آیت سے واضح ہے کہ یہ تمام کھیتیاں جو پانی سے پیدا ہوتی ہیں اور زیتون اور کھجوروں اور انگوروں کے درخت اور تمام پھل پھلواریاں بطور فرع کے جو ان سے عرقیات نکلتے ہیں اللہ تعالی نے انسان کے لیے اسی واسطے پیدا کی ہیں کہ ان کا استعمال جائز کر کر اپنے قوائے فکریہ کو اللہ تعالے کے صفات وافعال کے تدبر میں صرف کرے - ایضا قال اللہ تعالے ومن ثمرات النخیل والاعناب تتخذون منہ سکرا ورزقا حسنا ان فی ذلک لایۃ لقوم یعقلون - اس آیت سے واضح ہے کہ چھوارے اور سرکہ ہائے انگوری رزق حسن میں داخل ہے جو اللہ تعالی کے انعامات میں سے ہیں غرضیکہ تمام نعمائے دنیویہ اگر ان کے ساتھ بغفلت عن ذکر اللہ نہ ہو تو وہ بالضرور انعامات الٰہیہ میں سے ہیں جو صراط الذین انعمت علیہم میں داخل ہیں - ولنعم ما قیل ع اگر مال وجاہ است وزرع وتجارت + چو دل با خدا ایست خلوت نشینی + - اور چونکہ اس آخر زمانہ میں تمام سامان واسباب

دنیوی انتہائے کمال کو پہونچے ہوئے ہیں لہذا اس حکیم مطلق کی حکمت مقتضی ہوئی اس
بات کے لیے کہ مجدد اس صدی کا مثیل سلیمان بھی ہوتا کہ وہ انعامات و فیوض الٰہیہ جو
سلیمان کو حاصل تھے ان سے زائد اس سلیمان امت محمدیہ کے لیے مہیا ہوں تا کہ
آنحضرت صلعم ان انعامات و برکات دنیویہ سے جو سلیمان کے وقت میں بنظر عوام انکو
حاصل تھے خالی و عاری نہ ہیں اگرچہ ہماری نظر غائر میں جو شوکت اور جلال آنحضرت صلعم
کا دنیا کے شاہنشاہوں کے دلوں میں بیٹھ گیا تھا حضرت سلیمان کو اسکا عشر عشیر بھی
حاصل نہیں ہوا دیکھو تاریخ الاسلام کو مگر بلحاظ نظر عوام کے بھی بیان اسکا ہم ذیل میں
کرتے ہیں۔ واضح ہو کہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم چونکہ خاتم النبیین و سید المرسلین
ہیں لہذا ضروریات سے ہے کہ تمام کمالات رسالت اور فضائل نبوت دینی و دنیوی
مرسلین اولین کے آپ عطر مجموعہ کیطرح ہوں یعنی کوئی کمال دینی و دنیوی مرسلین سابقین کا
ایسا نہ پایا جاوے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں موجود نہ ہو تا کہ مضمون مصرعہ مشہور

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

کا صادق اور صحیح ہونا نظر عوام میں بھی واضح ہو جاوے۔ اور جیسا کہ کہا گیا ہے کہ ؎

حسن یوسف دم عیسی ید بیضا داری — آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اسکی واقعیت ہر کہ ومہ کو ثابت و واضح ہو جاوے کیونکہ وما ارسلنٰک الا رحمۃ
للعلمین خود رب العالمین نے فرمایا ہے مگر ظاہر ہے کہ مدت بعثت تیئس ۲۳ سالہ میں نہ تو وہ تمام ضرورتیں موجود
ہو سکتی ہیں جو مقتضی ظہور تمام ان کمالات دینی و دنیوی کے ہوں۔ اور نہ اس مدت تیئس ۲۳
سالہ میں اگر ظہور تمام ان کمالات دینی و دنیوی کا واقع بھی ہو جاتا تو قیامت تک کے لوگوں
کے واسطے کافی ہو سکتا تھا کیونکہ موافق سنۃ الٰہیہ کے ایک صدی کے بعد ہی ایک
انقلاب عظیم دنیا میں پیدا ہو جاتا ہے اور بحکم فطال علیہم الامد فقست قلوبہم
کے پھر تازہ کمالات کی سخت ضرورت پڑ جاتی ہے تا کہ قاسی القلب لوگوں پر اتمام حجت
ہوتا رہے لہذا حکمت الٰہی مقتضی ہوئی اس امر کے لیے کہ یہ تمام کمالات دینی و دنیوی رسالت
اور نبوت کے جنکا عطر مجموعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات جامع کمالات تھی وقتاً فوقتاً
قیامت تک بذریعہ مجددین ان کی امت کے ظہور پذیر ہوتے رہیں تا کہ زندہ رسول اور زندہ کتاب
اور زندہ دین اسلام کی حیات ہر ایک اہل بصیرت پر ہر قرن میں ثابت ہوتی رہے۔
چنانچہ آیت استخلاف میں جو فرمایا گیا کہ کما استخلف الذین من قبلہم وہ بھی اسی
صداقت کا ثبوت دیتا ہے اور آیت ان علینا جمعہ و قرانہ فاذا قرانٰہ فاتبع

فرانہ کے آگے جو نثم ان علینا بیانہ فرمایا گیا ہے وہ بھی اسی کیطرف مشیر ہے خصوصاً جبکہ حرف ثمّ کا لحاظ بھی کیا جاوے جو تراخی پر دلالت کرتا ہے اور حدیث علماءُ اُمتی کانبیاءِ بنی اسرائیل بھی اسی صداقت کیطرف اشارہ کر رہی ہے وغیرہ وغیرہ اور چونکہ بنی اسرائیل میں حضرت سلیمان بھی ایک بڑے نبی جلیل القدر گذرے ہیں جنکا قصہ قرآن مجید میں متعدد جگہ پر مذکور ہوا ہے لہذا اُن کا مثیل بھی بحکم علماءُ امتی کانبیاءِ بنی اسرائیل کے اس اُمت میں آنا ضروری تھا ورنہ پھر ان کا قصہ بیان کرنے سے کیا فائدہ اور کونسا نتیجہ حاصل ہوا قرآن مجید کچھ مجموعہ اساطیر اولین کا تو ہے ہی نہیں کہ اُس سے کچھ تذکیر حاصل نہ ہو و نعوذ باللہ منہا کیونکہ اللہ تعالے متعدد جگہ بر بعد ذکر اُن انعامات کے جو حضرت اسحٰق یعقوب نوح داؤد سلیمان ایوب یوسف موسیٰ اور ہارون پر کیے گئے ارشاد فرماتا ہے کہ کذٰلک نجزی المحسنین۔ مگر ایسے مجدد عظیم الشان سلیمان نشان کے لیے یہ بھی ضروری تھا کہ دنیا میں اُس کے وقت میں حضرت سلیمانؑ کی مملکت کی مانند برکات دنیوی اور سامان و اسباب آسایش و آرام بھی فراہم ہوں اور دین اسلام پر فتن بھی ایسے عظیم الشان موجود ہوں جو پہلے کبھی واقع نہ ہوئے ہوں کیونکہ عظمت فتن ہی عظمت شان مجدد کی مقتضی ہے اب دیکھو اس زمانہ آخر میں جو چودھویں صدی کا ہے یہ صدی اُن تمام دجالی فتنوں کا مجموعہ ہے جس سے تمام انبیا پناہ مانگتے رہے اور حضرت خاتم النبین صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی طرح طرح کے پیرایوں میں ان دجالی فتنوں سے انذار فرمایا ہے۔ اور پھر دیکھو کہ واقعات شہادت دے رہے ہیں کہ ان فتنوں دجالیہ کا کوئی حد و شمار نہیں ہوسکتا اور تمام نئی پرانی دنیا کو محیط ہو رہے ہیں اور جب دوسرے پہلو یعنی سامان و اسباب و اموال و برکات دنیاوی پر نظر ڈالی جاتی ہے تو اُسکا نظیر بھی دہور خالیہ میں وجود نہیں معلوم ہوتا لہذا اس قرن میں ایسے ہی مجدد عظیم الشان سلیمان نشان کا مبعوث ہونا بمقتضائے حکمت حکیم مطلق کے ضروری تھا جو شوکت و جلال روحانی میں سلیمان مثال ہو اور رافت و نوال جسمانی میں عیسیٰ تمثال ہو اور اسی سِر کی طرف ناظر ہیں وہ احادیث متضمن امارات و علامات مسیح موعود کی جنمیں کثرت اموال و اسباب و برکات دنیوی کا مذکور ہے جیسا کہ یفیض المال وغیرہ وغیرہ کما فی مسلک العارف یعنی اُس کے وقت میں مال بہ پڑے گا اور چونکہ مال میں وہ تمام اسباب و اشیا داخل ہیں جنکی طرف طبائع انسانی مائل ہوں لہذا مال سے وہ تمام اسباب اور سامان مراد ہیں جن کے صدہا کارخانے اب دنیا میں

موجود ہیں جو بزمان سابق حضرت سلیمان کے وقت میں بھی موجود نہ تھے اور المآل مایمیل الیہ الطبع قضیہ مسلمہ اہل لغت کا ہے اسی لیے براہین احمدیہ میں ایک الہام ہے جس میں اس مجدد عظیم الشان کا نام سلیمان قرار دیا گیا ہے اور وہ الہام یہ ہے وقالوا ان ھذا الا افک افتری وما سمعنا بھذا فی اٰبائنا الاولین۔ الی قولہ ففھمنٰھا سلیمٰن۔ شرح اس الہام کی یہ ہے کہ حضرت عیسی کی حیات و وفات و نزول وغیرہ کے بارہ میں اولیاء و مجددین سابقین نے کوئی پورا فیصلہ نہیں کیا تھا کیونکہ انکو اسکی تفہیم کامل بسبب نہ واقع ہونے ضرورت کے نہیں ہوئی تھی مگر اس صدی میں چونکہ تمام دنیا میں صلیب پرستی اور مذہب صلیبی ایسا جاری ہوگیا ہے کہ حضرت عیسی تمام دنیا کی نظر میں ایک بُت اور معبود باطل قرار دیدیے گئے ہیں حتی کہ اہل اسلام نے بھی حضرت عیسی کو صفات الوہیت میں اللہ تعالے کا شریک کردیا اور اس اعتقاد میں عیسائیوں کے شریک ہوگئے لہذا اسلام کو اس مسئلہ وفات عیسی بن مریم کے قطعی فیصلہ کرنے کے سخت ضرورۃ واقع ہوئی ورنہ اسلام پر عیسائیوں کی طرف سے بڑے بڑے صدمات پہونچتے اور پہونچنے لگے تھے کہ لکھوکھا آدمی دین اسلام سے مرتد ہوکر عیسائی ہوگئے چونکہ اس مسئلہ وفات کا قطعی فیصلہ اس حکم عدل کے حصہ میں آیا تھا لہذا اُس نے اس مسئلہ کا فیصلہ قطعی کر بھی دیا اور یہ فیصلہ ایسے تبین کے ساتھ کیا کہ قد تبین الرشد من الغی کا مصداق ہوگیا اور پیشین گوئی مندرجہ حدیث صحیح یکسر الصلیب پورے طور پر واقع ہوگئی اور جاء الحق وزھق الباطل کا نظارہ ہر اہل بصیرت کو نظر آگیا اور مذہب عیسائی بالکل باطل اور ہلاک ہوگیا یہ بُت ایک ایسا عظیم الشان تھا کہ عرش اسلام پر بھی آگرا تھا اور اسی لیے اس بُت کی ایسی شکست فاش اور کسر و انکسار کی تخصیص اسی سلیمان کے ہاتھ سے ازل میں مقدر تھی جیسا کہ یکسر الصلیب اسکی طرف ناظر ہے ورنہ ابطال مذہب عیسوی تو ہمیشہ اسلام میں ہوتا رہا ہے مگر نہ اس کسر و انکسار کے ساتھ جو اس سلیمان کے وقت میں واقع ہوا۔ یہ الہام ۲۲ یا ۲۳ سال اُس وقت کا ہے کہ حضرت عیسی کی حیات و وفات میں یہ ابحاث حادثہ ابھی تک واقع بھی نہیں ہوئی تھیں اب چونکہ یہ الہام پورا ہوگیا یعنی مخالفین نے وہی کہا جو الہام میں موجود ہے اور جواب اُسکا اللہ تعالی کیطرف سے یہ دیا گیا کہ یاد کرو قصہ داؤد و سلیمان کو یعنی جسطرح ایک مقدمہ میں جس کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے قال اللہ تعالی وداؤد و سلیمٰن اذ یحکمان فی الحرث اذ نفشت فیہ غنم القوم وکنا لحکمھم شاھدین حضرت داؤد نے اپنے فیصلہ میں خطائے اجتہادی

کی تھی اور پھر اس کی تفہیم کما ینبغی حضرت سلیمان اُن کے بیٹے کو ہمنے کردی تھی اسی طرح اگر تمہارے
آبا ء اولین یعنی اولیا و مجددین سابقین نے اس مسئلہ میں خطا کی ہے تو کچھ پروا نہیں کیونکہ
ہم نے اس مجدد کو جو سلیمان امت محمدیہ کا ہے یہ مسئلہ بخوبی سمجھا دیا ہے کہ دجاجلہ عیسائی
اور بنی اسرائیل کی بھیڑیں کھینچ رہے ہیں رسول کی جو دین اسلام ہے چرے جاتی ہیں اور کھیت کو اُجاڑے
دیتی ہیں باب تفعیل چونکہ واسطے تکثیر کے آتا ہے لہذا صیغہ **ففهمنا** بالتشدید مشعر ہے اسطرف
کہ اس مسئلہ وفات کے سمجھانے میں اس سلیمان کو ہمنے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا کیونکہ
اس بُت اور معبود باطل عظیم الشان کا پاش پاش کرنا جو کرسی اسلام پر آگرا تھا وہ ایسی ہی تفہیم
بالمبالغہ سے ہو سکتا تھا چونکہ یہ الہام بائیس یا تئیس ۲۳ سالہ قبل از وقت کا پورے طور پر واقع
ہو گیا لہذا مخالفین پر بھی حجت ہے کہ یہ مجدد مسیح موعود سلیمانی شان بھی اپنے اندر رکھتا ہے
کیونکہ حضرت سلیمان کے حق میں بھی اللہ تعالے فرماتا ہے **ولقد فتنا سليمان والقينا
على كرسيه جسدا ثم اناب** ہم یہاں پر اس امر میں بحث نہیں کرتے کہ جسد سے
کیا مراد ہے کیونکہ مفسرین کے اقوال اس بارہ میں بہت مختلف ہیں مگر یہ ہم ضرور کہتے ہیں
کہ اس جسد کے گرنے سے ملک سلیمان میں ایک قسم کا ابتلا ضرور واقع ہوا تھا جسپر لفظ **فتنا**
دلالت کر رہا ہے اور لفظ جسد بھی دلالت کرتا ہے کہ کوئی ایسا ہی پتلا اور بت تھا جیسا کہ اس
صدی میں حضرت عیسی کے بت کا پتلا بنایا گیا ہے اور مثل حضرت سلیمان کے یہ مجدد بھی اس
ابتلا سے انابت اور دعاؤں میں مشغول و مصروف رہنا ہے جیسا کہ **ثم اناب** فرمایا گیا اور اس
مجدد کی کرسی اسلام پر یہ جسد آگرا ہے جیسا کہ اُس نے خود بھی دعوی کیا ہے۔ ؎

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم   عیسی کجاست تا بنہد پا بمنبرم

پس یہ ایک وجہ مشابہت کی ہوئی اس مجدد عظیم الشان کے لیے ساتھ حضرت سلیمان علیہ السلام کے
وجہ دوم مشابہت کی یہ ہے کہ حضرت سلیمان از روئے نسب کے بنی اسحاق میں سے
تھے۔ یہ مسیح موعود بھی بنی اسحاق میں سے ہے کیونکہ اہل فارس بالضرور بنی اسحاق ہیں کتب
احادیث و سیر اسپر دلیل ہیں کہ **اهل فارس هم ولد اسحاق** دیکھو کنز العمال وغیرہ کو
اور حضرت اقدس کا اہل فارس سے ہونا ہم اپنے رسائل میں مفصلا ثابت کر چکے ہیں اور
جو روایات میں آیا ہے کہ مہدی موعود کا نصف حصہ جسم عربی ہوگا اور نصف حصہ اسرائیلی
اُس سے بھی اسکا ثبوت ملتا ہے مگر اسجگہ پر ہم طول دینا نہیں چاہتے پس جبکہ حضرت اقدس کا
ہم نسب ہونا حضرت سلیمان کے ساتھ معلوم ہوا تو یہ بھی ایک وجہ مشابہت کی ہوگئی
اور چونکہ آیت سورہ جمعہ **واخرين منهم لما يلحقوا بهم وهو العزيز الحكيم**

ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم میں اس سلیمان اُمت محمدیہ کا ذکر موجود ہے اور اُس کی عظمت شان پر لفظ فضل الله اور ذو الفضل العظيم وغیرہ دلالت کر رہی ہیں لہذا صحابہ کرام کو ایک بڑا تعجب لاحق ہوا کہ ایسا شخص عظیم الشان کون ہے جس کے ایسے مناقب اور فضائل سورہ جمعہ میں مذکور ہوئے ہیں جو ہر جمعہ میں پڑھے جاتے ہیں صحابہ نے متعجب ہو کر جناب رسالت مآبؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول الله من هؤلاء الذين لم يلحقوا بنا تب آپ نے حضرت سلمان فارسی کے کندھوں پر ہاتھ رکھکر ارشاد فرمایا کہ لو كان الايمان معلقا بالثريا لناله رجل اور رجال من هؤلاء۔ یہ حدیث متفق علیہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں موجود ہے اس حدیث کو بھی ایک بڑی مناسبت ہے ففهمناها سليمان کے ساتھ کیونکہ دوسری روایت میں لو كان العلم معلقا بالثريا لناله رجل من فارس ہی آیا ہے پس اگر اللہ تعالےٰ کیطرف سے اس سلیمان کو بھی کامل تفہیم نہ ہوتی تو پھر کیوں ذکر فرمایا جاتا کہ لو كان العلم معلقا بالثريا لناله رجل من فارس یہ صداقت ثابت شدہ ہمارے رسائل میں بخوبی ثابت کی گئی ہے چنانچہ سراج اعلام الناس میں حصہ دوم پر یہ نظم بھی لکھی ہوئی ہے

نظم

آیت پڑھو قرآن کی جو ہے مشار الیہ
وعدہ کیا وہ پورا علیم و حکیم نے
فارس کی اصل سے وہ معلم اب آگیا
گر تجھکو شک ہو دیکھ لے جا قادیان میں
یہ آخرین ہو دیں گے ملحق بہ اولیں
پہلے پڑھو بغور اس حق کے کلام کو
وعدہ وفا ہوا ہے ہمارے رسول کا
حامے جس قرآن و خبر کا پتا دیا

پھر دیکھلو حدیث جو ہے متفق علیہ
تفسیر جس کی تھی رسول کریم نے
گم تھا جو علم دیں وہ بھی ثریا سے پاگیا
پھر کل فتن سے ہوگا تو حفظ و امان میں
پیچھے رہیں گے وہ ہی جو ہیں اُسکے حاسدین
پھر دیکھلو حدیث رسول انام کو
یہ وقت تھا مسیح کے بے شک نزول کا
احسن نے نقل کرکے اُسے اب بتا دیا

اگرچہ اس مسیح موعود کو جو ذلك فضل الله کا مصداق ہے تمام انبیاؤں بنی اسرائیل کے ساتھ مشابہت اور مناسبت ہے کیونکہ جري الله في حلل الانبياء مدت ۲۲ یا ۲۳ سال کا الہام براہین میں موجود ہے مگر کتاب اللہ اور احادیث صحیحہ پر جو نظر ڈالی جاتی ہے تو حضرت سلیمان اور حضرت عیسی کے ساتھ بالخصوص مماثلت قوی معلوم ہوتی ہے چنانچہ ذیل میں دیگر مناسبتیں بھی ہم بیان کرتے ہیں۔

وجہ سوم حضرت سلیمان کے لیے ہوا ایسی مسخر کی گئی تھی کہ صبح سے دوپہر تک اور دوپہر سے شام تک ایک ایک ماہ کا راستہ طے کیا جاتا تھا کما قال الله تعالیٰ ولسليمان الريح

غدوها شهر و رواحها شهر۔ ایضاً قال تعالیٰ ولسلیمان الریح عاصفة تجری بامرہ الی الارض التی بارکنا فیها وکنا بکل شیءٍ عالمین + اس سلیمان امت محمدیہ کے وقت میں بھی بغیر مؤنت اور بلا کد و کاوش اس کے لئے ایسی ہی سواری تیز رفتار تمام دنیا میں موجود ہے اور تار برقی اور محکمجات ڈاک و اسٹیمر دخانی جس سے شرق سے غرب تک تبلیغ توحید اسلام کی ہو جاتی ہے اس سواری پر علاوہ ہیں اور لطف پر لطف یہ ہے کہ اس سلیمان وقت کو ان کی طیاری کرنے میں نہ کوئی سعی کرنی پڑتی ہے نہ کوشش اور تردد کیونکہ یہ سلیمان وقت تو انا اخلصناهم بخالصة ذکری الدار کا مصداق ہے اور جسقدر علامات و امارات مسیح موعود کی احادیث صحاح میں وارد ہوئی ہیں ان سب میں اشارہ اسکی شان سلیمانی کیطرف بھی موجود ہے مثلاً حدیث یترک القلاص فلا یسعی علیها۔ یا واذا العشار عطلت قرآن مجید میں مذکور ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ سواری اونٹوں کی اس کیوقت میں بیکار ہو جاوے گی سو اسمیں سِر یہی تھا کہ اس کے وقت میں ایک ایسی سواری نکلے گی جو تیز رفتاری میں مشابہ ہوگی ساتھ سواری حضرت سلیمان کے جس کے ہوتے اونٹوں پر سواری نہ کی جاوے گی اور دیگر سامان آسایش و آرام کے جو احادیث میں علامات مسیح موعود سے وارد ہوئی ہیں وہ سب اس کی اس شان سلیمانی کیطرف ناظر ہیں بلکہ خود لفظ مسیح جو عبرانی میں مشیح بولا جاتا ہے وہ بھی بمعنی بادشاہ کے آتا ہے جو اسی شان سلیمانی کی طرف ناظر ہے گویا کہ دونوں نام قریب قریب مترادف ہیں اور معنی مسیح کے جو خیر و برکت کے ساتھ مسح کیا ہوا آئے ہیں وہ بھی اسی شان سلیمانی کی طرف ناظر ہیں۔ پھر دیکھو یہ اس کا الہام کہ بادشاہ اس کے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ اب کوئی مخالف ہمپر یہ نکتہ چینی نہ کرے کہ حضرت سلیمان کی سواری کو دجال کی سواری کے ساتھ تشبیہ دی گئی کیونکہ اس کا جواب ہم وجہ چہارم مشابہت میں دیتے ہیں۔

وجہ چہارم جس طرح حضرت سلیمان کے وقت میں تمام کارخانوں کے طیار کرنیوالے جنات و شیاطین موجود تھے کما قال اللہ تعالیٰ یعملون له ما یشاء من محاریب وتماثیل وجفان کالجواب وقدور راسیات اسی طرح اس سلیمان روحانی امت محمدیہ کے عہد میں لاکھوں دجاجلہ اور شیاطین ہزاروں کارخانے طیار کرنیوالے بلا ذمہ واری تنخواہ اور مؤنت خبرگیری اور مزدوری کے اللہ تعالیٰ نے اس کے وقت میں موجود کر دیے ہیں اور یہ سب دجاجلہ شیاطین رات دن انھیں کارخانوں کے اعمال میں لگے ہوئے ہیں اور آخرت کی ایک ذرہ بھر ان کو خبر نہیں کما قال تعالیٰ وضل سعیهم

فی الحیوٰۃ الدنیا و یحسبون انہم یحسنون صنعا ۔ احادیث میں وجود اس دجال شیاطین کا اور اُس کے مذہب کا ہلاک ہونا اس مسیح موعود کے وقت میں جو وارد ہوا ہے وہ بھی اُس کی شان سلیمانی کیطرف ناظر ہے اگرچہ حضرت سلیمان کے وقت میں مذہب شیاطین پورے طور پر ہلاک نہیں ہوا تھا جیساکہ آیت وما کفر سلیمان ولکن الشیاطین کفروا اسکی طرف اشارہ کر رہی ہے لیکن اس سلیمان اُمت محمدیہ کے وقت میں مذہب دجال پورے طور پر ہلاک ہوجاوے گا چنانچہ یقتل الدجال اسی کیطرف ناظر ہے ۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہر دو سلیمان کے وقت میں جنات اور شیاطین ہی مزدور اور عاملین تمام کارخانجات کے ہیں پس اس حیثیت عمل کے لحاظ سے وہ کارخانجات شیاطین کیطرف منسوب کیے جاتے ہیں اور چونکہ فوائد اور نتائج اُن کارخانوں کے دونوں سلیمانوں کو پہنچے اس لحاظ سے انکی طرف مضاف ہوے ولولا الاعتبارات لبطلت الحکمۃ ۔

وجہ پنجم ۔ حضرت سلیمان کے وقت میں ایک ملکہ مسماۃ بلقیس تھی جو ملک سبا کی بادشاہ تھی اُس نے اپنے ملک کو نہایت سرسبز و شاداب اور آباد و سیراب کر رکھا تھا مگر مشرکہ تھی جو بالآخر حضرت سلیمان کی دعوت سے اسلام میں داخل ہوگئی حضرت سلیمان نے اُس کی دعوت الی الاسلام میں بہت کوشش کی تھی اور اُسکی طرف بذریعہ نامہ و پیام کے ایک کتاب بھی ارسال کی تھی جس کا ذکر قرآن مجید میں مذکور ہے قالت یاایھا الملؤا انی القی الی کتاب کریم انہ من سلیمان وانہ بسم اللہ الرحمن الرحیم الا تعلوا علی واتونی مسلمین ۔ اسیطرح اس سلیمان روحانی اُمت محمدیہ کے وقت میں ملکہ معظمہ وکٹوریہ شہنشاہ وقت تھیں جنھوں نے تمام اپنی ممالک قلمرو کو عدل اور انصاف کے ساتھ طرح طرح سے شاداب و آباد کیا جسکی نظیر پہلے وقتوں میں کہیں نہیں پائی جاتی اس سلیمان روحانی نے بھی بذریعہ کتاب تحفہ قیصریہ و ستارہ قیصرہ کے اُنکو دعوت الی الاسلام فرمائی تھی اور نیز اُن کی تمام قوم کو جو بسیط الارض پر پھیلی ہوئی ہے ابتک دعوت الی الاسلام فرما رہے ہیں اور ہماری روایات صحیحہ اور احادیث قویہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ملکہ معظمہ انجہانی کی اکثر قوم اسلام کو اختیار کریگی کما اسلمت بلقیس فی عہد سلیمان کما قال ؏ چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند ۔ مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند ۔ اور حضرت ملکہ معظمہ بھی آپ کی کتابوں کو بڑی عزت و اکرام کی نظر سے دیکھتی رہیں اور ترجمہ اُن کا سنا کرتی تھیں گویا یہ جملہ (القی الی کتاب کریم) بھی اُنھوں نے زبان حال سے کہدیا ۔ پس یہ وجہ پنجم بھی ایک مشابہت کی وجہ کامل ہے

وجہ ششم حضرت سلیمان کے لیے حضرت داؤد کے وقت سے لوہا اور تانبا وغیرہ تمام دھاتیں مانند پانی کے نرم اور رقیق کردیجاتی تھیں کما قال اللہ تعالیٰ والنا له الحدید ایضاً قال تعالیٰ واسلنا له عین القطر+ اس سلیمان روحانی کیوقت میں بھی جسقدر تمام دھاتیں پانی کردی گئی ہیں وہ بھی کسی پر مخفی نہیں ہیں بسبب طوالت کے ہم انکی تفصیل نہیں کرسکتے۔

وجہ ہفتم۔ حضرت سلیمان کے لیے غوطہ خور اور سمندروں میں دھنس جانیوالے اور بڑی عمارتوں کے بنانے والے اسقدر شیاطین موجود تھے جنکا ذکر ایک امتنان کے ساتھ اللہ تعالےٰ نے اپنے کلام پاک میں کیا ہے کما قال تعالیٰ والشیاطین کل بناء وغواص ایضاً ومن الشیاطین من یغوصون له ویعملون عملا دون ذلك وکنا لهم حافظین وغیرہ وغیرہ من الآیات۔ اس سلیمان روحانی امت محمدیہ کے وقت میں بھی دیکھو سمندروں کی کارخانوں کو اور نیز کلوں کو ذریعہ تمام عمارتوں عظیم الشان کے کارخانوں کو کہ انمیں کسقدر دھاجلہ شیاطین کام کررہی ہیں اغلب ہی کہ سلیمان اول کیوقت میں اور نیز کسی دوسرے وقت میں بھی تاریخ اسکا پتہ نہیں دیتی ہے پس یہ کیسی وجہ مناسبت کی ہے۔ کیونکہ فتح الباری وغیرہ وغیرہ میں مسیح موعود کی علامات سے لکھا ہے ویخوض البحر (ای الدجال) فی یوم ثلث خوضات فلا یبلغ حقویه واحدی یدیه اطول من الاخری یمد الطویلة فی البحر فیبلغ قعرها فیخرج من الحیتان ما یرید + اگر اس پیشین گوئی کے وقوع میں کچھ شک ہو تو دیکھو سمندروں میں سفر کرکر کہ کیسے کیسے کارخانے تماشات وغیرہ کے جاری ہورہے ہیں اور وہ فوائد سمندروں سے حاصل ہورہے ہیں جو کسی وقت میں ہرگز ہرگز پیدا نہیں ہوسکتے

وجہ ہشتم حضرت سلیمان کے لیے ایک حکم تخصیصی یہ بھی تھا کہ جو ہم نے تمکو عطا کیا ہے اسمیں سے جسقدر چاہو کسیکو دو یا روک لو اسکا حساب تمسے کچھ نہیں ہوگا کما قال تعالیٰ هذا عطاءنا فامنن او امسك بغیر حساب اسی طرح اس سلیمان روحانی کے لیے بھی حدیث میں وارد ہے عن جابرؓ قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یکون فی اخر الزمان خلیفة یقسم المال ولا یعده وفی روایة قال یکون فی اخر امتی خلیفة یحثی المال حثیا ولا یعده رواه مسلم اگرچہ ہمارے نزدیک حدیث بالا میں مراد مال سے خزانہ علوم دینیہ ہے لیکن علوم دینیہ کے تقسیم کے لیے بھی اموال ظاہری کا ہونا بھی شرط ہے بلکہ نہایت ضروری ہے جیسا کہ مشہور ہے علما را زر بدہ تا دیگر نخواہند

دز اہداں را چنیرے مدۃ تا زاہد بمانند۔

وجہ نہم حضرت داؤد نے اولاً مسجد بیت المقدس کی بنا ڈالی اور اسکو تعمیر کیا پھر بالآخر حضرت سلیمان نے مسجد بیت المقدس کو تعمیر کیا جسکو مسجد اقصیٰ کہتے ہیں اس سلیمان روحانی کی مسجد کو بھی اولاً اُن کے والد ماجد نے تعمیر کیا پھر بالآخر اُسکی تعمیر خود حضرت اقدس فرما رہے ہیں اور اب یہ مسجد شان مسجد اقصیٰ کی اپنے اندر رکھتی ہے کما ثبت فی محلہ۔ خصوصاً جس وقت کہ اس مسجد اقصیٰ میں جو باعتبار زمانہ کے اقصی المساجد ہے مینار طیار ہوگا اُسوقت بموجب الہام مندرجہ براہین احمدیہ کے کہ بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد۔ ایک نظارہ عجیب واسطے اعلای کلمۃ اللہ کے ہر کہ ومہ کو نظر آوے گا وہ صبر کر کر اس کے منتظر رہو و نعم ما قیل سہ نظر آوے گی دنیا کو ترے اسلام کی رفعت * مسیحا کا بنے گا جب وہاں مینار یا اللہ ؂ پھر لطف یہ ہے کہ جسطرح حضرت سلیمان کی سلطنت ۴۰ سال تک رہی دیکھو سلاطین اول باب ۱۱ ورس ۴۲ کو اور تاریخ دنیا سونٹن صاحب میں بھی لکھا ہے کہ حضرت سلیمان نے ۱۰۱۵ قبل مسیح سے ۹۷۵ قبل مسیح تک بادشاہت کی اُسی طرح اس مسیح کی سلطنت روحانی چالیس برس تک رہے گی جیسا کہ اُس کے الہاموں میں مذکور ہے۔

وجہ دہم حضرت سلیمان نے اللہ تعالے کی جناب میں نہایت انابت سے عرض کیا تھا کہ قال رب اغفر لی وھب لی ملکاً لا ینبغی لاحد من بعدی انک انت الوھاب مراد ملک سے اس آیت میں ملک جسمانی مع روحانی کے ہے کیونکہ صرف جسمانی ملک تو کوئی چیز ہی نہیں کہ ایک پر پشہ کی برابر بھی اللہ تعالی کے نزدیک اُس کی قدر نہیں ہے۔ ہاں اس سلیمان روحانی کے لیے صرف ملک روحانی ازل سے مقدر ہو چکا ہے نہ جسمانی اور وہ ملک روحانی اسکا مصداق ہے ملکاً لا ینبغی لاحد من بعدی کا۔ سر اسمیں یہ ہے کہ یہ مہدی اور مسیح موعود خلافت روحانی کا خاتم الخلفا ہے اور جو خاتم الخلفا ہوگا اُسکا مصداق ہونا لا ینبغی لاحد من بعدی کے لیے ضروری ہے کیونکہ خاتم الخلفا کے بعد جو کوئی خلیفہ اور امام آوے گا وہ لوائ نبی کا تحت ہوگا اور اسی راز کیطرف اشارہ کر رہا ہے وہ الہام جو مدت سے شائع ہو چکا ہے کہ میں تجھے برکت دونگا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے ورنہ کچھ خاتم الخلفا کے کچھ معنے نہ ہوسکتے پس رب اغفر لی وھب لی ملکاً لا ینبغی لاحد من بعدی انک انت الوھاب کا

مصداق بھی یہ مسیح موعود بالضرور ہے لہذا یہ مشابہت بھی من کل الوجوہ پائی گئی اور یہ جملہ فضائل بطفیل حضرت خاتم النبیین وسید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کے اُسکو مرحمت ہوے۔

تنبیہ ضروری

ملک جسمانی کے عنایت نہ ہونے میں اس سلیمان روحانی اُمت محمدیہ کے لیے یہ سِر ہے کہ مؤنت اور ذمہ واری ملکداری کی انسانوں کو خواہ کیسا ہی انسان ہو کسی نہ کسی قدر اُس کے اوقات کو اشغال دنیوی میں خرچ اور صرف کردیتی ہے اور پھر یہ مصروفی نعوذ باللہ اگر غفلت الٰہی کے ساتھہ ہو تو یہ مصروفی بالآخر نقمت اور زحمت ہو جاتی ہے اور مضمون آیت انا اخلصناھم بخالصۃ ذکری الدار کے مصداق رہنا کامل طور پر حاصل نہیں ہوسکتا لہذا حکمت الٰہی مقتضی ہوئی اس امر کے لیے کہ سلیمان اُمت محمدیہ کے لیے کسی طرح کی ذمہ واری ملکداری یا اسباب وسامان دنیوی کی طیاری میں اُسکا کوئی تعلق نہ ہو اور جیساکہ ارشاد قرآنی ہے کہ انا اخلصناھم بخالصۃ ذکری الدار یہ سلیمان وقت اسکا پورا مصداق رہے۔ ہاں یہ ظرف عالی اُسی خاتم النبیین اور سیدالمرسلین کا تھا جو باوجود ملک داری کے ما زاغ البصر وما طغی کے مصداق رہے اور آیت وھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی کے آخر میں جو انک انت الوھاب ہے وہ بھی ایک اشارہ لطیفہ اسطرف کررہا ہے کیونکہ وھّاب صیغہ مبالغہ ہے معنی اُس کے ہیں انتہا درجہ کا بخشنے والا اور بڑا داد دینے والا سو اس اسم کے لانیکا مطلب حضرت سُلیمان کی دعا کے آخر میں یہ ہے کہ مجھکو تو تو نے ایسا ملک جو لا ینبغی لاحد من بعدی کا مصداق ہو عطا فرمایا ہے مگر اُس کے ساتھہ ذمہ واری ملک داری اور مؤنت تمام سامان و اسباب دنیوی کے سر سے متعلق ہے لیکن تیری ذات پاک بصفت وہاب متصف ہے لہذا تو بغیر اس مؤنت اور ذمہ داری کے بھی یہ تمام سامان و اسباب عیش و آرام بتقضائے صفت وہابی دے سکتا ہے چنانچہ اس سلیمان اُمت محمدیہ کے عہد میں ایسا ہی کچھہ واقع ہورہا ہے کہ تمام برکات دنیوی وسامان عیش وآرام کے شیاطین دجا جلہ طیار کررہے ہیں اور اصل منافع اُن کے اس سلیمان وقت اور اُسکی جماعت کو بغیر مؤنت کے حاصل ہوتے ہیں اور اُسپر مزید یہ ہے کہ اُن پر کوئی مواخذہ اور باز پرس ان کی مؤنت کے نہیں ہے تاکہ مضمون ھذا عطاء نا فامنن او امسک بغیر حساب کا بھی یہاں پر بوضوح تمام صادق ہو جاوے۔ اگر سوال کیا جاوے کہ مخالفین بھی اس سلیمان کے شریک ان تمام منافع اور برکات

دنیوی میں ہیں پھر تخصیص اس سلیمان کی کیونکر ہوسکتی ہے تو **جواب** اس کا سابق میں گذر چکا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس قدر نعمتیں دنیا کی اور عوائد اور اسباب عیش و آرام اس جہان کے اگر توحید آلہی کی غفلت کے ساتھ ہوں اور اُنکو واسطے تبلیغ دین اسلام اور بجا آوری احکام خیر الانام کے لیے نہ برتا جاوے تو یہ ایک قسم کا ابتلا ہے جو بالآخر موجب عذاب آلہی اور سبب دخول جہنم کا ہوجاتا ہے جیسا کہ آیت **قل ھی للذین امنوا فی الحیوۃ الدنیا خالصۃ یوم القیمۃ** + اس مسئلہ کو بصراحت بیان فرمارہی ہے پس مخالفین کے حق میں یہ نعمتیں برائے چندے اور برلائے نام ہی ہیں کیونکہ وہ تو انھیں دجاجلہ شیاطین کے مذہب کی تائید کر رہے ہیں جو مخالفین اسلام ہیں صرف فرق اسقدر ہے کہ یہ دجاجلہ تو حضرت عیسی کو خدا یا خدا کا بیٹا کہتے ہیں اور مخالفین اندرونی حضرت عیسی کو زندہ مانکر صفات الوہیت میں اسد تعالے کا شریک کر رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ **الان کما کان ولا یزول ولا یحول** وغیرہ وغیرہ آگے رہا چندہ فراہم کرنے اور اس کے لینے کا اعتراض جو بسبب حسد اور عداوت کے کیا گیا ہے سو ذرا بابو صاحب متنبہ ہوں کہ اصل تمام خزائن ملوک کے بھی چندوں سے آئی ہے اور تمام مرسلین و مامورین کی جو ضرورتیں دینی پوری ہوئیں وہ بھی چندوں ہی سے ہوئیں قال اللہ تعالی **خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم بہا** ایضا قال تعالے **لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون** + **وغیر ذلک من الایات الکثیرۃ التی تلوتھا علیک من قبل فتذکر ولا تکن من الغافلین** +

قولہ صفحہ ۱۰۴۔ مرزا صاحب کا کسی سلسلہ میں داخل نہ ہونا سنۃ اللہ کے خلاف ہے کیونکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس تعلیم و تعلم کے سلسلہ سے مستثنی نہیں جبرئیل کی تعلیم **اقرأ باسم ربك الذی خلق** کو دیکھو الی آخرہ۔ **اقول** یہ سلسلہ تعلیم تو یہاں پر بھی موجود ہے دیکھو الہام مندرجہ براہین کو **فتبارك من علم و تعلم** یعنی

سہ دگر اُستاد را نامے ندانم ؛ کہ خواندم در دبستان محمد ؛

اس تعلیم روحانی کی نسبت اللہ تعالے خود فرماتا ہے **واخرین منہم لما یلحقوا بھم وھو العزیز الحکیم** اور چونکہ یہ تعلیم روحانی ہر کسی کے لیے نہیں ہوتی ہے اسواسطے اللہ تبارک و تعالے فرماتے ہیں **ذلك فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم** اور اس وسوسہ کا جواب مفصلاً پہلے بھی گذر چکا ہے **فتذکر**۔

قولہ صفحہ ۱۰۴ تحت فصل ۱۱۔ یہ مسئلہ (کہ بوقت بعثت امام الزمان کے جو رویاء صادقہ

دیا الہام اوروں کو ہوتا ہے وہ درحقیقت امام الزمان ہی کے طفیل سے ہوتا ہے) مرزا صاحب کا ہی تراشیدہ مسئلہ ہے دلیں۔ یعنی کتاب وسنت سے ثابت نہیں۔ **الجواب** اس فصل میں بابو صاحب نے اس بات پر بڑا زور دیا ہے کہ امام الزمان کے وقت میں دوسروں کو کرامات و الہام اور کشوف کا ہونا کچھ ضرورت ہی نہیں بلکہ امام الزمان کے وقت میں دوسروں پر دروازہ کرامات والہام اور کشوف وغیرہ کا بند ہو جانا ضروری ہے اور اس کی تائید میں عبارت مدارج السالکین اور فرقان میں اولیاء الرحمٰن و اولیاء الشیطان کی نقل کی ہے اور دلیل عقلی بھی اس اپنے مسئلہ پر یہ بیان کی ہے کہ ہوتی آفتاب کے ستاروں اور چراغوں کے کیا ضرورت ہے اور اسی لیے صحابہ کرام سے کرامات اور الہامات وکشوف وغیرہ صادر نہیں ہوئے وکذا وکذا لہذا یہ مسئلہ مرزا صاحب کا محض انھیں کا تراشیدہ ہے۔ **اقول** اے ناظرین اول تو بابو صاحب کا اقرار مندرجہ صفحہ ۱۰۴ سطر ۱ یاد رکھو اور وہ یہ ہے (امام الزمان کا وقت بہ نسبت دوسرے زمانوں کے زمانہ مبارک نبوی کے ساتھ مشابہت و مناسبت تامہ رکھتا ہے اور یہ مسئلہ عند العقل اور عند المسلمین مسلم ہے انتہی) اور ثانیاً یہ آیات ذیل بھی ذہن نشین کرلو قال الله تعالیٰ قد جاءکم من الله نور وکتاب مبین یهدی به الله من اتبع رضوانه سبل السلام ویخرجهم من الظلمات الی النور باذنه ویهدیهم الی صراط مستقیم۔ ۶ ایضاً قال تعالیٰ لقد ارسلنا موسیٰ بایاتنا ان اخرج قومك من الظلمات الی النور وغیر ذلك من الآیات الکثیرة۔ ان آیات سے ثابت ہے کہ امام الزمان کا فرض منصبی یہی ہے کہ وہ لوگوں کو ظلمات سے نکال کر نور میں داخل کر دیتا ہے تو پھر اس کے کیا معنے کہ متبعین امام الزمان نور الہام وکشوف وغیرہ سے بالکل محروم رہیں پھر آپ کا یہ حملہ کہ صحابہ کرام کو الہامات اور کشوف وغیرہ حاصل نہیں تھے صرف صحابہ ہی پر حملہ نہیں بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر بھی اور قرآن مجید پر بھی ہے کیونکہ اندریں صورت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا فرض منصب یخرجهم من الظلمات الی النور ہے ادا نہیں کیا اور پھر بحکم آنکہ دروغگو را حافظہ نباشد آپ خود صفحہ ۵۰۴ سطر ۱۸ عصا موسی میں اقرار کرتے ہیں کہ معجزات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ایک ہزار کے تو شیخ الاسلام تقی الدین احمد بن عبد الحلیم رحمۃ اللہ علیہ نے جمع کیے ہیں اور اسی طرح آپ کے صحابہ اور تابعین وغیرہ سائر الصالحین کی کرامات تو بہت ہی کثرت سے ہیں جنمیں سے چند ذیل میں درج ہیں اسیجگہ پر الہامات وکشوف بھی کثرت سے مذکور ہیں انتہی اب فرمایئے کہ یہ آپ کا مسئلہ تراشیدہ مسئلہ ہے یا حضرت اقدس کا مسئلہ تراشیدہ ہے بینوا توجروا! اور جبکہ امام الزمانکو

بابو صاحب آفتاب تسلیم کر چکے ہیں تو بابو صاحب پر لازم ہے کہ تجلیہ غیر امام کے انوار کا طفیلی امام الزمان کے ہونا تسلیم کریں کیونکہ عالم کی کل اشیا فی بابۃ النور آفتاب سے ہی منور ہوتی ہیں لا غیر ہاں یہ امر مسلم ہے کہ استفادہ انوار کا اپنی اپنی استعداد کے بموجب ہوگا دیکھو آفتاب کی شعاع کو جس قدر کہ اُس سے شیشہ آئینہ صیقل شدہ اخذ نور کرتا ہے پتھر وغیرہ استقدر کب اخذ کر سکتا ہے چاند اور ستارے بھی اُسی کے نور سے مستفیض ہیں کہ نور القمر مستفاد من نور الشمس قضیہ مسلمہ ہے ہاں ہوتے صنو رشمس کے اُن کا نور ماند اور ضعیف ہوتا ہے لیکن بالکل معدوم نہیں ہو جاتا کسی نہ کسی قطعہ میں لبسیط الارض پر اُس کا نور معلوم ہوتا ہے اور نور چراغ چونکہ آفتاب سے مستفیض نہیں ہوتا لہذا چند اسباب تیل بتی وغیرہ کا محتاج ہوتا ہے اور پھر بھی خطرہ سے مامون نہیں ہے اور خوف ذہب اللہ بنورھم وترکھم فی ظلمات لا یبصرون کا ہر وقت اسکو لگا ہوا ہے پس ثابت ہوا کہ بابو صاحب کا یہ مسئلہ بالکل غلط ہے کہ زمانہ امامت میں دوسروں پر نور الہامات وغیرہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے یا غیر امام الزمان کے انوار امام الزمان کے طفیلی نہیں۔

آگے رہا صحابہ کرام کے الہامات و کشوف کا کثرت سے منقول نہ ہونا تو اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ فی الحقیقت واقع بھی نہیں ہوئے ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ باوجود نور آفتاب نبوۃ کے اُن کے منقول و ماثور ہونیکی ضرورت و حاجت نہ تھی جو کثرت کے ساتھ منقول ہوتی لہذا عدم علم مستلزم علم عدم کو نہیں ہو سکتا صحابہ کرام کے قلوب اگر منور نہ ہوتے تو اُس نور نبوت کو کیونکر قبول کر سکتے نور آفتاب کے ادراک کی لیے تو نور بصر ضروری ہوتا ہے ولنعم ما قیل ؎ چشم روشن بے خور تاباں کہ دید لے ایں چنیں چشمے خدا کے آفرید؟ اور بابو صاحب کا یہ کہنا کہ دروازہ الہامات کے بند ہونے کی ضرورت بوقت امامت امام الزمان اسواسطے ہے کہ کوئی نادان مقام امامت کا مدعی نہ ہو اور نوبت نزاع و مخالفت کی نہ پہونچے یہ ایک عجیب بیہودہ استدلال ہے جو بابو صاحب کے خود اقرار و مسلمات کو رد کر رہا ہے کیونکہ جبکہ بابو صاحب نے وجود امام کو مثل آفتاب کے تسلیم کر لیا تو پھر اب غیر امام الزمان کے کس کی مجال ہے جو اپنے نور کے لیے بالذات ہونے کا دعوی کریگا اور پھر وہ اپنے دعوے میں کامیاب بھی ہو جاویگا ہاں یہ سنۃ اللہ ضرور ہے کہ بوقت بعثت مامورین کے جو مثل موسم برسات کے اُن کا زمانہ ہوتا ہے مزبلہ بھی زبان حال سے کہہ اُٹھتا ہے کہ میں بھی مثل گلزار ابر بہار کے سبزہ زار اور شاداب ہوں لیکن باایں ہمہ موسم برسات میں اُسکا تعفن اور ترقی پکڑ جاتا ہے اور ہزاروں کیڑے نجاست کے اُسمیں اور زیادہ پیدا ہو جاتے ہیں پس کجا

گلزار پر بہار کی سبزہ زاری و گلزاری اور کجا اُس مزبلہ کی سبزہ کاری۔ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا۔ اللہ تعالے نے جو اس اپنی سنّت کو سلسلہ روحانی میں موافق اسی سلسلہ جسمانی کے جاری رکھا ہے اُس سے مقصود صرف تمیز اور تمحیص ہے درمیان مخلصین اور منافقین کے کما قال اللہ تعالیٰ وکذلک جعلنا لکل نبی عدوا شیاطین الانس والجن یوحی بعضہم الی بعض زخرف القول غرورا۔

قولہ بابو صاحب کو مرزا صاحب کے دعوے امامت سے پہلے ہی سلسلہ الہامات کا شروع ہو گیا ہے پھر مرزا صاحب کے کیونکر طفیلی ہو گئے۔ **اقول** بھلا یہ دعوی آپ کا بلا ثبوت اوّل تو تسلیم کون کرے گا ورنہ آپ کوئی الہام اپنا شائع شدہ قبل از دعوی حضرۃ اقدس دکھاویں پھر اگر کوئی نادان تسلیم بھی کر لے تو وہ مثل آپ کے حسب اقرار آپ کے شیخ چلّی قرار پاوے گا کیونکہ آپ تو خود اپنے الہاموں کو ذخیرہ شکیات یا ظنیات کا کہتے ہیں اور ہم نے تو معتبر ذرائع سے معلوم کر لیا ہے کہ آپ کے پیر بھی اپنے الہاموں کو خیالات نفسانی سے بڑھ کر رتبہ نہ دیتے تھے اگر یہ بات سچ ہے اور ضرور سچ ہے کیونکہ آپ بھی اپنے الہاموں کو شکیات یا ظنیات سے بڑھ کر نہیں مانتے پھر فرمایئے کہ ؎ او خویشتن گم ست کرا رہبری کند۔ کے مصداق آپ کے الہامات ہوئے یا نہ ہوئے بینوا توجروا۔ پس الہامات وہی یقینی اور قطعی ہوتے ہیں جو مؤید بشہادت الٰہی ہوں جیسا مسیح موعود کے الہامات۔

قولہ صفحہ اور کیا امام الزمان کے نور کے پرتو سے امام الزمان ہی کے مخالف الہام ہوا کرتے ہیں۔ الخ **اقول** افسوس ہے کہ قطع نظر دیگر علوم شرعیہ کے بابو صاحب کو اشعار گلستاں کی بھی یاد نہ رہی۔ شعر اگر بنور آفتاب نخواہد رونق بازار آفتاب نکاہد
ایضاً ؎ باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست ۔ در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس۔

بابو صاحب آیات ذیل میں بھی کچھ تدبر فرمایئے تب آپکو حقیقت الحال سے وقوف ہو جاوے گا مثلہم کمثل الذی استوقد نارا فلما اضاءت ما حولہ ذھب اللہ بنورھم وترکھم فی ظلمات لا یبصرون صم بکم عمی فھم لا یرجعون۔ او کصیب من السماء فیہ ظلمات ورعد وبرق یجعلون اصابعہم فی اذانہم من الصواعق حذر الموت واللہ محیط بالکفرین۔

قولہ صفحہ تحت فصل ۱۲۔ اس فصل میں بابو صاحب نے چند وساوس درج کیے ہیں وسوسۂ **اوّل** مرزا صاحب نے خادمان قرآن مجید و احادیث رسول مقبول صلعم پر سب وشتم و لعن طعن کیا ہی کیا امام الزمان کے ساتھ ایسے ہی انوار نازل ہوا کرتے ہیں۔ الخ

اقول یہ امر اہل بصیرت پر ظاہر ہے کہ ان سب فرقوں کے مولویوں کی طرف سے ہی ابتداء تکفیر و تضلیل وسب وشتم ہوئی ہے اور بناء اختلاف صرف یہ ہے کہ حضرت امام الزمان بحکم نصوص قرآنیہ **فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي** وغیرہ کے حضرت عیسیٰ کو متوفی مانتے ہیں جس سے مذہب عیسائی بھی رد ہوتا ہے اور یہ تمام فرقے حضرت عیسیٰ کو صفات مختصہ الوہیت میں شریک کر رہے ہیں یعنی زندہ بجسدہ العنصری دوسرے یا چوتھے آسمان پر بصفت الآن کما کان اور لایزل ولایحول موصوف اعتقاد کر رہے ہیں اور دین باطل عیسائیوں کی تائید میں بہمہ تن مصروف ہو کر انواع انواع کے سب اور شتم جن کے نقل کرنے سے بھی ہمکو شرم آتی ہے حضرت اقدس کے بارہ میں شائع کر رہے ہیں پھر جبکہ یہ لوگ سب اور شتم وغیرہ میں حد سے زیادہ بڑھ گئے تو پھر کیا قوت غیرت انسانیکی جو اس غیور مطلق نے ہر ایک انسان کی فطرت میں رکھی ہے وہ تقاضا نہیں کرتی کہ ان کی ذب اور دفع کیلیے بحکم **فاعتدوا عليه بمثل ما اعتدى عليكم** کے سطر فہمی سے درجہ کم کچھ لکھا جاوے تو فرمایئے اسمیں کیا محذور شرعی لازم آتا ہے بلکہ یہ تو مامور بہ ہے۔ اور بجا آوری مامور بہ کیلیے ادنی درجہ یہ ہے کہ استحباب سے خالی نہ ہووے چہ جائیکہ ممنوع ہوا اور پھر اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جاوے تو ثابت ہو کہ یہ زجر و توبیخ جو حضرت اقدس کیطرف سے واقع ہوئی وہ تو بطور یاداش ان استہزاء کے اسطرح پر واقع ہوئی ہے جسکو دوسرے لفظوں میں واپس کرنا کہہ سکتے ہیں ولنعم ما قیل ؎ آنچنان کو بہ فعل ماندا ✤ بازمی آید ندا کارا صدا ✤ مدافعت تو ہر ایک قانون اور مذہب میں ضروری ہے۔

قولہ گروہ کثیر علماء کیطرف سے مخالف مرزا صاحب کی کتابیں تصنیف ہوئی ہیں اگرچہ مرزا صاحب کی طرف سے بھی کچھ کوتاہی اس باب میں نہیں ہوئی البتہ یہ انتشار روحانیت کا ہوا ہے انتہی ملخصاً۔ **اقول** ؎ مہ فشاند نور و سگ عوعو کند ✤ ہر کسے بر خلقت خود می تند ✤ ادھر سے تو حقائق اور معارف قرآن مجید کے سوا اور کچھ نہیں لکھا جاتا اور مخالفین کیطرف سے بجز سب وشتم کے اور کچھ بھی نہیں ہوتا وکل یعمل علی **شاکلتہ** متعد مستعدین مصنفین کو دیکھا گیا کہ صرف مخالفین کے رسائل کے دیکھنے ہی سے اس سلسلہ الٰہیہ میں داخل ہوئے ہیں۔ کیونکہ مخالفین کے رسائل میں کوئی حقیقت یا روحانیت نہیں پائی گئی

قولہ مثلاً۔ جبکہ بقول مرزا صاحب کے کوئی زمانہ سلسلہ الہام سے خالی نہیں تو پھر امام الزمان کی تخصیص ساتھ انتشار روحانیت اور نورانیت کے کیوں ہے۔

اقول جب تقاضائے وقت کے امام بھی تو ہر یک صدی میں گذرا ہے ہر ایک صدی میں

جو انتشار روحانیت اور نورانیت کا ہوا وہ اُس کا طفیلی تھا یاد کرو حدیث مجدد کی ماں لیلام چونکہ مہدی اور مسیح موعود اور خاتم الخلفا بھی ہے اسکی روحانیت اور نورانیت بحکم یواطی اسمہ اسمی کے عالمگیر ہے اور جب کہ شیخ عبد اللہ صاحب اپنے الہامات کو مرتبہ ظنیات اور تخیلات سے زیادہ رتبہ نہیں دیتے تھے جیسا کہ آپ بھی اس کے مقر ہیں تو پھر انُ کے الہامات کا ذکر کرنا بمقابلہ الہامات اس خاتم الخلفا کے محض بیہودہ ہے یہ مدعی سست گواہ چست کا سا معاملہ ہے اور ظہور دعوی سے پہلے الہامات کا شروع ہو جانا آپ کے لیے محض دعوی بے ثبوت ہے بلکہ ہم نے تو ثابت کر دیا ہے کہ آپ کے اکثر الہامات بھی براہین احمدیہ سے بطور استراق السمع کے واقع ہوے ہیں وللارض من کأس الکرام نصیب اور جو الہامات آپ کے خارج از براہین ہیں وہ محض غلط در غلط ہیں اور فرض کیا کہ کسی کے الہامات ظہور دعوی سے قبل کے ہوں مگر وجود مدعی صادق سے تو قبل کے نہیں ہیں اور اصل مسئلہ یہ ہے کہ جبوقت کوئی ایسا عظیم الشان مامور من اللہ پیدا ہوتا ہے اسکی ابتدائے پیدائش کے وقت سے ہی سلسلہ روحانی میں انقلاب شروع ہو جاتا ہے دیکھو جب موسم برشگال آنیکو ہوتا ہے تو قبل بارش ہونے کے ہی ہوا میں تغیر یبوست سے طرف رطوبت کے پیدا ہو جاتا ہے یہیں وجہ مولوی عبد اللہ صاحب نے قبل ظہور دعوے کے ہی نور آسمان سے قادیان کیطرف نازل ہوتے ہوے دیکھا تھا۔ اور پھر نظر کرو سلسلہ نوری عالم جسمانی پر کہ قبل طلوع آفتاب کے ہی دو صبح نمودار ہوتی ہیں ایک کاذب اور دوسری صادق جسمیں کل آفاق میں روشنی پیدا ہو جاتی ہے چنانچہ اس مسئلہ کیطرف آیت وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا بھی ایک اشارہ لطیفہ فرما رہی ہے۔

قولہ صفحہ ۔ مرزا صاحب کے کلام میں تناقض ہے کبھی کہتے ہیں کہ اس امت محمدیہ میں کروڑوں خواب بیں اور ملہم ہوتے آئے ہیں اور پھر کبھی کہتے ہیں کہ سچی خواب اور الہام امام الزمان کے ہی نور کا پرتوہ ہے **اقول** بابو صاحب نے تناقض کا مسئلہ ایسا سمجھا ہے کہ کسی منطقی کے خیال میں بھی نہیں آیا کیا شب کو بابو صاحب نہیں دیکھتے ہیں کہ کروڑوں ستارے آسمان پر دکھائی دیتے ہیں پھر بھی علم نظام شمسی کا یہی کہہ رہا ہے کہ ان سب ستاروں کا نور آفتاب سے ہی مستفاد ہے پس آفتاب کے مفیض ہونے میں اور کروڑوں ستاروں کے مستفیض ہونے میں کیا تناقض اور تضاد ہے ہاں اگر ہمارا یہ دعوی ہوتا کہ بعد وفات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کوئی امام الزمان آج تک نہیں ہوا اور صرف

حضرت مسیح موعود ہی اس چودھویں صدی میں ایک امام زمان بعد وفات حضرۃ خاتم النبیین کے ہوئے ہیں تو یہ اعتراض بابو صاحب کا قابل التفات کے ہوتا لیکن ہم یہ کب کہتے ہیں ہمارا تو یہ مذہب ہے کہ ہر قرن میں کوئی نہ کوئی مامور من اللہ امام زمان اس امت محمدیہ میں ہوتا چلا آیا ہے ہاں یہ امام الزمان اکمل الخلفاء ہے تو پھر معترض الیسی شکوک کا پیدا کرنا کیسا مشعر بخل وعناد کا ہے۔

قولہ تفقہ دینی ہی ہمیشہ اس اُمت میں رہا ہے ہاں آجکل اسکا بطرف قحط ہو گیا ہے **اقول** یہی قحط تو موجب ظہور اس مہدی معہود اور مسیح موعود کا ہے جو حکم ہو کر آیا ہے اور مصداق ہے لو کان العلم معلقا بالثریا لنالہ رجل من فارس کا۔

قولہ منشاء اعتراض مشتہر کا خلاصہ یہ ہے کہ باوجودیکہ شریعت اسلام میں حج ایک رُکن عظیم ارکان اسلام سے ہے مرزا صاحب اور اُن کے مریدین آسودہ حال کو حج کا کبھی خیال بھی نہیں آتا اور شیخ عبداللہ صاحب کی صحبت کا اثر اُن کے مریدین پر ایسا تیز اور برقی اثر تھا کہ اکثر اُن کے حج کرتے اور نوافل اور تہجد وغیرہ کے وہ سب عادی تھے اور ہیں **اقول** سچ فرمایا اللہ تعالی نے ومن الناس من یجادل فی اللہ بغیر علم ولا ھدی ولا کتاب منیر۔ معترض سے اولاً یہ امر دریافت طلب ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کسوقت حج کیا تھا جواب اس کا بجز اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ آخر بعثت میں جسکو حجۃ الوداع کہتے ہیں علی ہذا القیاس خلفاء نے بھی بالآخر ہی حج کیا پس اس امام کا حج بھی اُسی شان سے ہوگا کیونکہ یہ امام بروز ہے آنحضرت صلعم کا اور مصداق ہے یواطی اسمہ اسمی کا لہذا اُس کا ارادہ حج بھی بعد فراغ کسر صلیب اور قتل دجال کے ہی ہونا چاہیے۔ ثانیاً یہ گذارش ہے کہ جو آیت آپ نے خود لکھی ہے اُسمیں شرط من استطاع الیہ سبیلا کے موجود ہے یا نہیں جواب یہی ہوگا کہ موجود ہے اندریںصورت جبکہ اس امام کو بسبب شرور مخالفین کے استطاعت سبیل نہیں ہے تو پھر حج کیونکر فرض ہوگیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی تو حج اُسی وقت کیا تھا کہ جب شرور مخالفین سے امن ہو گیا تھا اسی طرح یہ بروز محمدی اُسوقت ارادہ حج کرے گا جس وقت شرور مخالفین سے امن حاصل ہو جاوے گا ثالثاً یہ عرض ہے کہ فرضیت حج کی فوری کہاں ہے جو یہ اعتراض کیا جاتا ہے در صورتیکہ فرضیت اُس کی فوری نہیں ہے تو باوجود موجود ہونے شرائط حج کے بھی

یہ اعتراض کیونکر ہوسکتا ہے کہ علی الفور حج کیوں نہیں کیا۔ رابعاً آپ نے جو حدیث لکھی ہے اُس میں بھی موانع حج میں سے کسی قسم کی حاجت ظاہری اور بادشاہ جابر اور مرض حابس کو موانع حج سے قرار دیا ہے اول آپ نے ثابت کیا ہوتا کہ حضرت اقدس کو کسی قسم کا مرض بھی نہیں لاحق ہے اور کوئی سلطان جابر یعنی شریف وغیرہ بھی ضرر رساں نہیں ہو وینگے اور کوئی ایسی ضرورت بھی نہیں موجود ہے جو حج کے موانع میں سے ہو وغیرہ وغیرہ تب اعتراض کیا ہوتا علی ہذا القیاس اس قسم کا اعتراض متعلق ذاتیات کے کسی شخص پر جو جماعت احمدیہ میں سے ہو آپ نہیں کرسکتے جبتک کہ تمام عوارض اور لواحق انسانی کا آپکو پورا پورا علم حاصل نہ ہو اور جو بد اعمالیاں اور بداقوالیاں آپ کے پیر صاحب کے مریدین کی ہمیشہ ظاہر ہوتی ہیں اُنکو ہم اسجگہ پراسوسطے نہیں لکھتے کہ لا تذکروا موتاکم الا بخیر وارد ہے اور اللہ تعالے فرماتا ہے لا یحب اللہ الجہر بالسوء من القول اور حضرت اقدس کے سلسلہ میں تو جو کوئی بڑے سے بڑا فاسق مشرک بھی داخل ہوتا ہے وہی متقی متہجد گذار ہو جاتا ہے ہاں چونکہ اس سلسلہ الٰہیہ میں توجہ طرف حصول معارف دینیہ قرآنیہ اور حقائق یقینیہ فرقانیہ کے زیادہ تر ہے تاکہ تمام مخالفین اسلام کو حجج بینہ سے ہلاک کیا جاوے چنانچہ جس جس بستی میں اس جماعت کا کوئی آدمی ہے مخالفین اسلام کی مجال نہیں کہ اُس سے مقابلہ کرسکے تمام مذاہب باطلہ معرض ہلاکت میں آگئے ہیں کما قال تعالے لیہلک من ہلک عن بینۃ ویحیی من حی عن بینۃ بلکہ اس جماعت کا ایک ادنیٰ شخص بھی بڑے بڑے فلاسفروں پر غالب آجاتا ہے تاکہ پیشین گوئی لیظہرہ علی الدین کلہ پورے طور پر حاصل ہو اسی لیے تمام مفسرین اس پیشین گوئی کو مخصوص ساتھ زمانہ مسیح موعود کے گردانتے ہیں۔

قوله ص۱۰۹۔ نمبر میں بابو صاحب نے بغیۃ المرتاد ابن تیمیہ سے قصہ ابن ہود دمشقی کا لکھا ہے جس کے مرید اُسکو مسیح ابن مریم موعود خیال کرتے تھے اور ابن تیمیہ نے دلائل کتاب و سنت سے اُنکو ساکت کیا وکذا وکذا۔ غرض بابو صاحب کی اس قصہ کے لکھنے سے شاید یہ ہوگی کہ جسطرح ابن ہود کا مسیح موعود ہونا باطل تھا اسیطرح حضرت اقدس کا مسیح موعود ہونا جھوٹھا ہے مگر یہ خیال بابو صاحب کا بچند وجوہ سراسر باطل ہے اولاً آنکہ ابن ہود نے خود دعوی نہیں کیا کہ میں مسیح موعود ہوں بلکہ اُس کے مریدین نے بحکم آنکہ پیراں نمی پرند مریداں می پرانند اُسکو مسیح موعود خیال کیا تھا جو بالکل غلط اور باطل تھا کیونکہ مسیح موعود کے آثار اُسوقت اور نیز اُسمیں کچھ بھی موجود نہیں تھے پس کاذب مسیح کے بطلان سے صادق مسیح کا بطلان کیونکر ہوسکتا ہے اور یہی لیے ابن تیمیہ اُسپر غالب آئے۔ ثانیاً آنکہ اگر وہ خود بھی دعوی کرتا تو سرتاپا غلط تھا کیونکہ جو آثار اور علامات اور لوازم مسیح موعود کے کتاب

اللہ اور سنت صحیحہ میں وارد ہیں وہ اُس زمانہ میں کب موجود تھے اور جبتک کہ آثار و علامات و لوازم کسی شے کے موجود نہوں تب تک کیونکر وجود اُس کا متحقق ہو سکتا ہے کہ الشئ اذا ثبت ثبت بلوازمہ قضیہ مسلمہ ہے پس اُس کا دعوی بیوقت سراسر باطل تھا لیکن جبکہ تمام آثار و علامات و لوازم کسی شے کے موجود ہو جاویں تب بھی اُسکا انکار و تکذیب کیے جانا موجب الحاد و زندقہ کا ہے بلکہ ایک سفسطہ محض ہے دھوپ کو دیکھکر آفتاب کے وجود میں کسکو شک ہوتا ہے اور جب دھواں دیکھا جاتا ہے تو آگ کے وجود پر کیا ایک دلیل نہیں ہو جاتا اور جب خوشبو سونگھی جاتی ہے تو عطر کا موجود ہونا معلوم ہو ہی جاتا ہے کسی کی آواز خاص جب سُنتے ہیں تو اُس کے وجود پر یقین ہو جاتا ہے اور تامل نہیں رہتا بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ یہ تمام استدلالات انی استدلال ہیں اگر یہ انی استدلال محل تامل ہوا کریں تو پھر خدا کی خدائی جو عالم کو دیکھکر معلوم ہوتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت جو آپ کے آثار باقیہ دیکھکر سمجھی جاتی ہے سب محل تامل ہو جاویں بلکہ سلسلہ علم تمام معلومات کا ہی دنیا سے گم ہو جاوے نہ آثار ذکاوت سے کسی کی ذکاوت معلوم ہو سکے اور نہ کسیکی عبادت سے اُسکا عبد ہونا اور نہ کسیکی سخاوت سے اُسکا سخی کا ہونا معلوم ہو سکے اور نہ کسیکا بخیل ہونا اور نہ کسی کا جبان یا شجاع ہونا اُن کے آثار سے معلوم ہو سکے اور سب محل تامل میں ہو جاویں کلا و حاشا پس جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ صدی کا راس بھی موجود ہے اور ایک مدعی بھی موافق حلیہ مسیح موعود کے موجود ہے نشانات آسمانی اور زمینی بھی اُس کے وجود پر دلالت کر رہے ہیں کما مر سابقاً صدہا خوارق بھی اُنمیں پائے جاتے ہیں اخلاق حمیدہ بھی اُس کے ایسے دیکھتے ہیں کہ یواطی اسمہ اسمی کے مصداق ہیں دعوۃ الی دین الاسلام اُس کے ہاتھ سے شرق اور غرب شمال و جنوب دنیا میں پہنچگئی اور پہنچ رہی ہے کسر صلیب جو اُسکا بڑا فرض منصب تہا وہ بھی ہو گیا اور ہوتا جاتا ہے وغیرہ وغیرہ جسپر کتابیں حضرت اقدس کی شواہد بینہ ہیں غرضنکہ تمام لوازم اور آثار و علامات جو مسیح موعود کے لیے احادیث صحیح یا قرآن مجید میں آئے تھے وہ سب مشاہد ہو چکے اور جب متن دجالیہ کیطرف نظر کیجاتی ہے تو وہ شمار میں نہیں آسکتے اور چار دانگ عالم میں پھیلے ہوے ہیں کوئی بستی اُنسے خالی نہیں پس اُن سکو اگر جمع کیا جاوے تو بمنزلہ ایک خاصہ منطقی کے ہوجاتے ہیں جو اپنے معرف بفتح راء پر دلالت صریحہ کرتا ہے اگر باوجود موجود ہونے ایسے معرف بکسر راء کے اب بہی کوئی غبی ایسے مدعی صادق کو تسلیم نہ کرے تو پھر وہ تمام سلسلہ علم معلومات ہی دست بردار ہو جاوے اور کیا بعید ہے کہ وہ خدا کی خدائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے ہی انکار کر بیٹھے ۔ مولوی رحمت اللہ صاحب وغیرہ میں یہ سب آثار اور علامات جو بمنزلہ خاصہ منطقی کے مسیح موعود کے لیے معرف ہیں کب موجود تھے ہم یہ کب کہتے ہیں کہ اس اُمت میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو اُس میں کوئی فضیلت عامہ بطور فرض تمام کے نہ پائی جاوے ہمتو یہ کہتے ہیں کہ یہ جملہ آثار و علامات و لوازم مسیح موعود کا مجموعہ کسی میں

موجود نہیں تھا بلکہ یہ فضلاء و علماء آنجناب کے باطن پیش خیمہ اور ارہاص کے تھے واسطے اس مسیح موعود کے اور سرسید وغیرہ کو جو آپ نے عمدہ مناظرین سے لکھا ہے یہ آپ کے تبحر واقفیت پر دلیل ہے سرسید نے کونسا مناظرہ کیا اور کہاں کیا بلکہ وہ تو فلسفہ جدیدہ سے ایسے مغلوب ہوگئے تھے کہ اہم مسائل اسلام کا بھی انکار کر دیا بلکہ مرض الموت میں تو تثلیث کے قائلین کو بھی ناجی کہدیا واللہ حسیبہ اور آجکل تو دہریت کا وہ غلبہ ہے کہ مناظرہ کیسا ہی با حجت ہو بغیر خوارق اور نشانات آلہیہ کے مفید ہی نہیں ہو سکتا بلکہ مضر پڑجاتا ہے اور تعصب و عناد کو اور بڑھا دیتا ہے۔ مگر دیکھو اس امام کے مناظرات کو جو آتھم سے ہوا اور لیکھرام اور دیانند سرستی غلام دستگیر قصوری وغیرہم سے کیسے نشانات الہیہ کے ساتھ واقع ہوا اور اسوقت میں ایسے ہی مناظرہ یا خوارق کی ضرورت تھی

قولہ ضلا مرزا صاحب کے مباحثہ امرتسر کے بعد خود اُن کے مرید مرتد ہوکر دوسری طرف شامل ہوگئے **اقول** اس مباحثہ کے بعد تو ہزاروں آدمی داخل سلسلہ آلہیہ ہوگئے جسکی نوبت ایک پچاس ہزار یا اس سے زیادہ تک پہونچی ہوئی ہے اگر ایک دو شخص مرتد ہوگئے جو وہ بھی در اصل بیعت کرنے والوںمیں سے نہیں تھے اور آپ کی طرح منافقانہ حسن ظن رکھتے تھے مرتد ہوگئے تو اس سے کیا محذور لازم آیا قال اللہ تعالی یضل بہ کثیراً و یہدی بہ کثیراً و ما یضل بہ الا الفاسقین الذین ینقضون عہد اللہ من بعد میثاقہ و یقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل و یفسدون فی الارض اولئک ہم الخاسرون ؁

قولہ کشف الغطا میں مباحثات کی کچھ اور ہی غرض بیان کی گئی ہے۔ **اقول** غرض صرف یہی ہے کہ احکام قرآن مجید کی تعمیل اور فرماں برداری ہو اور شاہنشاہان دنیا کو تبلیغ اسلام کی جاوے اور خیالات غلط مسلمانوں کے دور کیے جاویں جو اپنی گورنمنٹ محسن کے ساتھ خیر خواہی باخلاص سے پیش نہیں آتے سوا اس کے اور کیا غرض ہے آپ بیان فرماویں۔

قولہ صلاا وقت خطبہ کے مرید مرزا صاحب کے باتیں کرتے رہتے ہیں۔ یہ تہذیب حاصل کی ہے **اقول** حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام سب برابر نہیں تھے پھر اگر سو مرید میں سے ایک دو شخص مہذب نہوں تو حضرت اقدس پر اعتراض کرنا خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر معترض ہونا ہے اور ہم تو دیکھتے ہیں کہ جماعت حاضرین جمعہ کی تلاوت قرآن مجید اور درود کی کرتی رہتی ہے

قولہ مولوی نورالدین صاحب وغیرہ امام حسین کے بارہ میں الفاظ گستاخانہ کہا کرتے ہیں بلکہ خط ۱۸۹۹ء میں امام ہمام پر مخالفت کتاب اللہ اور حدیث کا طعن کیا ہے و کذا و کذا **اقول** معترض صاحب کی غرض اس اعتراض سے یہ ہے کہ چونکہ اکثر عوام اہل سنت و اہل شیعہ نے حضرت امام ہمام حسین علیہ السلام کو حاجت روا اور معصوم عن الخطا بلکہ معبود قرار دے رکھا ہے

لہٰذا اس ہماری نکتہ چینی سے عوام کالانعام پر بڑا اثر پڑے گا اور اُنکو اشتعال پیدا ہوگا مگر گذارش یہ ہے کہ اگر مولانا نورالدین صاحب نے دربارہ روانہ ہونے حضرت امام حسینؓ کے خطا واقع ہو جانا کہا یا لکھا ہو تو اسمیں گستاخی اور بے ادبی کیا ہوئی اس قسم کی خطا یعنی چوک خود آنحضرتؐ بلکہ دیگر انبیا سے واقع ہو گئی ہے کما قال اللہ تعالیٰ لو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء یہی وجہ بعض جہاد و میں اولوالعزم صحابہ کرام سے سوء تدبیر اور چوک واقع ہو گئی اور بالآخر شکست اُسکا نتیجہ ہوا دور نہ جاؤ دیکھو قصہ حدیبیہ کو جسکو تم خود لکھہ چکے ہو علیٰ ہذا القیاس حضرت امام ہمام علیہ السلام کا سفر اگر بمشورہ صحابہ کرام کے واقع ہوتا اور اس سفر میں جو سوء تدبیر واقع ہوئی وہ واقع نہ ہوتی تو پھر یہ مصائب جو وارد ہوے کیوں واقع ہوتے۔ اور فضائل اور مناقب امام کا کون منکر ہے جو آپنے احادیث مناقب لکھکر اپنا محدث ہونا ظاہر کیا ہی اور یہ تقاضائے بشریت کے مقابلہ خصم میں کسی سوء تدبیر کا واقع ہوجانا منافی مناقب اور فضائل کسی امام کے کیونکر ہو سکتا ہے پھر دیکھو خود تم نے مولانا صاحب کا آخری فقرہ یہ بھی نقل کیا ہے (مگر انتو ہم کہتے ہیں کہ امام حسین کو آخر بصرت ملی اور یزید نا کام ہوا) اور پھر گذارش یہ ہے کہ یہ چوک یا سوء تدبیر اور خطائے اجتہادی یا تو حضرت ابن عباس وعبداللہ ابن الزبیر وغیرہم کیطرف منسوب کی جاوے گی کیونکہ یہ صحابہ کرام حضرت امام ہمام کو اس سفر سے مانع آتے تھے اور یا حضرت امامؑ کیطرف نسبت کی جاویگی از احدی البلیتین چارہ نہیں ہے مگر چونکہ بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام کو ہی اس سفر کے بارہ میں سوء تدبیری واقع ہو گئی کیونکہ نتیجہ اُسکا شکست واقع ہوا لہٰذا مولوی صاحب نے ایسا کچھہ کہا یا لکھا اور چونکہ مدارج شہادت حضرت امام کو ملنے تھے لہٰذا یہی امر مقدر تھا وکان امر اللہ مفعولاً۔

قولہ صـ۱۲۱ مرزا صاحب کے یہاں بحث مباحثہ سے پرہیز کرنے کی تعلیم ہی نہیں۔ **اقول** جبکہ قرآن مجید کا ایک مقصد عظیم فرقہ ضالہ یہود ونصاریٰ ومشرکین ومنافقین کے ساتھ مناظرہ اور مباحثہ کرنا ہی تو پھر اس سے پرہیز کرنے کی تعلیم کیوں دیجاوے دیکھو فوز الکبیر میں شاہ ولی اللہ صاحب تقسیم علوم قرآنی میں لکھتے ہیں علم مخاصمہ با چہار فرقہ ضالہ یہود ونصاریٰ ومشرکین ومنافقین وتفریع بریں علم ذمہ متکلم ست۔ مگر حضرت اقدس کی مجلس میں صرف اسی علم قرآن کا ذکر نہیں ہوتا بلکہ کل علوم پنجگانہ قرآن مجید کا تذکرہ ہوتا رہتا ہے یعنی تذکرہ علم احکام علم مخاصمہ علم تذکیر بالاء اللہ علم تذکیر بایام اللہ وعلم تذکیر بموت وما بعد آں از حشر ونشر وحساب ومیزان وجنت ونار سے حضرت اقدس کی مجلس خالی نہیں رہتی بلکہ ان کل علوم خمسہ قرآنیہ کے حقائق اور دقائق کا تذکرہ ہمیشہ رہتا ہے کیونکہ حضرت اقدس کو الہام

بھی یہی ہوا ہے کہ الرحمن علم القرآن ایضًا والخیر کلہ فی القرآن۔ ہاں یہ
بات صحیح ہے کہ ہماری جماعت میں سے کوئی شخص ورد یا وظیفہ کو بغیر سمجھے ہوئے طوطہ کی
طرح نہیں پڑھتا ہے کیونکہ جا بجا قرآن مجید میں تذکر اور تدبر اور خشوع اور خضوع کی تاکید
فرمائی گئی ہے اور غفلت سے ذکر کرنا مذموم قرار دیا گیا ہے کما قال تعالیٰ ولا تطع من اغفلنا
قلبہ عن ذکرنا۔ ایضًا قال تعالیٰ ولا تکن من الغافلین ایضًا قال تعالیٰ ان فی
خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنہار لایات لاولی الالباب۔ و
غیر ذلک من الآیات۔ جو بابو صاحب نے مدح ذکر اللہ میں لکھی ہیں اور بابو صاحب خوب
یاد رکھیں کہ بے تذکر اور تدبر اور خشوع اور خضوع کے تمام عبادتیں ضائع ہیں اور تعلیم اسلام میں
تذکر ساعۃ خیر من عبادۃ سنۃ وارد ہوا ہے ولنعم ما قیل ؎ برزباں تسبیح ودر دل گاؤ خر ٭
ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر ٭ لیکن ایسا ذکر اللہ جو تدبر اور تذکر کے ساتھ ہو مخالفین کے حصہ میں
کب آیا ہے ؎ ذکر اللہ کار ہر اوباش نیست ٭ ارجعی بر پائے ہر قلاش نیست ٭
اور ریل کے اسٹیشن پر جو آپکو الہام ہوا ہے وہ آپکی ہی تنبیہ کے لیے ہوا ہے کہ ؎ کلاہ خسروی
وتاج شاہی ٭ بہر کل کے رسد حاشا وکلا ٭ کیونکہ ایسا ذکر اللہ جس سے اللہ تعالیٰ کیطرف سے
خطاب ارجعی بندہ کو پہونچے بغیر وقوف کے اوپر علوم خمسہ قرآنیہ مذکورہ کے کب حاصل ہو سکتا
ہے اسیواسطے آنحضرت صلعم کو یہ دعا تعلیم کی گئی کہ رب زدنی علما اور کلمہ حصر کے ساتھ وارد
ہوا ہے وان العلماء ہم ورثۃ الانبیاء ورثوا العلم من اخذہ اخذ بحظ
وافر ومن سلک طریقا یطلب بہ علما سہل اللہ لہ طریقا الی الجنۃ ۔ ایضًا
وانما یخشی اللہ من عبادہ العلماء وما یعقلہا الا العالمون۔ ایضًا
وقالوا لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب السعیر۔ ایضًا ہل یستوی
الذین یعلمون والذین لا یعلمون۔ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من
یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین۔ عن ابن عباس قال ضمنی رسول صلعم وقال
اللہم علمہ الکتاب۔ دیکھو بخاری کو الغرض ہماری جماعت میں کم وبیش علیٰ قدر استعداد
یہ علوم وواقفیت علوم شرعیہ معہ نسبت ذکر اللہ بالخشوع والخضوع اور تفقہ فی الدین بحمد اللہ
ضرور بالضرور پائی جاتی ہے لیکن اس نسبت سے کورا پن اور صرف الفاظ پرستی اور بیہودہ
مخالفین میں مشاہدہ ہو رہی ہے اور سب وشتم وتکفیر مومنین موحدین پر سارا دارومدار رکھا گیا
ہے ولیں آگے رہا مسئلہ فضیلت سو اس بارہ میں ہمارا وہی مسلک ہے جو رسول کریم صلعم فرما گئے
ہیں کہ مثل امتی کمثل المطر لا یدری اولہ خیر ام آخرہ ۔ صفحہ ۵ از الہ سے جو آپنے

عبارت نقل فرمائی ہے وہ منافی اس کے نہیں ہے کہ بعض مرید حضرت اقدس مرزا صاحب کے جو مستغرق علوم بیگانہ قرآنیہ کے ہیں مولوی عبداللہ صاحب سے بہتر ہیں کیونکہ اگرچہ مولوی عبداللہ صاحب کو ہمنے تسلیم کیا کہ یاد الٰہی ہی کرتے تھے اور متقی بھی تھے لیکن حدیث میں آچکا ہے کہ فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادناکم وغیرہ وغیرہ اور آپ کا الہام کتاب نص فیہ رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ اگر اُسکو الہام مانا جاوے تو وہ ایسے ہی ذاکرین کے لیے ہے جنکو تجارت اور بیع و شرا اللہ تعالے کے ذکر سے غافل نکرے اور یہ بات کسیکو حاصل نہیں ہو سکتی جبتک علوم خمسہ قرآنی کی اُسکو مزاولت نہ ہو اور تمام شرکوں اور بدعتوں سے اجتناب نہ کرے خصوصًا وہ شرک جو مذہب عیسائی میں ہے کہ حضرت عیسی کے لیے صفات مختصہ آلہیہ ثابت کی جاتی ہیں والحمد للہ کہ یہ علوم خمسہ قرآنی اور اجتناب ایسے شرکوں اور بدعتوں سے سوائے جماعت احمدیہ و نیابلیغ کے کسیکو حاصل نہیں ثم الحمد للہ

قولہ صـ ۱۱۹ زمانہ مسیح موعود کو بہ نسبت دیگر زمانوں کے انتشار روحانیت اور نورانیت کے ساتھ زیادہ تر خصوصیت کیوں ہے اور کس حدیث سے ثابت ہو۔ **اقول** دروغگو را حافظہ نباشد مدارج السالکین سے آپ خود حدیث بھی لکھہ چکے ہیں اور دلیل عقلی بھی تحریر کر چکے ہیں دیکھو صـ وہی عند اقتراب الزمان (ای قرب القیامۃ) لا تکاد تخطی کما قال النبی صلعم وذلک لبعد العہد بالنبوۃ وآثارھا فتعوض المومنون بالرؤیا واما فی زمن قوۃ نور النبوۃ ففی ظہور نورھا وقوتہا یغنی عن الرویا۔ یعنی آخر زمانہ قرب قیامت میں جو عین زمانہ امام آخر الزمان ہے رویا خطا نہیں جاتی جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اور وجہ عقلی اس کی یہ ہے کہ آخر زمانہ بہت دور ہو گیا ہوگا آفتاب نبوۃ تشریعی سے اور اُس کے آثار سے پس اس دوری کے بدلے میں مومنوں کے لیے رویاء صالحہ دیجائیگی لیکن زمانہ قوت نور نبوت تشریعی میں اور اُس کے ظہور کے وقت ایسے کثرت رویا کی چنداں ضرورۃ نہیں الخ اور چونکہ ہر ایک مسبب کے لیے ایک علت اور سبب کی ضرورت ہوتی ہے لہذا علت اُسکی وہی مسیح موعود کا نزول ہے اور نزول کے معنی یہی ہیں کہ اللہ تعالی کیطرف سے اُسکے ساتھہ برکات اور انوار نبوت محمدیہ کا آسمان سے نزول ہوگا اور نزول انوار مقتضی ہی اس امر کے لیے کہ جو انسان قابل النور ہیں اپنی اپنی استعداد کے موافق وہ منور ہو جاویں۔ اور ام موسی و مریم کو جو الہام ہوے وہ بھی پرتوہ اپنے اپنے امام الزمان کے وقت کا تھا جو حضرت موسی و عیسی ہیں اور مقتبس ہیں الانوار و برکات محمدیہ سے اور چونکہ نابالغ بچوں میں صفائی طبیعت زیادہ ہوتا ہے لہذا اُس پرتوہ نازل کی قابلیت بھی زیادہ ہوتی ہے لہذا اُنکو بھی ان روحانی

نور نازل سے حصہ ملنا خود حدیث سے مستنبط ہوا۔

قولہ صلا مرزا صاحب حصول منصب نبوۃ کے لیے چالیس برس تعین فرمایا کرتے ہیں اور یہاں پر اپنی فضیلت کے اثبات کے لیے بچوں کو بھی منصب نبوۃ دیدیا۔ **اقول** ؎

بند آہن را تواں کردن جدا ✿ بخت عیسیٰ را نداند کس دوا۔ منصب نبوۃ جو اصلاح خلق اللہ اور تجدید دین متین اسلام معہ نشانات آسمانی کے ہے اور چیز ہے اور رویاء صادقہ ہونا اور چیز ہے حضرت اقدس نے یہ کہاں کہا ہے کہ جسکو رویاء صالحہ ہو جاوے اس کو منصب نبوۃ یعنی اصلاح خلق اللہ اور تجدید دین متین وغیرہ بھی سب بالفعل عطا ہو جاتا ہے دیکھو آنحضرت صلعم کے وقت میں حضرت حسان روح القدس سے بولتے تھے لیکن انکو منصب نبوۃ آنحضرت صلعم کا کب حاصل تھا اب بھی دیکھو کہ جماعت احمدیہ میں صدہا آدمی خواب بیں و ملہم ہیں اور عورتیں اور بعض عوام الناس سے بھی ہیں اور خاتم نور سے فیضیاب ہو رہے ہیں مگر وہ مسیح موعود اور مہدی موعود تو نہیں ہیں۔

قولہ صد مرزا صاحب کتب محرفہ سے باوجود اقرار انکی تحریف کے بے سند و بے دلیل تمسک کرتے ہیں۔ **اقول** توریت و اناجیل وغیرہ کتب سابقہ کی جو روایت کہ موافق کتاب اللہ و سنت صحیحہ کے ہوں یا قرآن مجید کی تفسیر اُن سے ہوتی ہو یا اہلکتاب پر الزاماً کوئی حجت اسلامی قائم ہوتی ہو اُن کے ساتھ استدلال کرنے میں کیا حرج ہے **کما قال تعالیٰ قل فاتوا بالتوراۃ فاتلوھا ان کنتم صدقین** اور صحیح بخاری میں موجود ہے کہ **حدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج**۔

قولہ مرزا صاحب کو اپنے کسی بچہ نابالغ کے لیے دعوی نبوۃ کی پڑی جاتی مرکوز خاطر ہے جو بچوں کے لیے بھی نبوۃ کرنا لکھتے ہیں۔ **اقول لھم قلوب لا یفقھون بھا ولھم اعین لا یبصرون بھا ولھم اذان لا یسمعون بھا اولئک کالانعام بل ھم اضل اولئک ھم الغافلون**۔ حضرت اقدس نے کسی اشتہار میں مشتہر نہیں کیا کہ طفل موعود حالت صغر میں ہی تمام کام اصلاح کے انجام دیوے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا وغیرہ وغیرہ مگر مجھکو افسوس یہ ہے کہ باوجودیکہ جو الہامات تولد مرحبا فرزندوں کی نسبت حضرت اقدس کو ہوئے تھے وہ سب کے سب اپنے اپنے وقت میں پورے ہو گئے اور صدہا الہامات علاوہ اُن کے پورے ہو گئے پھر جو الہام خاص فرزند موعود کے بارہ میں ہی اسکے پورا ہونے میں مخالفین کو کیا شک باقی رہا جو اسی جگہ پر بابو صاحب نے اس قول کو کہ نابالغ بچے نبوۃ کرینگے۔ فرزند موعود کے لیے پڑی جاتی قرار دیا ہے

اور جبکہ احادیث میں بھی مسیح موعود کے لیے یہ نشان آچکا ہے کہ یتزوج و یولد لہ اور پھر اس نشان مندرجہ احادیث کا آغاز اور شروع بھی ہو چلا ہے معہذا اس نشان کی تکذیب کیونکر جاناً مصداق بننا آیت مرقومہ بالا کا ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

قولہ یہ بھی زبردستی ہے مجرد دعوی ہے کہ الہامی انوار امام الزمان کے انوار کا انعکاس ہوتا ہے آہ

اقول دلائل عقلیہ و نقلیہ اسکے سابق میں گذر چکی اور مکرر گذارش ہے کہ اگر امام الزمان کو کوئی فضیلت آپ کے نزدیک ایسی حاصل نہیں ہے جسپر خود لفظ امام بموجب آپ کے اقرار کے بھی دلالت صریحہ کرتا ہے تو پھر اللہ تعالٰے نے حضرت ابراہیم کو بطور امتنان کے کیوں فرمایا کہ اِنِّی جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا اور یہ دعا کیوں تعلیم کی گئی کہ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا۔ ایضاً فرمایا وَجَعَلْنَا مِنْھُمْ اَئِمَّۃً یَّھْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا۔ اور آیت استخلاف مندرجہ سورہ نور ثابت کر چکی ہے کہ یہ انوار نبوت محمدیہ بذریعہ آئمہ اور خلفاء راشدین کے ہے اُمت کو پہونچتے رہیں گے بابو صاحب کو عجیب طرح کا اضطراب ہے کہ کبھی تو امام الزمان کے زمانہ کو مانند زمانہ رسول انس و جان کے تسلیم کر لیتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بغیر وساطت امام الزمان کے کوئی نور انوار نبوت محمدیہ میں سے کسیکو حاصل ہو ہی نہیں سکتا اور گاہے یَالَیْتَنِی اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلًا کو فراموش کر کر وساطت امام الزمان سے محض انکار کرنے لگتے ہیں جس سے آیت استخلاف وغیرہ کی تکذیب نعوذ باللہ لازم آتی ہے ثم نعوذ باللہ منہ بابو صاحب نے اس فصل کے تحت میں کچھ اشعار مثنوی رومی کے لکھکر اپنا تصوف بھی جتلانا چاہا ہے اور حضرت اقدس پر الزام انانیت اور دعوی بیجا کا لگایا ہے لیکن اُنکو اس قدر عقل اور فہم نہیں ہے کہ ایسے مامورمن اللہ کا دعوی اپنی طرف سے ایک ذرہ بھر بھی نہیں ہوتا کیونکہ یہ لوگ اللہ تعالٰے کے بُلائے سے بولتے ہیں اپنی طرف سے کوئی دعوی نہیں کرتے قال الرومی رحمۃ اللہ علیہ ؎ دو دہان داریم گویا ہمچو نے ؛ یکدہان پنہان ست در لبہائے وے ؛ کیونکہ اُن کی اہوا نفسانی فنا شدہ ہو جاتے ہیں اور پھر مصداق انھیں اشعار کے ہو جاتے ہیں جو بابو صاحب نے لکھے ہیں ؎ بحولہا خود رستی ہمہ پر بال شدی ؛ چونکہ گفتی بندہ ام سلطان شدی ؛ اور ناظرین کو معلوم ہو چکا ہے کہ بعد اُن کے تغیر کے اس امام الزمان سے جسقدر کچھ نور ایمان اُنکو حاصل تہا وہ سب نیست و نابود ہو گیا کیونکہ اپنو عقائد ظلمانی نصاری اور خیالات شرکیہ عیسائیوں کے تائید کرنے لگے اور صفات مختصہ الوہیت میں حضرت عیسی کو شریک کر دیا اسیواسطے اہل بصیرت پر واضح ہو گیا کہ جسقدر اُن کے الہامات مندرجہ عصی موسی کے ہیں وہ بالقاآت شیطانی ہیں اور یا براہین احمدیہ سے بطور استراق السمع کے

چیرلٹے گئے ہیں بنابریں کتاب آیات الرحمن آپ کے حق میں ایک شعلہ ناری اور شہاب مبین
ہوگئی ہے کما قال اللہ تعالیٰ وحفظنٰھا من کل شیطان رجیم الا من استرق
السمع فاتبعہ شہاب مبین۔

قولہ ص۱۷۱ نظر بریں حالات مرزا صاحب اول اپنی امامت باوجود موجودگی اوصاف و حالات
مندرجہ بالا کے ادلہ شرعیہ سے ثابت کرلیں پھر اسپر یہ تفریع اٹھاویں ثبت العرش ثم انقش

اقول ختم اللہ علی قلوبہم و علی سمعہم و علی ابصارہم غشاوۃ ۵

ہر کہ نقش انگند بہ مہر منیر	ہم بروئیش فتد نقش تحقیر
تا قیامت نقش است بر رویش	قدسیاں دور تر زند بد بویش

اے مختوم القلب تونے جو اوصاف ذمیمہ بحکم المرء یقیس علی نفسہ کے حضرت اقدس کی
طرف منسوب کیے ہیں کیا ایسے ہی شخص موصوف باوصاف کذائیہ کے یہ آثار پیدا ہوتے ہیں جو
اس ذات مقدس سے ظہور میں آرہے ہیں ان ذاتیات کے جوابات ہمارے رسائل نور الابصار و عزۃ
میں بشرح و بسط لکھے گئے ہیں اور ان اعتراضوں سے تو بڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر
اعتراض کیے گئے ہیں کیا وہ نور علی نور ایسی پھونکوں سے بجھ گیا تھا جو اس نور کو جو مولوی
عبداللہ صاحب کے مکاشفہ میں آسمان سے قادیان کیطرف اترا ہے کوئی بجھا سکے گا بابو
صاحب کی کچھ فطرت ہی ایسی واقع ہوئی ہے کہ نیک کو بدخیال کرتے ہیں اور بد کو نیک کھرے کو
کھوٹا اور کھوٹے کو کھرا سمجھ لیتے ہیں الٹے کو سیدھا اور سیدھے کو الٹا جانتے ہیں انا للہ
وانا الیہ راجعون بابو صاحب جو مکذب اس صادق مامور من اللہ کو کاذب سمجھیگا یاد رکھو
وہ بہت رسوا ہوگا انی مھین من اراد اھانتک کا نظارہ جابجا دیکھ چکے ہیں ہم اسجگہ
پر چند اشعار مثنوی کے درج کرتے ہیں جو مولوی عبداللہ صاحب کی اولاد کو حفظ تھے اور بطور ورد
اور وظیفہ کے یہ اولاد جسمانی یا معنوی انکی انکو پڑھا کرتی تھی چونکہ یہ اشعار متضمن چند پیشگوئیوں پر
ہیں اور وہ پیشین گوئیاں پوری بھی ہوگئی ہیں لہذا وہ اشعار خصم پر حجت بینہ ہیں۔

اے خدا اے چارۂ آزار ما	اے علاج گریہائے زار ما
اے تو مرہم بخش جان ریش ما	اے تو دلدار دل غم کیش ما
از کرم بر داشتی ہر بار ما	وز تو ہر بار و بر اشجار ما

دیکھو اس باغ تجدید کا برگ و بار و ثمار و اشجار بوقت نظم ان اشعار کے کچھ بھی معلوم نہ
ہوتا تھا اور اب اللہ تعالیٰ نے اسکو کسقدر ترقی و سیرابی پر پہونچا دیا ہے یہ کیوں ہوا سوا سطے

ہر کہ عشقت در دل و جانش فتد	ناگہاں جانے در ایمانش فتد

عشق تو گردد عیاں بر روی او — بوی تو آید ز بام و کوی او
صد ہزاراں نعمتش بخشی ز جود — مہر و مہ را پیشش آری در سجود
خود نشینی از پی تائید او — رو بتو یاد او فتد از دید او
بس نمایاں کار ہا کاندر جہاں — می نمائی بہر اکرامش عیاں
خود کشی و خود کنانی کار را — خود دہی رونق تو آں بازار را

دیکہو مخالفین نے کسقدر جان توڑ کوششیں واسطے نیست و نابود کرنے اس سلسلہ آلہیہ کے کیں مگر ہر پہلو وہ ناکام ہی رہے اسلئے کہ

خاک را در یکدمے چیزے کنی — کز ظہورش خلق گیرد روشنی
بر کسے چوں مہربانی مے کنی — از زمینی آسمانی مے کنی
صد شعاعش میدہی چوں آفتاب — تا نماند طالب دیں در حجاب
تا ز تاریکی بر آید عالمے — تا نشاں یابند از کویت ہمی

اب نظر کرو کہ ایک عالم کا عالم قریب پچاس ساٹھ ہزار کے شرک نصاری سے نکلکر توحید اسلام میں داخل ہو گیا

زیں نشانہا بدرگاں کور و کر اند — صد نشاں بینند و غافل بگذرند

اس کے مصداق آپ جیسے لوگ ہیں کہ باوجود وقوع صدہا نشانوں اور تصدیق کتاب اللہ و سنت صحیحہ کے جو اسکے مسیح موعود ہونے پر دلالت صریحہ کر رہی ہیں پھر بھی اُنکے دیکھنے سے اندھے اور بہرے ہوئے جاتے ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ

عشق ظلمت دشمنی با آفتاب — شب پران سرمدی جاں در حجاب
شرمت آید ای سگ ناچیز و پست — می نہی نام بلاں شہوت پرست
ایں نشانہا شہوتی ہست اے لئیم — کز رخش رخشاں بود نور قدیم
در رشی پیدا شود روزش کند — در خزاں آید دل افروزش کند
منطق او از معارف پر بود — ہر بیان او سراسر در بود
ایچنیں شیءے بود شہوت پرست — ہوش کن ای روبہ ناچیز و پست
چیستی اے کور گِ فطرت تباہ — طعنہ بر خوباں بدیں روئے سیاہ
کیں و مہر شاں ہمہ بہر خداست — قہر شاں گر ہست آں قہر خداست
لیک گر خواہی بیا بنگر نما — صد نشان صدق شان مصطفے
ہاں بیا اے دیدہ بستہ از حسد — تا شعاعش پردۂ تو بر درد
صادقاں را نور حق تابد مدام — کاذباں مردند و شد ترکی تمام

منجملہ ان اعتراضوں کے جو اسجگہ پر کیے گئے ہیں تیس برس کے واسطے اپنی جائیداد کا رہن کر کر رجسٹری کرانا بھی بنام اپنی اہلیہ کے کیا گیا ہے جو طول املی ہے اس کی نسبت یہ عرض ہے

* اس ملک اجتماع خسوف و کسوف کا مضمون کہاں موجود ہے جو ۱۳۱۱ھ ہجری رمضان کے مہینہ میں واقع ہوا۔ منہ

کہ معاملات بیع و شرا و رہن و مکاتبت و دیون وغیرہ وغیرہ جنکا جواز اللہ تبارک و تعالیٰ نے
مسئلہ جزئی کے طور پر بڑے اہتمام کے ساتھ اپنے پاک کلام میں بیان فرمایا ہے اُن معاملات
کو علت موجبہ طول امل کے لیے قرار دینا قرآن مجید پر حملہ کرنا ہے اور اُن آیات کی تکذیب
کرنی ہے جنمیں ان معاملات کے استحکام کے لیے تاکید فرمائی گئی ہے کسی جگہ پر فرمایا گیا ہے
ولا تسئموا ان تکتبوہ صغیرا او کبیرا الیٰ اجلہ ذلکم اقسط عند اللہ کہیں فرمایا
گیا ہے ولیکتب بینکم کاتب بالعدل اور کہیں پر فرمایا گیا ہے ولا یاب کاتب ان
یکتب کما علمہ اللہ اور کہیں پر اس کتابت کو مقتضائے ایمان قرار دیکر بخطاب یا ایہا الذین
امنوا اذا تداینتم بدین الیٰ اجل مسمی فاکتبوہ فرمایا گیا ہے آگے۔ ہی رجسٹری وغیرہ
وہ استحکام کتابت میں داخل ہے جیسا کہ استشہاد شہیدین واسطے استحکام کتابت کے مامور بہ ہے
کما قال تعالیٰ واستشہدوا شہیدین من رجالکم کیونکہ رجسٹری میں حاکم کی گواہی
ہوتی ہے جو سب شاہدوں سے بڑھ کر ہے اور موجب استحکام کتابت کا ہے میں نہیں جانتا
کہ اس قسم کے اعتراض جو خدا اور رسول پر وارد ہوتے ہیں وہ حضرت اقدس مرزا صاحب پر کیلئے
کیے جاتے ہیں اور پھر یہاں پر تو حضرت اقدس نے اپنے واسطے کسی جائیداد کی رجسٹری بھی نہیں
کرائی بلکہ اپنے اہلبیت کے اطمینان کے لیے اپنی جائیداد کو بنام اہلبیت خود رہن کر کر رجسٹری
اُنکے نام پر کرادی ہے اور اُسمیں بھی خالصاً للہ یہ غرض ہے کہ اپنے وقت پر حق بحقدار پہونچ جاوے
اور چونکہ یہ مسیح موعود خضر وقت بھی ہے لہذا اللہ تعالیٰ کی حکمت مقتضی ہوئی کہ یہ معاملہ رہن
جائداد کا واسطے حق رسانی کے حقدار کو اُس کے ہاتھ سے عمل میں آجاوے تاکہ مشابہت خضر
کے ساتھ پیدا ہو کیونکہ خضر علیہ السلام نے دو لڑکوں کے حق پہونچانے میں بڑی کوشش کی تھی
مگر اس مسیح موعود نے حق رسانی چار پانچ فرزندوں کے لیے کوشش فرمائی ہے اور ایک زیور
اور آڑ کردی ہے کہ جس فرزند کلاں نے ہزاروں روپیہ کا مال تصرف بیجا کر کر تلف کر دیا وہ آئندہ
اس اتلاف پر قابو نہ پاوے اور حق بحقدار پہونچ جاوے یاد کرو قصہ خضر اور دیوار کا کما
قال تعالیٰ واما الجدار فکان لغلامین یتیمین فی المدینۃ وکان تحتہ کنز لہما
وکان ابوہما صالحا فاراد ربک ان یبلغا اشدہما ویستخرجا کنزہما رحمۃ من ربک
وما فعلتہ عن امری ذلک تاویل ما لم تسطع علیہ صبرا۔ اور یہ نکتہ چینی کرنا کہ
زر رہن اُسکا جو زیور وغیرہ تھا وہ بھی نہیں لیا گیا کمال حماقت ہے احسان اور تبرع خصوصا
اپنی اہلبیت کے ساتھ بحکم خیرکم خیرکم لاہلہ اور عاشروہن بالمعروف کے مامور بہ
اور واجبات سے ہے جسکو بابو صاحب ممنوعات سے قرار دیتے ہیں۔ و[illegible]

ہنر بچشم عداوت بزرگ تر عیب است ٭ گل است سعدی و در چشم دشمنان خار است
اور اس عدم اخذ زر رہن میں بھی ایک اور مناسبت حضرت خضر کے ساتھ پیدا ہوتی ہے کیونکہ خضر نے بھی اُس دیوار کی تعمیر کی اُجرت نہیں لی تھی کما قال تعالےٰ لو شئت لتخذت علیہ اجرا۔ اور ایک مناسبت خضر کے ساتھ اس مسیح موعود کو یہ بھی ہے کہ بڑے بڑے اکابر علما و اولیا کو کسر صلیب کا وہ علم نہیں دیا گیا تھا جو اس مسیح موعود کو دیا گیا ہے حضرت عیسیٰ کی وفات قطعی طور پر اور اُنکی قبر کا موجود ہونا سری نگر کشمیر میں اور بعد صلیبی واقعہ کے اُنکا سفر کرنا طرف ہندوستان و کشمیر و تبت وغیرہ کے وہ علوم لدنی عطا فرمائے گئے کہ جس سے مذہب صلیبی پاش پاش ہو گیا اور علوم ظاہری بھی ان علوم لدنی کے مصدق ہو گئے حضرت خضر کی نسبت بھی فرمایا گیا ہے کہ وعلمناہ من لدنا علما اور تمام سامان راحت اور اسباب آسایش اُسکے لیے مہیا کیے گئے تا کہ اس کسر صلیبی کیلیے فراغ اُسکو حاصل ہو اور انا اخلصناھم بخالصۃ ذکری الدار کا پورا مصداق ہو جاوے اور یہ عین رحمت الٰہی ہے جیسا کہ خضر کو بھی فرمایا گیا ہے واتیناہ رحمۃ من عندنا والحمد للہ و ذلک فضل اللہ۔ الخ

قولہ صنہ ۱۲ عوام کا تو کیا ذکر خواص علما محدثین فقہا محققین صوفیا کرام صاحب کشف و بشارات و مجاہدات اصحاب الہامات و مکالمات بلکہ قریبا سب اہل اسلام مرزا صاحب کے نہ صرف ناموافق بلکہ سخت مخالف ہیں۔ آہ **اقول** بابو صاحب نے بہت سی مخالفین کا ذکر ترک کر دیا جسکو ہم لکھے دیتے ہیں تمام فرق نصاری یہود سکھ آریہ ہندو سناتن دھرم برہمو جین مت شاکتک مت مجوسی دہریہ نیچریہ تھیا فسٹ شیعہ وہابی خوارج غرضکہ کل جہان کے اہل ادیان حضرت مرزا صاحب کے مخالف ہیں مگر اب یہ تحقیق کرنا چاہیے کہ وجہ مخالفت کی کیا ہے سو بجز اسکے کہ حضرت اقدس بحکم ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ کے خالص توحید و حقیقت اسلام کیطرف سبکو دعوت کر رہے ہیں اور الاسلام نور والکفر ظلمۃ کا نظارہ دکھا رہے ہیں صدق اللہ تعالیٰ وما نقموا منھم الا ان یومنوا باللہ العزیز الحمید الذی لہ ملک السموات والارض اگر کوئی کہے کہ بابو صاحب نے جن اہل کشف و کرامات کی مخالفت کا ذکر کیا ہے وہ تو اہل اسلام ہیں پھر اُن سے مخالفت کی کیا وجہ ہے سو واضح ہو کہ ان تمام علما مخالفین کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ آسمان دوم پر مدت تخمیناً دو ہزار برس سے زندہ بجسدہ العنصری موجود ہیں اور معہذا کانا یاکلان الطعام کی جگہ اب اُنکو کچھ حاجت اکل و شرب کی باقی نہیں رہی ہے اور نہ کسی طرح کا تغیر زمانی اُن کے قوائے جسمانی میں آتا ہے اور الآن کما کان کے مصداق ہیں جو خاص صفات مختصہ الوہیت سے ہے اور بڑی شان و شوکت سے آخر زمانہ میں واسطے اصلاح امت محمدیہ کے آسمان سے زمین پر نزول اجلال فرماوینگے یا دوسرے لفظوں میں واسطے ذلیل کرنے دین اسلام کے کیونکہ

ایسے نزول باشوکت واقبال کے وقت فرقہ نصاریٰ تو بالضرور مولوی صاحبان سے کہیں گے
کہ دیکھو ہم تمسے کیا کہتے تھے کہ حضرت عیسیٰ خدا کے بیٹے ہیں یا نہیں کسی انسان میں یہ صفات مذکورہ
بالا موجود ہوں تو بتاؤ یہ مولوی اُسوقت نادم ہوں گے وغیرہ وغیرہ اب میں کہانتک اُن صفات
الوہیت کا ذکر کروں جنکے ساتھ حضرت عیسیٰ متصف ہیں۔ اے بھائیو یہ وجہ ہے مخالفت حضرت
مرزا صاحب کی ان اہل کشف وکرامات سے ہیں تو یہ کہتا ہوں کہ اگر منصفین بنظر انصاف اور سب
نشانوں کو ایک طرف رکھدیویں اور صرف اس مخالفت پر مخالفین کی جو بابو صاحب نے محل طعن
میں مذکور فرمائی ہے نظر کریں تو بالضرور ثابت ہو جاوے کہ حضرت اقدس ضرور بالضرور مامور من اللہ
اور فرستادہ الٰہی ہیں کہ باوجود مخالفت تمام جہان کے پھر بھی دن دونی اور رات چوگنی ترقی ہوتی
چلی جاتی ہے باوجودیکہ مخالفین نے اس سلسلہ الٰہیہ کے نیست و نابود کرنیمیں جان توڑ کوششیں
کیں مگر بالآخر وہی ذلیل ورسوا اور ناکام ہوئے اور انواع انواع کی نصرتیں الٰہیہ اس مامور من اللہ
اور اُسکی جماعت کے ہی شامل حال رہیں صدق اللہ تعالےٰ **ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق
لیظھرہ علی الدین کلہ وکفیٰ باللہ شہیدًا**۔ اور جیسا کہ الہام **یدخلون فی دین اللہ افواجا** کا منشا تھا وہ
پورا ہوا اور ہوگا انشاء اللہ تعالےٰ۔ اگر یہ شخص مامور من اللہ نہیں ہے تو پھر دنیا میں کوئی مامور من اللہ نہیں گذرا
ونعوذ باللہ من ہذا القول مثل البول۔ کیا دنیا طلب شہوت پرست کے آثار یہی ہوتے ہیں کہ صرف ایک مسئلہ
توحید حنیفی کے لیے تمام جہان کو اپنا مخالف کر لیوے۔ اور کیا ایسے ہی لوگ اہل کشف وکرامات ہوتے ہیں کہ مذہب
عیسائی وصلیب پرستی کی تائید کرتے رہیں جو تمام دنیا میں مثل طاعون پھیلا ہوا ہے اور ایک مؤید اسلام کے
حق میں جو کسر صلیب کر رہا ہے اور خالص توحید اسلام کیطرف سب کو دعوۃ کر رہا ہے کوئی دقیقہ اُسکی ہلاکت کیلیے
اور کوئی نکتہ اُس کی تذلیل وتضلیل وتکفیر کے لیے باقی نہ چھوڑیں۔ ایحضرت ایسے لوگوں کے کشف والہامات
ومکالمات پر ہمارا تو سلام ہے۔ چونکہ اب یہ سلسلہ الٰہیہ بڑی ترقی پکڑ گیا ہے کہ قریب ساٹھ ہزار کے اس سلسلہ میں
لوگ داخل ہو چکے ہیں اور روز بروز ترقی پر ہے اور کسی مخالف کی مخالفت سے کسیطرح کا ضرر اسکو نہیں پہونچا
بلکہ جسقدر مخالفت ہوئی اُسیقدر اسکی ترقی ہوئی لہذا اب مخالفین پر ضرور ہے کہ رات دن دعائیں مانگیں اور سجدوں
میں اپنی ناکوں کو رگڑیں اور تضرع اور زاری کریں کہ اپنے عیسیٰ موعود کو آسمان سے اُتاریں+ ورنہ جب تمام دنیا میں
یہی مذہب احمدی پھیل گیا تو پھر حضرت عیسیٰ اُتر کر کیا کریں گے۔ مولوی تو حضرت عیسیٰ کے اُتارنیکے خیال میں مرے
مٹے جاتے ہیں اور حضرت عیسیٰ کو ایک ذرہ بھر اسکا خیال نہیں آتا یہ کیا قصہ ہے ؎ کس مرض کی ہیں دوا یہ لب جاں
بخش ترے ٭ جاں بلب ہیں ترے آزار محبت والے ٭ **قولہ** ص۱۲۳ مرزا صاحب جو دوسری مخلوق الٰہی کے
سلب ایمان تباہی ہلاکت اور اپنی بہتری خطاب عزت درازی حیات کا وظیفہ کرتے رہتے ہیں کیا یہی رحمۃ
للعالمینی ہے الخ۔ **اقول** مامور من اللہ کا فرض منصب ہی یہ ہے کہ شرک وبدعات اور اعمال بد سے

مخلوقات کو انذار کرتے رہیں اور جو مخلصین با ایمان اور نیکوکار ہوں اُنکو بشارات دیویں دیکھو آنحضرت صلعم کے اسماء میں سے بھی بشیر و نذیر دو نام ہیں لہذا جو مامور من اللہ مصداق یواطی اسمہ اسمی کا ہووے اُسکا بھی فرض منصب یہ انذار و تبشیر کیونکر نہ ہوگا اور الہام مندرجہ براہین کیا آپکو یاد نہیں رہا دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اُسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اُسکی سچائی ظاہر کردیگا۔ اور الہام قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ وغیرہ وغیرہ بھی آپکو یاد ہوگا جو واسطے اُس کے مصدقین کے ایک پُر بشارت الہام ہے پس ایسے مامور من اللہ سے جس کی صداقت پر صدہا نشان موجود ہیں بتقاضائے قوۃ سبعیہ و بہیمیہ کے عداوۃ اور دشمنی کرنا اور پھر شیخ سعدی کے یہ اشعار بھی لکھنا کیا اسی کا نام ایمان ہے لہذا وہ اشعار میں آپکو واپس دیتا ہوں آپ خود بھی اُنپر عمل کریں سہ شنیدم کہ مردان راہ خدا دل دشمناں ہم نہ کردند تنگ + ترا کے میسر شود ایں مقام + کہ با اولیا رخداہست جنگ + **قولہ** صہ ۱۳۱ بابو صاحب نے نمبر ۵ میں چند آیات لکھکر اپنے زعم میں یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ جو شخص مومن بھی ہو مسکینت عبودیت و انکساری اپنا شیوہ رکھتا ہو اور الہامات بھی اُسکو ہوتے ہوں پھر وہ امام الزمان کی عدم شناخت سے کیونکر تباہ و ہلاک ہو سکتا ہے الخ **اقول** ہم انہیں آیات مذکورہ بابو صاحب سے ثابت کرتے ہیں کہ امام الزمان کی شناخت کا وجوب بھی اُنہیں آیات سے ثابت ہو واضح ہو کہ بابو صاحب کو اقرار ہے کہ امام الزمان کی عدم معرفت منجر بموت جاہلیت ہو جاتی ہے اور اس اقرار کی تائید کے لیے ہم ایک اور آیت بھی پیش کیے دیتے ہیں قال اللہ تعالیٰ ومن کفر بعد ذلک فاولئک ھم الفاسقون یعنی بعد استخلاف الٰہی اور قائم کرنے امام الزمان کے جو شخص انکار امام الزمان کا کرے تو وہی لوگ فاسق ہیں اب آیات مرقومہ بابو صاحب بھی لکھی جاتی ہیں فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا۔ بابو صاحب کیا استقامت کے یہی معنی ہیں کہ چند اعمال ظاہری جنمیں کوئی روحانیت نہو بجا لاکر بقیہ واجبات اور فرائض کا انکار کیا جاوے اور عقائد شرکیہ صلیب پرستی کی تائید کیجاوے اور پھر بھی دعوی استقامت کا ہو کلا و حاشا اے بابو صاحب استقامت کے یہی معنی ہیں کہ تمام اُن عقائد اور اخلاق اور اعمال میں استقامت حاصل ہو جو تعلیم اسلام میں داخل ہیں خصوصًا وہ عقائد و اعمال جنکا ترک منجر بموت جاہلیت ہو اُنکا بجا لانا نہایت ضروری ہے ورنہ پھر استقامت کہاں پھر تو وہی وعید موجود ہے کہ ومن کفر بعد ذلک فاولئک ھم الفسقون ایضًا آیت دوم۔ ورحمتی وسعت کلشئ بابو صاحب نے اس آیت کو فقط اسی قدر لکھا ہے شاید اس اختصار سے اُن کی یہ غرض ہے کہ تمام تعلیم اسلام اور شریعت کو نعوذ باللہ باطل کر دیا جاوے لہذا واسطے رد اس زعم باطل کے ہم سیاق آیت کو بھی لکھے دیتے ہیں فساکتبھا للذین یتقون ویؤتون الزکوٰۃ والذین ھم بایتنا یومنون الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم الآیہ کلمہ یتقون تمام معاصی سے اجتناب کرنے پر دلالت صریحہ کرتا ہے ویس اسمیں تو امام الزمان کی عدم معرفت

بھی داخل ہے اور جملہ یا آیتنا یومنون اُن تمام آیات کو شامل ہے جنمیں اطاعت امام الزمان فرض و واجب کیگئی ہے۔ اور نیز وہ آیات ونشانات آلٰہی بھی داخل ہیں جو امام الزمان کی تصدیق کے واسطے اس زمانہ میں واقع ہوئے ہیں کما مر سابقاً اور جملہ الذین یتبعون الرسول النبی اتباع تمام اوامر رسول مقبول صلعم پر شامل ہے جنمیں امر اطاعت امام الزمان کا بھی داخل ہے۔ آیت سوم الذین امنوا وکانوا یتقون بشرح صدر شناخت امام الزمان کے وجوب پر دلیل ہے آیت چہارم الا من تاب وامن وعمل صالحا اسمیں نافرمانی امام الزمان سے توبہ کرنا بھی داخل ہے اور معرفت امام الزمان بھی عمل صالح میں داخل ہے بالجملہ یہی ہو اللھم اجعلنا منہم وادخلنا فیہم بفضلک و رحمتک یا ارحم الراحمین آمین ثم آمین اور حدیث ان رحمتی سبقت غضبی بھی ایک دلیل ہے بھی واسطے بعثت امام الزمان کے کیونکہ بعثت مرسلین و مامورین کی حسب تقاضاے رحمت آلٰہیہ کے ہی ہوتی ہے اور غضب آلٰہی تو جب ہی ہوتا ہے کہ جب مامورین اللہ اور امام الزمان کی تکذیب انتہا درجہ کو پہونچ جاتی ہے کما قال تعالیٰ وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا واذا اردنا ان نھلک قریۃ امرنا مترفیہا ففسقوا فیہا فحق علیہا القول فدمرناھا تدمیرا اور یہی سر ہے کہ جب تکذیب امام الزمان کی انتہا درجہ کو پہنچگئی اور باوجودیکہ متعدد آیات بلکہ صدہا نشانات آلٰہیہ نے اُسکے دعوی ماموریت من اللہ ہونے کی تصدیق بھی کر دی لیکن مخالفین تکذیب سے باز نہیں آئے تو اب تمام دنیا میں طاعون شروع ہوگیا ہے اخبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ایک ہفتہ میں پریسیڈنسی بنجاب میں ۲۴ ہزار تک آدمی ہلاک ہوئے ہیں اللھم احفظنا من کل بلاء الدنیا وعذاب الآخرۃ - یاد رہے کہ اس عذاب طاعون سے وہی محفوظ رہیگا کہ تقوی اختیار کر کر اس مسیح کو مانے ولنعم ماقیل ؎ واللہ کہ ہمچو کشتی نوحم ز کردگار + بیدولت آنکہ دور بماند ز لنگرم وجہ اسکی حدیث بخاری سے بھی مستنبط ہوتی ہے حکث ؟ وغیرہ بخاری میں موجود ہے عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلعم علی انقاب المدینۃ ملائکۃ لا یدخلہا الطاعون ولا الدجال - وجہ استنباط یہ ہے کہ جسقدر اس حدیث کے الفاظ مختلف متعدد آئے ہیں اُن سب میں عدم دخول طاعون اور دجال دونوں کا مذکور ہے لہذا کلام فصیح بلیغ میں اس جمع کرنے میں طاعون اور دجال کے ضرور مناسبت ہونی چاہیئے کہ ان دونوں کے دخول کی نفی بڑے شد و مد سے آنحضرت صلعم نے مدینہ سے بیان فرمائی ہے پس جو شخص کہ قاتل دجال ہو اُسکی بستی کا بھی طاعون سے محفوظ ہونا سترا وار اور مناسب ہے اور یہ تو مسلم فریقین ہے کہ مسیح موعود ہی قاتل دجال ہوگا اور کاسر صلیب بھی ہوگا لہذا جبکہ دجال کا دخل مسیح موعود کی بستی میں بموجب حدیث صحیح کے نہوا کیونکہ وہ تو اُسکا مقتول ہے - حتی کہ بموجب حدیث صحیح کے عمر جیسے اشداء علی الکفار بھی اُس کے قاتل نہو سکے تو طاعون بھی جسکی معیت دجال کے ساتھ ہے اُسکی بستی میں داخل نہونا چاہیے یہی حدیث اصح الصحاح کا مفہوم ہے الہام انہ اوی القریۃ اور الہام لولا الاکرام لھلک المقام وغیرہ بھی اسی مفہوم حدیث بخاری کی تصریح کر رہا ہے۔ **قولہ** صفحہ ۱۲۵ مرزا صاحب کے مخالفین مثلاً مولوی عبد الحق مولوی نذیر حسین مولوی رشید احمد مولوی محمد ابراہیم و دیگر عالمان و مولویان کا بگاڑ مرزا صاحب کی مخالفت سے کیا ہوا اور نہ اُن کے تعلقات خدا تعالی سے ٹوٹے وکذا وکذا۔ **اقول** مولوی غلام دستگیر قصوری اور اسکا ہمخیال و ہمسلسلہ مولوی ارشاد حسین رامپوری اب دنیا میں کہاں ہے جس نے سب سے اول قبل دعوی مہدویت و مسیحائی کے

فتوائی تکفیر طیار کر کر یا آخر خود بخود غلام دستگیر نے امرتسر وغیرہ میں مباہلہ ان الفاظ سے کیا تہا کہ ہم دونو میں سے جو جھوٹا ہے وہ اول پنجۂ نہنگ اجل کا شکار ہوگا پس وہ اس مباہلہ سے چند روز بعد ذلت و خواری کیساتھ مرگیا یہ اشتہار مباہلہ اُسکا اُس کے رسالہ کید کادیانی میں چھپا ہوا ہے اور ہمارے پاس موجود ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس مولوی اسمٰعیل علیگڈہی جوانامرگ جسنے وقت دعوی مسیحائی سے تکذیب کی ہتی اور حضرت اقدس کی نسبت دربارہ الہام کے یہ اتہام کیا تہا کہ آلات رصد اور نجوم وغیرہ سے پیشگوئیاں بیان کرتے ہیں اور مثل غلام دستگیر کے مباہلہ اُنکی کتاب میں چہپا ہوا ہے اب وہ اس دنیا میں کہاں ہے مولوی محمد حسن ساکن بھیں ملک پنجاب جسنے اعجاز المسیح کا جواب اور رد لکہنا شروع کیا تہا وہ بہی موجب الہام مندرجہ سرلوح اعجاز مسیح کے فوت ہوگیا۔ عبد الحی خاں وارسطو خاں بہوپال جس نے بسبب مخالفت حضرت اقدس کے خاکسار کے ساتہ حسد و عناد سے ملازمت بہوپال سے علحدہ کرایا تہا باوجودیکہ وہ نوجوان تہا وہ اب کدہر گیا منشی حکیم الدین میر منشی روبکاری سرکار عالیہ بہوپال جسنے محض عداوت حضرت اقدس کے سبب خاکسار کو برطرف کرایا تہا باوجودیکہ عمر میں مجہسے چہوٹا تہا اب وہ کہاں ہے مولوی عبد الحق جسکو طرح طرح کی رسوائیاں لاحق ہوئیں جکی تفصیل ہمارے رسائل میں موجود ہے انُ سب کے علاوہ کیا دونوں ہاتہ اس کے اب بیکار نہیں ہوگئے ہیں۔ اور کیا مولوی نذیر حسین پیر جرف ہوکر لایموت فیہا ولایحییٰ کا اب مصداق نہیں ہے۔ مولوی رشید احمد نابینا ہوا جوان لائق بیٹا مرا اُسکی بیوی مری بیٹے کی بیوی مری سلسلہ تعلیم و تعلم بند ہوا اور کئی قسم کی رسوائیاں ملیں مولوی محمد ابراہیم آرہ اب دنیا میں کہاں ہے ہیبت خاں اُنکو گرفتار کرکے لیگئے مولوی محمد و عبد العزیز و عبد اللہ لدہیانوی اول المکفرین جنکی تکفیر کا رد مولوی محمد حسین نے ریویو میں کیا تہا اب وہ کہاں ہیں مولوی عبد الرحمن لکہو کے مباہلہ میں فوت ہوگئے مولوی احمد علی ذلت سی سہارنپور سی نکلا مولوی بشیر بہوپالوی کو وہ ذلت نصیب ہوئی کہ خدا دشمنوں کو بہی نہ دکھائے اس ذلت اور حضرت اقدس کی عزت میں ایک رسالہ صاحبزادہ سراج الحق صاحب جمالی نے بشرح و بسط بطرز اعلیٰ لکہا ہے اُسکی قیمت ۳؍ ہے اور واقعی اس رسالہ کو دیکہکر خدا یاد آتا ہے عنقریب چہپکر طیار ہوگا جو صاحب چاہیں درخواست معہ قیمت صاحبزادہ صاحب کے پاس بہیجدیں۔ اے بابو صاحب آپکو شرم نہیں آتی کہ جو لوگ مقابل اس مسیح موعود کے ہوکر یا فوت ہوچکے اور یا بموجب الہام اِنِّیْ مُهِيْنٌ مَنْ اَرَادَ اِهَانَتَكَ کے دنیا ہی میں بعذاب شدید مبتلا ہیں آپ اُنکا نام زندوں میں یا معززان عند اللہ میں تحریر فرماتے ہیں ذرہ تحقیق توکرلیا ہوتا کہ انکا اب کیا حال ہے آیا زندہ ہیں کہ مرگئے تب اُنکی نسبت لب کشائی کی ہوتی آپنے سمجہ لیا کہ جو دل میں آوے سو لکہدو کون تحقیق کرتا پہرے گا یہاں پر تو میں تمام مکذبین موتی و ہلاک شدہ کے نام بہی بسبب طوالت کے نہیں لکہہ سکتا ہوں ہاں میرے دوست مرزا خدا بخش صاحب نے ایک رسالہ عاقبۃ المکذبین طیار کیا ہے جو عنقریب طبع ہوکر معہ بعض سوانح مختصر مکذبین کے دنیا میں شائع ہوگا تب حقیقت الحال آپکو معلوم ہوگی **قولہ** ص۱۲۱ مولوی محمد حسین صاحب کو سرکار سے زمین بھی ملگئی۔ **اقول** محمد حسین نے

اگرچہ میدان مباہلہ میں ایک قدم بھی نہ بڑھایا تھا ہاں البتہ ایک عرصہ تک مناظرہ بیجا ہی کرتا رہا تاہم بموجب الہام انی مہین من اراد اہانتک آہ کے کیا وہ دس ذلتیں اُس کے گلے کا ہار نہ ہوگئیں جو ہم سابق میں لکھہ آئے ہیں بخلاف حضرت اقدس علیہ السلام کے کہ اُن کے دعاوی مہدویت و مسیحیت روز بروز ترقی پذیر ہیں اور اشتہارات و رسائل تبلیغ اسلام برابر شائع ہو رہے ہیں اور محمد حسین کا اشاعہ دنیا سے بالکل نیست و نابود ہو گیا اب کہاں ہے وہ اشاعہ اور کہاں ہے محمد حسین اُسکو زمین کیا ملی ہے وہ اخلد الی الارض ہو گیا ہے فاعتبروا یا اولی الابصار۔ مفصل جواب اسکا پہلے گذر چکا ہے۔ اب غور فرمایئے کہ کسکے تعلقات اللہ تعالی سے ٹوٹے اور کس کے مربوط و مضبوط ہوئے۔ **قولہ** ص ۱۲۶۳ ۔ مرزا صاحب کی صحبت میں بابو صاحب کو قبض و غفلت لاحق حال رہتا تھا اور علحدگی سے مبدل بہ بسط ہو گیا اور الہامات کی کثرت بھی ہوئی۔ آہ **اقول** افرایت من اتخذ الٰہہ ھواہ جس شخص نے اپنا معبود اپنے ہواء نفس کو قرار دے لیا ہو اُس کیواسطے تو قرآن مجید بھی بجائے شفا کے موجب خسارہ ہو جاتا ہے کما قال اللہ تعالی و ننزل من القران ما ھو شفاء و رحمۃ للمؤمنین و لا یزید الظلمین الا خسارا + ایضًا یضل بہ کثیرا و یھدی بہ کثیرا و ما یضل بہ الا الفسقین الذین ینقضون عھد اللہ من بعد میثاقہ و یقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل و یفسدون فی الارض اولئک ھم الخسرون

اور آپکے الہامات کا حال ناظرین کو بخوبی معلوم ہو گیا ہے وہ تو ایسے ہی الہامات و مکالمات ہیں جیسا کہ شیطان کو بوقت نافرمانی الٰہی کے سجدہ آدم سے واقع ہوئے تھے اور آپ کا یہ الہام کہ الحمد للہ الذی ھدانا لھذا۔ آہ اگر آپکو الہام ہوا ہے تو وہ متعلق جناب کی دو حالتوں کے ساتھ ہے جملہ اول تو حالت اول یعنی وقت تصدیق کے متعلق ہے یعنی جبکہ آپ مصدق تھے اور حالت دوم یعنی وقت تکذیب کے متعلق جملہ دوسرا ہے اللھم ارنا الحق حقا و ارزقنا اتباعہ و ارنا الباطل باطلا و ارزقنا اجتنابہ **قولہ** ص ۱۲۶۴ دعوی علم و حقائق و معارف مرزا صاحب کی نسبت بھی بیان کرنا ضروری ہے **اقول** بابو صاحب نے اسمقام پر ذیل نمبر چہارم میں اپنا بڑا تبحر علمی جتایا ہے اور اعتراض کیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے اول تو لفظ راہب صیغہ واحد بجائے صیغہ جمع رہبان کے استعمال کیا ہے دوم رہبان کا لفظ مخصوص بہ نصاری ہے لیکن حضرت مرزا صاحب نے یہود کو رہبان قرار دیدیا ہے اور اپنے زعم فاسد میں اسکو ایک بڑا اعتراض سمجھکر حضرت اقدس کی لاعلمی ثابت کی ہے۔ اقول بابو صاحب آپکو تو اردو میں بھی صیغہ واحد اور جمع کا استعمال نہیں معلوم ہے اکثر اردو فارسی میں اعداد کا معدود اکثر مفرد سے استعمال ہوا کرتا ہے ؎ صد ہزاراں دفتر اشعار بود ۔ پیش حرف امیش آن عار بود ۔ یہاں پر لفظ دفتر کا باوجود عدد صد ہزاراں کے صیغہ واحد ہی مستعمل ہوا علی ہذا القیاس اردو میں ہزاروں جگہ پر الفاظ جمع کے مفرد ہو کر بجائے جمع استعمال کئے جاتے ہیں شاہ عبد القادر صاحب دہلوی ترجمہ واتبعوا ما تتلوا الشیاطین علی ملک سلیمان میں تحریر فرماتے ہیں اور پیروی کرتے ہیں اُس چیز کی کہ پڑھتے تھے شیطان بیچ وقت سلیمان کے یہاں پر لفظ شیاطین جو صیغہ جمع کا ہے مفرد کر کر بجائے جمع کے استعمال کیا گیا وغیرہ وغیرہ اور لفظ راہب باعتبار لغت کے عام ہے

خواہ نصاریٰ میں سے ہو یا یہود میں سے کیونکہ معنی راہب کے خائف کے آتے ہیں مطلقاً قطر المحیط میں لکھا ہے رہب الرجل یرہب رہبۃ خاف والراہب اسم فاعل جمع رہبان ہاں البتہ نصاریٰ میں سے راہب وہی ہیں جو اصحاب الصوامع ہیں جیساکہ خود بابو صاحب نے معالم التنزیل سے لکھا ہے والرہبان من النصاریٰ اصحاب الصوامع اس کے معنی یہی ہیں کہ نصاریٰ میں کے رہبان اصحاب الصوامع ہیں جس سے اُنکی عبارت سے معلوم ہوا کہ رہبان سوائے نصاریٰ کے بھی ہو سکتے ہیں لہذا لغت عرب کی رو سے استعمال راہب کا یہود کے اُن درویشوں پر بھی یقیناً ہو سکتا ہے جو تارک دُنیا ہو کر جنگلوں میں جا بیٹھیں۔ **قولہ** ۱۷۰ ۔ آیت وکانوا من قبل یستفتحون کو بھی صحیح نہیں لکھا بلکہ اُلٹ پلٹ کر دیا ہے آہ **اقول** اس آیت میں سہو کاتب سے لفظ من قبل کا یستفتحون کے بعد لکھا گیا ہے جسپر ہمکو کچھ اصرار نہیں ہے لیکن آپکو اور آپکے موافقین کو تو اصرار ہے کہ انی متوفیک ورافعک میں متوفیک بعد کو ہے اور رافعک پہلے پس شہتیر نہ تنکے کی مثال یہاں پر کیونکر درست ہو سکتی ہے ہاں آپ بھی مخالفین سے اقرار کرا دیجیے کہ جو مفسرین آیت انی متوفیک ورافعک میں تقدیم و تاخیر کے قائل ہیں اُنکو اسمیں سہو ہو گیا ہے پھر ہم مخالفین کو طعن و ملام کا نشانہ ہرگز نہ بناوینگے اے ناظرین انصاف کرنیکا مقام ہے کہ سہو کاتب سے کسی آیت میں کوئی لفظ آیت کا مقدم مؤخر ہو گیا اور پھر اُسکو سہو کا اقرار بھی ہو گیا وہ کاتب اُس شخص کے برابر ہے جسکو قرآن مجید کی کسی آیت میں تقدیم و تاخیر بیجا پر اصرار ہو اور معنی نظم کے بھی بالکل فاسد ہو جاتے ہوں بابو صاحب آیت فنسی ولم نجد لہ عزما کو بھی یاد رکھیے۔ **قولہ** ۱۷۱ مرزا صاحب نے آیت کے ترجمہ میں ایک فقرہ اپنی طرف سے بڑھا دیا ہے یعنی اور انکو کشف و الہام ہوتا تھا حالانکہ سیاق و سباق میں کہیں اسکا پتہ اور نشان نہیں ہے **اقول** بابو صاحب تمام کتاب میں نہیں اہل کتاب کا ذکر ہے جنکو کشف اور الہام ہوتا تھا ماحصل آیت کا تو یہیں پر تمام ہو گیا کہ یہ لوگ نصرت دین کے لیے خدا تعالیٰ سے مدد مانگا کرتے تھے اسکے آگے حضرت اقدس نے بسبب غبی ہونے مخاطب کے اُن یہود کا حال بھی بیان فرما دیا کہ اُنکو کشف اور الہام بھی ہوتا تھا اور سابق ازیں بھی چند جگہ اُنکے صاحب کشف و الہام ہونیکی تصریح کیگئی ہے یہاں پر بسبب اپکی عناد کے دوبارہ تصریح کر دیگئی ہے لیکن آپ پھر بھی نسمجھے اور سمجھے تو آیت کا ترجمہ سمجھ بیٹھے اور پھر واسطے اپنے اظہار محدثیت کے یہ حدیثیں بھی لکھ دیں کہ من قال فی القرآن برائیہ فلیتبوء مقعدہ من النار۔ من قال فی القرآن برائیہ فاصاب فقد اخطأ۔ چونکہ حضرت اقدس کے بعض تراجم تفسیری پر مخالفین اس حدیث کو پیش کر دیا کرتے ہیں لہذا ہم اس مقام پر اس حدیث کے معنے بھی مختصراً لکھے دیتے ہیں تفصیل اُسکی ہمارے دیگر رسائل اعلام الناس وغیرہ میں موجود ہے واضح ہو کہ تفسیر بالرائے وہ تفسیر ہوتی ہے جو اپنی ہوا و ہوس کے مطابق کسی آیت کی تفسیر کیجاوے اور علوم آلیہ و محاورات عرب کے بھی اُسکے مثبت نہ ہوں بلکہ مخالف ہوں یا اُسکی نظیر دوسری آیات میں نہ پائی جاوے پس اگر کسی آیت یا سورۃ کی تفسیر ایسی کی جاوے کہ دلائل اور قرائن اُسپر قائم ہوں تو اُس تفسیر کو تفسیر بالدلیل یا تفسیر بالقرائن کہیں گے نہ تفسیر بالرائے اور اگر بحکم القرآن یفسر بعضہ بعضاً کے کسی آیت کی ایک ایسی تفسیر کی جاوے جس کے نظائر اور شواہد دوسرے

آیات قرآن کی واقع ہوے ہوں وہ تفسیر القرآن بالقرآن ہوگی نہ تفسیر بالرائے اور چونکہ قرآن مجید تبیانا لکل شیٔ ہے لہذا اسکی تمام تفسیر کسیوقت میں ختم نہیں ہوسکتی کما قال اللہ تعالے قل لو کان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولو جئنا بمثلہ مددا۔ یہانپر کلمات رب سے وہی تفسیر کلام الٰہی کی مراد ہے جو ملہمین کو بذریعہ الہامات و کشوف کے بطور علم لدنی کے حسب ضرورۃ وقت منکشف کیجاتی ہے جیسا کہ حضرت امام الزمان نے سورہ فاتحہ کی تفاسیر ثلثہ اعجاز المسیح و کرامات الصادقین و تفسیر مندرجہ براہین محمدیہ یانہ تحریر فرمائی ہیں اور اگر قرآن مجید کی تفسیر صرف ماثور عن الرسول وعن الصحابہ پر ہی موقوف رکھی جاوے جو نہایت مختصر ہے اور چند اوراق میں مندرج تو لازم آتا ہے کہ قرآن مجید تبیانا لکل شیٔ نہ ہو و ہو والازم باطل فالملزوم مثلہ **قولہ** ۔ مرزا صاحب حدیث موقوف منقطع شاذ منکر معلل مرسل مدلس مدرج کو بھی حدیث صحیح کہدیا کرتے ہیں اور پھر مقابلہ میں صحیح بخاری کی حدیث کو بھی قبول نہیں کرتے۔

اقول یہانپر بابو صاحب نے یہ جتلانا چاہا ہے کہ ہمکو علم اصول حدیث سے بھی بڑی واقفیت ہے ولکن انی لہ ذلک المقام یہ تمام الفاظ بابو صاحب نے کسی کتاب سے نقل فرمادئے ہیں انہیں اگر ایک اصطلاح کی تعریف بھی بابو صاحب سے دریافت کی جاوے تو ہرگز ہرگز بیان نکر سکینگے اور حضرت اقدس کا امام کتاب و سنت کا ہونا بحکم انکم بکتاب ربکم و سنت نبیکم مثل آفتاب نصف النہار کے روشن اور واضح ہے اور سنت صحیحہ کی عظمت حضرت اقدس کے نزدیک جو کچھ ہے اسکو حضرت کی کتابوں میں دیکھنا چاہیے خصوصا رسالہ شہادۃ القرآن کے اوائل کو بھی دیکھو ہاں بالضرور بموجب اصول محدثین کے جو حدیث بسبب مخالفت قرآن مجید کے واجب الترک ہے اسکو ضرور ترک فرماتے ہیں اور بمقابلہ صحیح کے ضعیف کو ترک کر دیتے ہیں اور یہی اصول محدثین کا ہے اور تصویر کی تحقیق بموجب کتاب اللہ اور سنۃ صحیحہ کے سابق ہم مفصل لکھ چکے ہیں اب ہم اس حصہ اولی کو یہاں پر ختم کرتے ہیں اور چند اقرار بابو صاحب کے یہانپر لکھے دیتے ہیں تاکہ ناظرین کو دعصای موسی ہیں کام آویں۔ **اقرار اول** امام الزمان کا وقت بہ نسبت دوسرے زمانوں کے زمانہ مبارک نبوی کی ساتھ بہت مشابہت و مناسبت تامہ رکھتا ہے اور یہ مسئلہ عند العقل اور عند المسلمین مسلم ہے صفحہ ۱۱ سطر ۱۱ ۔ عصی۔ **اقرار دوم** وہی عندالقرآن الزمان لاتکاد تخطی کما قال النبی صلعم صفحہ ۲ سطر ۲ **اقرار سوم** ایسی کہ قوۃ ایمانی میں ترقی ہو اور بصیرۃ و بینائی حاصل ہو اور زمانہ مبارک نبوۃ کے برکات و انوار تازہ و یاد رہیں الہامات و منامات کا سلسلہ جاری فرماتا ہے صفحہ ۱ سطر ۱ **اقرار چہارم** ہاں آجکل بطرف ایسے اشخاص (علماء و فقہا) کا قحط سا ہو گیا ہے اور کوئی تفقہ دینی و الامثل حضرات گذشتگان شیخ عبدالحق شاہ ولی اللہ شاہ عبدالعزیز وغیرہ وغیرہ مشکل سے ملتا ہے صفحہ ۱ سطر ۱۔ ۵ اللہ تعالے نصاریٰ کے مذہب کی تعریف فرماتا ہے یعنی جس مذہب پر ہماری موجودہ گورنمنٹ ہے قرآن مجید میں اسکی بہت تعریف ہے صفحہ ۱ سطر ۱۵ لعنۃ اللہ علی ہذا المذہب و اہل ہذا المذہب لعنۃ کا کرنا اور کلمات زجر و توبیخ کا استعمال کرنا جائز ہے اگر صدق اور توحید الٰہی کی سد راہ ہو صفحہ ۱۵ سطر کاغذ مطبوعہ منسلکہ غرضیکہ عصای موسی میں بہت سے ایسے اقرار ہیں کہ ہم فقط انکے اقراروں سے ہی تمام کتاب کا تار و پود ادھیڑ دیتے ہیں کہ المرء یؤخذ باقرارہ مگر چونکہ ہمنے اپنی کتاب کا نام آیات الرحمن للنسخ ما یلقی الشیطان رکھا ہے لہذا ناظرین نے دیکھ لیا ہوگا کہ دار و مدار ہمارے استدلال و دعاوی کا اور نقض و جرح مزعوم باطل خصم کا اکثر آیات قرآن مجید پر ہی ہے یا سنۃ صحیحہ پر اب ناظرین کو مناسب ہے کہ حصہ دوم کی

فہرست مضامین کتاب آیات الرحمن لنسخ مایلقی الشیطان یعنی فوائد اولیاء الرحمن

مضمون و مطلب

مضمون و مطلب

مضمون و مطلب آیات الرحمٰن